قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمّت کی روشنی میں

ایمان اور نفاق

محمد نعیم نگوروی

مکتبہ جمالِ کرم لاہور

ایمان اور نفاق

محمد نعیم نگوروی



مکتبہ جمالِ کرم

9. مرکز الاویس (سنت ہوٹل) دربار مارکیٹ - لاہور فون: 7324948

نام کتاب • ایمان اور نفاق

مصنف • محمد نعیم نگوروی

تعداد • ایک ہزار

اشاعت اول • جنوری 2004ء

زیر اہتمام • ایم احسان الحق صدیقی

ناشر • مکتبہ جمال کرم لاہور

قیمت • [redacted] روپے



- مکتبہ جمال کرم 9 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
- مکتبہ رضویہ دربار مارکیٹ لاہور
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز 14 انفال سنٹر اردو بازار کراچی
- فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور
- احمد بک کارپوریشن عالم پلازہ کمیٹی چوک، راولپنڈی
- مکتبہ المجاہد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ سرگودھا

انتساب

اس عظیم ہستی کے نام جس کی روحانی توجہات کو لمحہ لمحہ محسوس کرتا ہوں، جس کی نگاہ ولایت نے میری فکر کو عشق رسول ﷺ عطا کیا

میری مراد!

میرے آقا و مولی سیدی وسندی، سند الکاملین قدرۃ السالکین عمدہ الواصلین

قطب العصر اعلی حضرت پیر **سید علی حسین شاہ** صاحب

قدس سرہ العزیز

المعروف نقش لاثانی نقشبندی قادری مجددی آستانہ عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف

خاک پائے آستانہ لاثانیہ

محمد نعیم نگوروی

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

حدیث دل

قارئین کرام! ہمارا معاشرہ عجیب صورتحال کا شکار ہو چکا ہے۔ ہر طرف بدامنی بے چینی کے بادل منڈلا رہے ہیں انسان انسان کے ہاتھوں ذلیل ہو رہا ہے۔ اخلاقیات حسنہ کو پاؤں تلے روندا جا رہا ہے، افراط وتفریط کا دور دورہ ہے۔ لوگوں میں وہ قوت برداشت نہیں رہی جو کبھی ہوا کرتی تھی اہل علم وفن ہوں یا امراء وحکام (الا ماشاءاللہ) تضاد کا شکار ہو چکے ہیں معاشرہ میں کامیاب لوگ انہیں کہا جاتا ہے جو تضاد، نمود، ریا کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں حالانکہ حقیقی کامیابی ان لوگوں کو ہوتی ہے جو خلوص وللہیت کا لباس زیب تن کرتے ہیں۔ تقویٰ جن کا شعار ہوتا ہے اخلاق محمدیہ پر عمل جن کی پہچان ہوتی ہے۔

راقم الحروف نے اس کتاب میں معاشرتی بگاڑ کے مختلف پہلوؤں میں سے دو کردار سامنے رکھے ہیں ایک کردار اہل ایمان کا دوسرا کردار منافقین کا۔ تاکہ ہم اس بگاڑ میں اصلاح پیدا کر سکیں۔

میں یہاں اس بات کو واضح کر دوں کہ راقم نے بعض مقامات پر علماء وامراء، احکام کے رویے پر بھی کچھ گزارشات سپرد قرطاس کی ہیں جن کا مقصد کسی بھی طبقہ پر بے جا تنقید نہیں بلکہ مثبت پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے تاکہ حقیقت کے آئینے میں اپنی اصلاح بھی کروں، بطور خاص راقم نے اس طبقہ کو سامنے رکھا جس نے امت مسلمہ پر کفر وشرک کے فتوے لگانے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے جس کی نگاہ میں ساری امت شرک کی مرتکب ہو چکی ہے، اس مسلکی گروہ پر بھی تنقید صرف اصلاحی پہلو کو مدنظر رکھ کر کی گئی۔ نہ کہ ذاتی کسی عناد کی خاطر درحقیقت یہ ایک دردمندانہ پیغام ہے جو اسلامیان وطن تک پہنچا دیا ہے۔ میری اس تحریر سے کسی بھی مسلک کے مسلمان بھائی کی دل آزاری ہو تو حضور ﷺ کی سنت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے معاف کر دے۔ رحمت عالم نور مجسم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنی جان کے دشمنوں کو **لا تثریب علیکم الیوم** کہہ کر معاف فرما دیا۔ لہٰذا میں اپنے محترم قارئین مسلمان بھائیوں سے بھی اسی سلوک کی

امید رکھتا ہوں۔

میں یہاں اپنے محسن دوست علامہ احسان الحق صدیقی فاضل بھیرہ شریف (مکتبہ جمال کرم لاہور) کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے خصوصی تعاون سے یہ کتاب آپ تک پہنچی۔ قارئین! مجھے یہ بات بیان کرتے ہوئے کوئی تامل نہیں کہ راقم نے عرصہ دراز تک مختلف ناشرین (علماء) سے دھکے کھائے ان لوگوں نے جو میرے ساتھ سلوک کیا بہر حال میں اس کا ذکر نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر عظیم ہے کہ اس ذات نے مجھ پر بڑا اکرم فرمایا ہے مگر ان علماء تک میرا پیغام یہی ہے۔

دورنگی چھوڑ دے ایک رنگ ہو جا
سرا سر موم یا پھر سنگ ہو جا

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے کہ یہ لوگ بھی کردار و گفتار کے تضاد کے چنگل سے آزاد ہو کر منبر پر جلوہ افروز ہو کر وعظ فرمایا کریں، اللہ گواہ ہے کہ جس مروت اور محبت بھرے جذبات سے علامہ احسان الحق صدیقی اور محترم خالد رمضان صاحب راقم سے پیش آتے ہیں ان کے لئے میں رب کریم کے حضور دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے نعلین پاک کا صدقہ ان کے جذبہ خدمت دین میں مزید اضافہ فرمائے۔

آخر میں میں اپنے دوست کہنہ مشق صحافی عالم دین ملک محبوب الرسول قادری صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے وقت کی تنگی کے باوجود اس مسودہ کو ملاحظہ فرما کر مقدمہ کی صورت اپنے خیالات کا اظہار فرمایا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو راہ ہدایت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

خاکپائے علماء محمد نعیم نگوروی

میزان حروف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن کریم جملہ علوم و معارف کا گنجینہ اور خزینہ ہے اور کوئی ایسی شے باقی نہیں جس کا ذکر اس کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔ اللہ نے یہ گنجینہ علوم و معارف اپنے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم پر نازل فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی کتاب کا کوئی گوشہ یا مفاہیم و مقصود کے حوالے سے کوئی جہت، ایسی نہیں ہوتی جو صاحب کتاب سے مخفی ہو، گویا اللہ نے قرآن کو علوم کا خزینہ بنایا اور پھر وہ خزینہ اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرما دیا۔ ما کان و ما یکون کا علم اپنے حبیب ﷺ کو عطا کیا۔

منافقین نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب پاک ﷺ کی ذات گرامی کو متنازعہ بنانے کے لئے اپنے تئیں بھرپور کوششیں کیں لیکن وہ ہمیشہ ناکام و نامراد اور خائب و خاسر ہوئے مومنین و منافقین کی باہمی جنگ روز اول سے جاری ہے اور روز حشر تک جاری رہے گی۔ ''ایمان اور نفاق'' ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان کی حقیقت سے ہر مسلمان کا واقف و آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس حوالے سے ہمیں فاضل نوجوان علامہ محمد نعیم نگوری کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اس موضوع پر زیر نظر ضخیم علمی و تحقیقی کتاب ''ایمان اور نفاق'' مرتب فرمائی جو، ان کی شبانہ روز محنت شاقہ کا بہترین اور خوبصورت ثمر ہے ہمارے محترم دینی بھائی حضرت مولانا محمد نعیم انگوری نقشبندی زید مجدہ لکھنے اور پڑھنے کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں اللہ پاک نے ان کو تفہیم دین کی نعمت بھی عطا کی ہے اور خدمت دین کا جذبہ بھی وافر دیا ہے۔ دنیا کے جھمیلوں میں گم ہو جانے

کے بجائے وہ حالات کا مقابلہ کرنے، پھر ان پر بازی لے جانے اور دین وملت کے لئے کچھ نہ کچھ کر گزرنے میں اکثر کامیابیاں حاصل کرتے رہتے ہیں یقیناً یہ وہ کام ہے جو اپنے دامن میں ان کے لئے دنیا و آخرت کی کامرانیوں کا راز مضمر رکھتا ہے۔

مولانا محمد نعیم نگوری کے قلم سے قبل ازاں کئی کتابیں نکل چکی ہیں۔ قرآن اور صاحب قرآن (دو حصے) شرح اسماء النبی ﷺ، قریب مصطفی ﷺ ہے کوئی کوئی، تیرا وجود الکتاب، سیرت امام ابو حنیفہ کے علاوہ کئی کتابیں، کتابچے، مضامین، مقالات اور اب زیر کتاب ''ایمان اور نفاق'' ان کی دین دوستی، علمی ثقاہت، لیاقت و قابلیت اور عصری تقاضوں سے شناسائی و آگاہی ذوق کی نفاست و نزافت پر دال ہے۔

میں دل کی گہرائیوں سے اس عظیم خدمت پر انہیں داد تحسین و آفرین پیش کرتے ہوئے روحانی مسرت محسوس کر رہا ہوں ان کے ساتھ ساتھ نہایت عمدہ ''گٹ آپ'' کے ساتھ عصری تقاضوں کے عین مطابق بہترین انشاعت پر اس کتاب کے ناشر اور مکتبہ جمال کرم کے مینجنگ ڈائریکٹر ہمدم دیرینہ برادر محترم مولانا محمد احسان الحق صدیقی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ یہ کتاب ان کے جمالیاتی ذوق کی آئینہ دار ہے میری دلی دعا ہے کہ رب کریم دونوں حضرات کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور مقبول فرمائے۔ دارین کی سعادتوں کا ذریعہ بنائے۔ آمین

غبار راہ حجاز

محمد محبوب الرسول قادری

ایڈیٹر ماہنامہ سوئے حجاز لاہور

آغازِ سخن

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی افضل الانبیاء والمرسلین وعلی اله واصحابه واولیاء امته اجمعین اما بعد! اعوذ بالله من الشیطن الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم:

ذاتِ مصطفیٰ ﷺ رشد و ہدایت کا وہ منبع ہے جہاں سے ہر طرح کی حسنات و برکات کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ جب بھی پیاسا اپنی پیاس و تشنگی اس در پر لے کر گیا ہے۔ تو اس نے اپنے ظرف کے مطابق اپنی پیاس بجھائی ہے یعنی فقیر جیسا بھی سوال کرتا ہے وہاں سے کرم ضرور ملتا ہے۔ جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل وہ بحر بیکراں اپنی تمام تر بلندیوں کے ساتھ رواں تھا آج بھی رواں دواں ہے۔ مانگنے والے کم پڑ جائیں گے دینے والے میں کوئی بخل نظر نہ آئے گا۔

واہ کیا جود کرم ہے شہہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یعنی ''لا'' نہیں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا ہاں اگر مانگنے والا ہی وسعت قلبی کی بجائے تنگی داماں کا احساس لے کر جائے تو خالی دامن واپس پلٹے گا۔

آپ نے اکثر مقامات پر پڑھا اور سنا بھی ہوگا کہ حضور سید المرسلین ﷺ کی بارگاہ اقدس سے کما حقہ فیض یاب ہونے والوں نے نقش دوام چھوڑے ہیں دنیا نے انہی کے قدموں کی خاک کو چشم بصیرت کے لئے سرمہ شفا سمجھا۔ وہ کون خوش نصیب تھے؟ وہ وہی لوگ تھے جنہیں آج بھی قرآن مجید ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کے خطاب دلنواز سے مژدہ جانفزا دے رہا ہے۔

قرآن مجید آج بھی وہ وقت یاد دلا رہا ہے۔ وَکُنتُمْ عَلٰی شَفَا حفرة من

النـار فـانقذ كم منها: اورتم دوزخ کی آگ کے گھڑے کے کنارے پر تھے (اسی رسول معظم کی برکت سے) اس سے پیچھے ہٹایا۔ یہی وہ رسول معظم ہے جس کی صحبت کاملہ کے فیضان نے (فاصبحتم بنعمته اخوانا) تمہیں آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔ تو جن لوگوں نے حضور ختمی مرتبت ﷺ کے کمالات وفضائل کو چشم بصیرت سے دیکھا اور عقل کے نور سے سمجھا وہ آج بھی فیضیاب ہورہے ہیں اور جو لوگ ذات اقدس ﷺ کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرنے کے باوجود قیل وقال چون وچرا کا شکار رہے تو وہ آنحضور ﷺ کے فیضان سے محروم رہے اور آج کے دور میں بھی ان کے ہم نوا اس فیضان حقیقی سے محروم ہیں۔ یہ وہ لوگ اس دور میں بھی انہی لوگوں کی سنت ادا کر رہے ہیں جس روش پر وہ لوگ (منافقین) رو تھے۔ ان کے پیروکار آج بھی اسی روحانی مرض کا شکار ہو چکے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے وجہ وجود کائنات منبع فضائل برکات وکمالات بنایا۔ ذات مصطفی ﷺ کو رب العزت نے ایمان کا مرکز ومحور بنایا لیکن افسوس کہ آج کے دور میں کچھ لوگ آپ ﷺ کی محبت وغلامی کو غلط رنگ دے کر کرامت کو گمراہ کر رہے ہیں۔

یہاں یہ بات بطور خاص یاد رہے کہ رسالت مآب ﷺ کی ذات بے عیب کی صفات کا انکار کرنے والوں میں ایک گروہ تو وہ تھا جنہیں مشرکین کے نام موسوم کیا گیا ان لوگوں کے ظاہر و باطن میں سوائے شرک کی گندگی کے کچھ اور نہ تھا۔ یعنی ان کے عقائد و اعمال کسی سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ خطرناک تو وہ لوگ تھے، جو بظاہر کلمہ گو ایماندار بھی تھے۔ آپ ﷺ کی اطاعت ومحبت کا بظاہر دم بھرتے تھے ان کے باطن کے خبث کی وجہ سے ان کے ظاہری اعمال کے حسن کو بھی گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ کفار کی پراگندگی کی صرف ابتدائی دو آیات میں اجمالاً بیان فرما کر معاملہ واضح فرمادیا۔ مگر جو بظاہر ایمانداروں کی صف میں تھے اور باطناً کفر آلود تھے۔ یہ خطرناک ترین لوگ تھا۔ جو کہ ابن الوقت موقع پرست تھے ان کے لئے مسلسل تیرہ آیات میں ذکر فرما کر ان کے خبث اور خباثت کو بیان فرمایا تا کہ

ان کے بارے میں کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے۔

لفظ منافق کی لغوی تشریح

امام راغب الاصفہانی فرماتے ہیں۔

اَلنَّفَقُ: آر پار ہونے والا کوچہ یا سرنگ جس کے دونوں منہ کھلے ہوں۔ ارشاد باری ہے وان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض: اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو۔ اسی لے نَا فِقَاءُ الْیَرْبُوعِ: یعنی جنگلی چوہے کا بل جس کے دو دھانے ہوں۔ نَافَقَ الْیُرْبُوعِ وَنَفَقَ: جنگلی چوہا اپنے بل کے دھانے سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل گئی اور اسی سے نفاق ہے۔ یعنی دورخی اختیار کرنے والا ارشاد باری ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار: بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہونگے۔

علامہ ابن منظور نے لسان العرب میں لکھا۔

منافق ''نفق'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی سرنگ ہے اور بعض نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ لومڑی اپنے بل کے دو منہ رکھتی ہے ایک کا نام نافقا اور دوسری کا نام قاصعاء ہے۔ ایک طرف سے وہ داخل ہوتی ہے جب کوئی شکاری اس سے اس کا تعاقب کرتا ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے اور اگر دوسری جانب سے اس کا کوئی تعاقب کرتا ہے تو پہلے سوراخ سے نکل جاتی ہے کیونکہ اس کی ایک بل کی ایک طرف کا نام نافقا ہے اسی سے منافق ماخوذ ہے۔ اس کے بعد دو پہلو ہیں ایک کفر جو اس کے دل میں ہے دوسرا ایمان جو اس کی زبان پر ہے۔ اگر کفر سے اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگتا ہے جو اس کی زبان پر ہے۔ اگر کفر سے اسے کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگتا ہے اور اگر اسلام کے باعث اسے کوئی تکلیف پہنچ رہی ہو تو فوراً اپنے کافر ہو

نے کا اعلان کر دیتا ہے۔(بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 249)

منافق کے لغوی تشریح کے بعد آیئے ذرا ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس قدر وضاحت کے ساتھ ان لوگوں کے ایمان کی حقیقت اور ان کی ذہنی پراگندگی کو کھول کھول کر کیوں بیان فرمایا۔ حالانکہ بظاہر تو یہ لوگ بھی اسلام کے داعی اور مبلغ تھے تو ان کی دعوت الی الحق اور تبلیغ دین میں وہ خلوص کا رنگ کیونکر پیدا نہ ہوا۔

منافقین کی تاریخی حیثیت

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں دو ہی طبقے تھے مومنین اور کفار۔ اہل ایمان تو ذات اقدس ﷺ پر تو اپنا دل اور جان قربان کرتے تھے اور کفار کو روز افزوں اسلام کی اشاعت بڑی ہی ناگوار گزرتی تھی۔ انہوں نے شمع اسلام کو گل کرنے کی ہر طرح سے سعی لا حاصل کی۔ ان پلیدوں کی ہر طرح سے مخالفت بھی اسلام کی شمع روشن ہونے سے نہ روک سکی۔ ان لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ کیسے پاپڑ نہ بیلے۔ کون سا حربہ استعمال نہ کیا لیکن ۔

وہ شمع کیسے بجھے جسے روشن خدا کرے

اللہ اللہ! ایک طرف تو ان کفار و مشرکین کی ایذائیں تھیں تو دوسری طرف صحبت مصطفوی سے اپنے قلب و باطن کو نور ایمان سے منور کرنے والے وہ جفاکش بھی تھے۔ جن کی وفاداری اور جانثاری کا ثبوت قرآن مجید میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ ان لوگوں نے ذات اقدس ﷺ کی خاطر ہر طرح کی ایذا اور تکلیف کو خوشی سے قبول کیا۔

نبی رحمت ﷺ نے کفار مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر اپنے وطن کو چھوڑا جب یثرب شہر میں قدم رنجہ فرما ہوئے تو اس شہر یثرب کو مدینۃ الرسول ہونے کا شرف ملا۔

دور حاضر کے عظیم مفسر قرآن سیرت نگار حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

یثرب میں دو قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے ان میں دیرینہ رنجشیں اور رقابتیں تھیں جو معمولی بات پر جنگ کے شعلوں میں بدل جاتیں اور جب ایک مرتبہ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے تو پھر برسوں بجھنے کا نام نہیں لیتے مسلسل خانہ جنگی کے باعث دونوں قبیلے کمزور ہو گئے تھے۔ صلح و امن کی زندگی بسر کرنے کی خواہش ان کے دلوں میں چٹکیاں لینے لگی تھی۔ لیکن ان میں کوئی ایسی شخصیت نہ تھی جو دونوں قبیلوں کے لئے قابل قبول ہو۔ آخر کار عبداللہ بن ابی جو خزرجی تھا وہ ایک ایسے قائد کی حیثیت سے ابھرا تھا جس کی قیادت پر دونوں قبیلے متفق ہو گئے۔ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ اس کے لئے تاج سنار کے پاس بن رہا تھا۔ اسی اثناء میں یثرب کی فضا میں اسلام کے اثرات بڑی قوت سے نمودار ہونے لگے۔ عقبہ اولی میں چند یثربی مشرب با اسلام ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے بڑی گرمجوشی سے اسلام پر اسلام کی بیعت کی۔ ان میں سے حضرت سعد بن عبادہ انصاری بھی تھے ان کی رائے یہ تھی کہ ابھی بیعت نہ کی جائے۔ عبداللہ بن ابی کو بھی اس میں شریک کر لیا جائے۔ تا کہ امن و تعاون کی جو فضا یثرب میں بڑی مدت کے بعد پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو۔ لیکن دوسرے ساتھیوں نے ان کی اس تجویز کو کوئی اہمیت نہ دی اور سب نے شرف بیعت کر لیا۔ جب یہ قافلہ واپس یثرب پہنچا اور عبداللہ بن ابی اور اس کے حواریوں کو اس کا علم ہوا تو ان کے غم و غصہ کی کوئی حد نہ رہی۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کی تاجپوشی کی رسم اب کبھی ادا نہ ہو گی۔ یہاں کے مسلمان جن میں اوس اور خزرج کے کے روسا بھی شامل تھے حضور سرور عالم ﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا رئیس بنانا ہرگز پسند نہ کریں گے۔ معاہدہ کے مطابق مکہ سے ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا حضور ﷺ بھی کچھ عرصہ کے بعد ہجرت کر کے یثرب تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ کے قدم رنجہ فرمانے سے یثرب مدینہ النبی بن گیا عبداللہ اور اس کے ہمراز ساتھیوں نے جب اپنے آقا کے ساتھ مسلمانوں کی والہانہ محبت دیکھی تو انہوں نے اپنا بھلا اس میں سمجھا کہ وہ بھی مسلمانوں میں شامل ہو جائیں۔ ظاہر طور

پر انہوں نے کلمہ شہادت بھی پڑھ لیا نمازوں میں بھی حاضر ہوتے بادل نخواستہ زکوۃ بھی دیتے لیکن حضور ﷺ اور اسلام کے بارے میں بغض وعناد کے جذبات شدت اختیار کرتے گئے وہ اس گھات میں رہتے کہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ کھڑا کر کے ان کی جمعیت کو منتشر اور پراگندہ کر دیں دوبارہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ اوس خزرج دونوں قبیلے حضور ﷺ سے مایوس ہو کر عبداللہ بن ابی کو اپنا قائد اور رئیس تسلیم کر لیں۔ لیکن عبداللہ بن ابی، جب بھی اسے موقع ملتا وہ اپنی جھوٹی عقیدت کو بڑے زوردار الفاظ سے ظاہر کرتا تا کہ اس کے دل کا کھوٹ لوگوں پر عیاں نہ ہونے پائے۔ اس نے یہ معمول بنا رکھا تھا کہ جمعہ کے روز جب مدینہ اور مضافات کے تمام مسلمان اپنے آقا علیہ السلام کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جمع ہوتے تو یہ بھر مجمع میں اٹھ کر یہ اعلان کرتا بھائیو! یہ اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے درمیان جلوہ فرما ہیں۔ ان کی ذات سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت اور شرف بخشا ہے آپ دل و جان سے ان کی تائید کریں۔ ان کے یہ ارشاد کو گوش ہوش سے سنا کریں اور جو حکم دیں اس کی تعمیل کریں۔ اس کے باوجود بسا اوقات اس کے دل میں چھپا ہوا بغض آشکار ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں اس کی مڈ بھیڑ ہوگئی۔ اس نے بڑی بد تمیزی کا مظاہرہ کیا۔ حضور علیہ الصلوہ والسلام نے سعد بن عبادہ کو بلا کر شکایت کی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ شخص قابل رحم ہے۔ حضور کی آمد سے پہلے اس کے لئے تاج بن رہا تھا اور اس کی تاجپوشی کی تقریب منانے کی تیاریاں ہو رہی تھی۔ حضور کے آنے سے اس کے سارے خواب پریشان ہو گئے اور اس کے پروگرام دھرے کے دھرے رہ گئے یہ تو سمجھتا ہے کہ حضور نے اس کا تاج چھین لیا ہے اس لئے اس نے نرمی کا برتاؤ ہی بہتر ہے۔

(ضیاء القران ج پنجم ص 243-244)

منافقین سورۃ بقرہ کی روشنی میں

قارئین محترم! آپ نے منافقین کی تاریخی اعتبار سے منافقت کا مختصر جائزہ لیا۔ اب آپ کے سامنے قرآن مجید کے جن مقامات پر ان لوگوں کے نفاق سے پردہ اٹھایا ان مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے سورہ بقرہ کی ان آیات کے مطالعہ کو پیش کرنے کی سعادت کرتے ہیں جن میں منافقین کے ذہنی فطور اور کیفیات اور ان کا طرز عمل کا بیان ہے۔

ترجمہ: اور (لوگوں میں سے) کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر، اور روز قیامت پر حالانکہ وہ مومن نہیں فریب دیا چاہے ہیں اللہ کو اور اہل ایمان کو (حقیقت میں نہیں فریب دیتے مگر اپنے آپ کو اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی ان کی بیماری اور ان کے دردناک عذاب ہے بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے جب انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ فساد نہ پھیلاؤ زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ حالانکہ وہ فسادی ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے اور جب انہیں جاتا ہے ایمان لاؤ ایمان لائے دوسرے لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں گے جس طرح بیوقوف لوگ ایمان لائے۔ خبردار! بے شک وہی (بذات خود) بیوقوف ہیں مگر وہ (اپنی بیوقوفیوں کی بناء فرق نہیں کر سکتے اور اپنی جہالت کی بنا پر) سمجھتے ہی نہیں۔

اور جب اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف (ان ایمان والوں کا) مذاق اڑاتے ہیں۔

اللہ انہیں اس مذاق کی سزا (یہ) دے رہا ہے اور ڈھیل دے رہا ہے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکے رہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی خریدی ہدایت کو چھوڑ کر مگر ان کی تجارت نہ نفع مند ہوئی اور نہ ہی (اس جہالت کی بناء پر) سیدھی راہ کو جانتے تھے۔

ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو پھر جب روشن ہو گیا اس کا ماحول تو اٹھا لیا اللہ نے اپنا نور اور چھوڑ دیا انہیں گھپ اندھیروں میں وہ کچھ (بھی) دیکھ نہیں سکتے۔

بہرے ہیں، گونگے ہیں اندھے ہیں (یہ منافق) نہیں پھریں گے۔

(دوسری مثال) یا پھر جیسے زور سے پس (موسلا دھار بارش برسے بادلوں سے جس میں اندھیرے ہوں اور گرج اور چمکتے ہیں (تو) ٹھونستے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک کی وجہ سے موت کے ڈر اور اللہ گھیرے ہوئے ہیں (ان) کافروں کو۔

قریب ہے کہ بجلی اچک لے جائے ان کی آنکھوں کو۔ جب چمکنے لگتی ہے تو (یہ خود غرض) چلنے لگتے ہیں اور اندھیرا چھا جاتا ہے (تو یہ خود غرض آگے چلتے ہی نہیں) تو کھڑے رہتے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو لے جائے ان کے سننے کی صلاحیت کو اور ان کی بصارت کو بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورۃ بقرہ آیت **8** تا بیس)

قارئین منافقین کے حالات اور ان کی ذہنی کیفیات کو جاننے کے لئے ان آیات مقدسہ کے ترجمہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر اس بات کا جائزہ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کا معیار کس چیز کو بنایا؟۔ ان آیات کے پیش نظر منافقین کی بیان کردہ علامات کے مندرجہ ذیل مضامین سامنے آ رہے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ منافقین کو کسی خاص لفظ سے مخاطب فرمانا بھی گوارا نہ کیا صرف یہ فرمایا لوگوں میں سے جو کہتے ہیں۔

یعنی ان کے ظاہری دعویٰ ایمان کو مسترد فرماتے ہوئے دائرہ ایمان میں داخل نہ کیا اور ایمان کا معیار ذات مصطفیٰ ﷺ کو ٹھہرایا تا کہ دلوں میں عظمت مصطفیٰ کا پہلو جاگر ہو۔ اور مومن و منافق میں بھی فرق واضح ہو جائے۔

۲۔ منافقین اپنے اس دوغلے پن سے بزعم خویش اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اللہ کو دھوکہ

دے نہیں سکتے۔ فرمایا محبوب! یہ حقیقت میں تجھے دینا چاہتے ہیں ان کی طرز گفتار کا سب سے بڑا نشانہ تیری ذات ہے تو تیرا رب کب گوارہ کر سکتا ہے کہ کوئی اس کے محبوب کو دھوکہ دے تو حبیب! درحقیقت دھوکہ تجھے نہیں مجھے ہے تو میری ذات دھوکہ دہی میں آنے سے پاک ہے۔ میں ان کے ایمان کی حقیقت کو یوں بے نقاب کر کے انہیں بے عزت کروں گا۔ ان کی منافقتوں سے نہ پرچم اسلام سرنگوں ہوگا نہ چراغ مصطفوی بجھے گا بلکہ یہ منافقین جتنا یہ چراغ بجھائیں گے اللہ تعالیٰ اسی قدر اس چراغ مصطفوی کو نور علی نور فرمائے گا۔

ہاں ہاں یہ منافقت ان کے لئے باعثِ وبال ہے۔ تو جس کی آنکھوں کے سامنے انوار الٰہی کے چراغ جل رہے ہو۔ دنیا اس آفتاب کی تجلیات سے اپنے قلب و باطن کو طہارت بخش رہی ہو۔ تو کوئی شخص جان بوجھ کر آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے تو قصور کس کا ہے؟ دراصل ان کی ذہنی فکری سوچ تو اس قدر غلیظ ہے کہ اس جہالت اور بدنصیبی کی بنا پر ان کے دلوں میں لا علاج مرض لگ چکا ہے جس کی دوا کسی کے پاس بھی نہیں بلکہ ان کی عداوتوں کے امراض گھٹیں گے نہیں بڑھتے جائیں گے حتی کہ ان کے قلب سیاہ ہو جائیں گے یہ اتنے بدنصیب ہیں یہ منافقت کے دائمی عذاب میں مبتلا ہیں ہر وقت ان پر لعنتوں کے تیر برستے رہیں گے۔ کیونکہ در پردہ شان رسالت کی تصدیق نہیں کرتے۔

یہ بدبخت دن رات اسی سعی لا حاصل میں مصروف رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقہ اس مصطفوی چراغ کو بجھا دیا جائے یہ اپنے ہر غلط کام کو صحیح جانتے ہیں حالانکہ ان کے قول و عمل کردار و گفتار کے تضاد کی وجہ سے معاشرے میں فتنہ فساد کی آگ بھڑکنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے اس دو غلے کردار اور فرقہ پرستی کی وجہ سے اہل ایمان کی صفیں متحد ہونے کی بجائے ٹوٹ جائیں گی اس بری خیانت کو جان دو تو اپنی جہالت کی بنا پر یوں کہتے ہیں بھئی! ہمارے اس کردار سے فساد برپا نہیں ہوا۔ ہم تو مصلح بن کر آئے ہم تو اصلاح کر رہے ہیں ہم تو چاہتے ہیں کہ سارے لوگ وحدت ملی کی لڑی میں پروئے رہیں۔

دیکھئے ان کی جہالت کہ سب سے بڑھ کر فرقہ پرست ہیں اور کہتے ہیں ہم فرقہ پرست نہیں ہم تو اللہ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ ان کی اس دعوت الی الشیطان کی بناء پر لوگوں کے قلوب واذہان شکوک شبہات کا شکار ہو کر قیل قال ما کے منجدھار کی سپرد ہو چکے ہیں اے ایمان والو! منافقین کی خباثتوں سے ہوشیار رہو! اپنے ایمان کا دفاع کرو، اپنی وحدت ملی کی صفوں میں انتشار نہ آنے دو ان کے شر سے بچتے رہو یہ فسادی ہیں۔ ان کی واضح علامت یہی ہے کہ شان مصطفوی کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں ہاں جو نغمات مصطفوی سن کر دل مچل اٹھے چہرہ پر آثار عشق رسول نمایاں ہوں تو وہ مصطفوی ہے جو پریشان ہو جائے تو شرار بولہبی ہے اور سب سے بڑا فسادی بھی ہے۔

جب انہیں جائے کہا جائے کہ ان لوگوں کی طرح ہو جاؤ جو ذات اقدس ﷺ پر ہر وقت اپنا تن من وارتے اور دیوانہ وار محبت رسول کا اظہار کرتے ہیں تو کہتے وہ تو پاگل ہیں کیا ہم بھی پاگل ہو جائیں۔ دراصل یہ پاگل اور عاشق میں فرق نہ کر پائے انہیں اپنی تعصب بھری عینک میں وہ دوسرے بے وقوف نظر آئے حقیقت میں یہی بے وقوف ہیں اور وہ جانثار ان مصطفوی ہیں۔ اور یہ بے نصیب یہ فکر شعور سے عاری ہیں۔

یہ اپنے چیلوں چانٹوں کو راہ حق پر سمجھتے ہیں حقیقت میں وہ شیطان ہیں جب ان کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے تو ایمان والوں کو پاگل بنایا ہے تا کہ ہم اپنے مفاد حاصل کرتے ہیں تم ہی تو ہمارے بھائی ہو ہم تمہیں چھوڑ کر کسی اور طرف جانا سوچ بھی نہیں سکتے اور ان کے پاس جا کر تو ہم ان کا ہی تمسخر اڑاتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا اے منافقو! تم زندگی بھر در بہ در ٹھوکریں کھاتے پھرو گے منزل نصیب نہ ہوگی منزل انہیں ملتی ہے جو آنکھیں بند کر کے در مصطفیٰ پر آ کر خیرات کی بھیک مانگتے ہیں تو پھر انہیں کسی اور در پر جانے کی محتاجی نہیں رہتی۔

؎ تیرے در سے جو یار پھرتے ہیں در بہ در یونہی خوار پھرتے ہیں

یہ ان کی سزا ہے یہ زندگی بھر بھٹکے رہے ہیں یہ استہزاء تو اہل ایمان کا کرتے ہیں اللہ انہیں اس استہزاء کی سزائیں دے گا یہ زندگی بھر ساری دنیا کا گشت کرتے رہیں گے لیکن دولت عرفان سے محروم رہیں گے کیونکہ ایمان ملتا ہی در رسول سے ہے۔اگر اس در سے مانگیں گے نہیں تو ایمان کیسے ملے گا؟

یہ خود غرض ہیں، عیار ہیں مکار ہیں ان کا کوئی عمل صالح قبول نہ ہوگا بلکہ ان کے سارے اعمال اکارت جائیں گے۔

موجودہ دور میں فرقہ وارانہ منافقت

قارئین کرام! اسلام وہ دین ہے جس کے دامن میں آجانے سے تمام لسانی طبقاتی رنگ ونسل کے بت پاش پاش ہو جاتے ہیں۔کیونکہ یہ دین اسلام ہی دین رحمت ہے اور ہدایت کا راستہ ہے۔جو کوئی اس راہ پر چل نکلتا ہے۔اس کی نگاہ میں تمام مومن جسد واحد کی صورت میں نظر آتے ہیں۔لیکن بدقسمتی سے آج کے دور میں بالخصوص امت مسلمہ مذہبی فرقہ واریت کی صورت میں پارہ پارہ ہو چکی ہے۔آئے روز قتل وغارت کے گرم بازار میں کئی نوجوان ان شعلوں کی نظر ہو جاتے ہیں پھر حیرانگی یہ کہ ہر جماعت کا قائد اور لیڈر اعتصام بحبل للہ کی تلقین کرتا ہے اور کئی اطراف سے یہ بلند وبانگ نعرے سننے میں آتے ہیں کہ لوگو! آؤ ایک ہو جاؤ فرقہ پرستی کو ترک کر دو رنگ ونسل کے امتیازات ختم کر دو لیکن باوجود اس تگ ودو کے کوئی معنی خیز صورت سامنے نہیں آتی۔کیا وجہ ہے آج امت مسلمہ اپنا تشخص اور وقار کھو چکی ہے۔جو امت! امت مسلمہ تھی آج اسے امت مسلمہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔کیونکہ یہ امت ان گنت کئی فرقوں میں بٹ چکی ہے۔آج یہ امت زوال پذیر ہو چکی ہے۔وہ دور بھی تھا کہ ایک مسلمان کی ہیبت سے کفر وطاغوت کے ایوان لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے۔لیکن بدقسمتی سے آج ہر جماعت کا فرد صرف اپنی جماعت

کے افراد کو گلے لگا تا ہے اپنی جماعت کے فرد کا ماتھا چومتا ہے دوسرے کو مسلمان ہی نہیں گردانتا۔ پھر دوسری بے شرمی یہاں تک کہ آئمہ دین کے فقہی اختلافات کو موجودہ دور میں فرقہ واریت کی بنیاد بتایا جاتا ہے اور ان آئمہ دین کی دینی خدمات کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جنہوں نے زندگی بھر رزق حلال اور بغیر کسی دوسری امداد کے دین متین کے بیڑے کو کنارے لگایا۔ ان کی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ ان آئمہ کرام کی تعلیمات کی تعبیر صحیح معنوں میں پیش کی جائے اسلاف امت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ لیکن یہاں معاملہ اس حقیقت تک پہنچ چکا ہے کہ بالخصوص ائمہ فقہا کی تعلیمات کو غلط رنگ دے کر اس انداز سے اچھالا جاتا ہے تا کہ افراد امت بجائے یقین کی دولت سے مالا مال ہونے کے شک کی وادیوں میں ہاتھ پاؤں مارتے رہیں۔

قارئین کرام! موجودہ حالت کے تناظر میں اگر ہم اس بات کا بطور خاص جائزہ لیں تو یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ ہمارے بعض خطباء واعظین اور لیڈران عظام ان آئمہ دین کی تعلیمات کے ہی نا آشنا ہیں۔ آج ہمارے قائدین قول و عمل کے تضاد کا شکار ہو چکے۔ لیڈر تو کہتے ہیں فرقہ پرستی چھوڑ دو ایک ہو جاؤ مگر اپنے ہی متعلقین کی تربیت اس انداز سے کرتے ہیں کہ وہ صرف اپنے مکتب فکر کے افراد کو مسلم تصور کریں دوسرے کو کافر و مشرک گردانیں۔ یہ قول و عمل میں منافقت نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ لیڈر جو محراب و منبر پر اعتصام بحبل اللہ کی رٹ لگاتا ہے لیکن دوسرے مسلک کی مسجد کو ''مسجد'' کا نام دینے میں بھی عار محسوس کرتا ہے۔ اس دور میں منافقت اپنے عروج پر ہے دین کی صفوں میں انتشار ڈالنے کو خدمت دین کا نام دیا جاتا ہے جب روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمیں تو صرف معاشرے کی اصلاح مقصود ہے۔ ہاں ہاں یہ اصلاح فی الدین نہیں یہ فساد فی الدین کا گھناؤنا روپ ہے۔ آج ہمارے بعض مذہبی ٹھیکیداروں نے دین کو فقط ایک لوٹے میں بند کر دیا ہے۔ ہر جماعت نے اپنا الگ تشخص قائم رکھنے کے لئے ایسا تربیتی سلیبس تیار کیا ہے کہ دوسرے عالم دین کی تحقیق کو اٹھا کر پڑھنے کو کوئی گوارا نہیں

کرتا۔ اپنی تحقیق کے ایک ایک حرف کو الہامی صحیفہ کا درجہ دے دیا جاتا ہے اور دوسرے کی تحقیقات کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یاد رکھیں یہ خدمت دین نہیں۔ خدمت دین تو یہ ہے کہ جب کوئی دین کا پرچار کرے تو وہ بلاتفریق فرقہ مسلک ہر ایک کو قابل ہو، مگر ہمارے ہاں ہوتا یہ ہے کہ اگر ایک مسلک والا اپنی تحقیق پیش کرتا ہے تو دوسرے پر ہر طرح سے کیچڑ اچھالا جاتا ہے ذرا ہم ماضی بعید کے ان اسلاف کی حیات و تعلیمات کا مطالعہ کریں جن ساری ساری زندگی ایمان کے نور سے بھری تھی کبھی ان آئمہ دین نے فرقہ پرستی کو جنم دیا؟ نہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ انہوں نے ہر کسی کو اپنی صحبت سے نوازا کہ ان کی خدمت میں زانو کے تلمذ تہہ کرنے والے امت پر حکمرانی کر گئے۔ آج کے دور میں تو الا ماشاء اللہ ہر مسلک کا لیڈر اور واعظ یہ کہتا کہ جنت کا ٹکٹ صرف ہمارے پاس ہے دوسروں کے پاس جاؤ گے تو جہنمی ہو جاؤ گے۔ آج تو جس خطیب کے چند متعلقین ہاتھ چومنے لگ پڑیں تو وہ اپنی الگ جماعت بنالیتا ہے۔ دیکھئے بد قسمتی یہاں تک کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت بھی اسی حرماں نصیبی کا شکار ہو چکا ہے۔ سواد اعظم بھی تعصّبات کی بھینٹ اپنی وحدت کے شیرازے کو منتشر کر چکا ہے۔ اس کے بھی ہر گروپ لیڈر نے اپنا اپنا الگ تشخص قائم کر رکھا ہے جس کی وجہ سے سواد اعظم کے بھی کئی گروپ معرض وجود میں آچکے ہیں ان میں بھی تنگ نظری کا دور دورہ ہے الا ماشاء اللہ۔ بہر حال ہمیں بے مقصد تنقید سے کوئی غرض و غایت نہیں ہم تو صرف اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ خود ساختہ اصولوں کو ترک کر دیا جائے اور ملی وحدت کا درس دیا جائے اور ایسا نصاب تشکیل دیا جائے جو ہر کسی کو قابل قبول ہو، تا کہ افراد امت کے ذہنوں سے جمود کو اتار پھینکا جائے۔ یہاں بالخصوص ہم ان علماء دین کی خدمت میں دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ ان فقہی اختلافات کو عام لوگوں میں ہوا نہ دی جائے جن سے امت میں نزاع کا اندیشہ ہو بلکہ ان مسائل کی تحقیق میں قوت صرف کی جائے جن کے اپنا لینے میں امت مسلمہ وحدت کی لڑی میں پروئی رہے۔

ہٹ دھرمی کی عجیب صورتحال

جب مسائل میں اختلافات دور کرنے ہوں تو وسعت قلبی کا مظاہرہ ضروری ہوتا ہے۔ لیکن بد قسمتی یہ کہ جب بھی کسی ایک مسلک کا پیروکار دوسرے مسلک والے سے الجھتا ہے تو کوشش ہوتی ہے کہ میں دوسرے کو زیر کرلوں۔ اس سلسلہ میں راقم الحروف اپنے ساتھ پیش آنے والا ایک واقعہ پیش کرتا ہے۔

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ ایک صاحب جن کا جماعت اسلامی سے تعلق تھا ہمارے ہاں تشریف لائے اور وہ صاحب اپنے مسلک پر بڑے منجھے ہوئے تھے نماز ظہر پڑھنے کے بعد راقم الحروف کے پاس بیٹھ گئے تو کہنے لگے میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا بڑی خوشی سے۔ کہنے لگے ہم کہتے ہیں کہ آئیں فرقہ پرستی چھوڑ دیں اور ہمارے ساتھ مل جائیں۔ میں نے کہا بھئی ہم فرقہ پرست نہیں ہیں بلکہ ہم وہی عقائد رکھتے ہیں جو صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اسلاف امت کے تھے۔ کہنے لگے کیا صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں۔ میں نے کہا کہ بنیادی طور پر علم غیب کے متعلق ہمارا عقیدہ قرآن کے مطابق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما**: میرے محبوب آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر آپ کے رب کا بڑا فضل ہے۔ میں نے کہا ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم پاک عطا کیا ہے۔ آپ کا ذاتی علم نہیں تھا۔ آپ ﷺ ذاتی طور پر عالم الغیب نہیں بلکہ اللہ کی عطا ہے۔ وہ صاحب بولے آپ کو بعض اوقات علم غیب نہیں ہوتا تھا میں نے کہا میری آپ سے بات علم غیب کے عطا کرنے پر ہے نہ بعض پر ہے نہ کل پر ہے اگر بعض اوقات کی بات ہے تو اللہ نے فرمایا: وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنی آپ اپنی خواہش نہیں بولتے بلکہ اس کی طرف سے آپ پر وحی آتی تھی۔ اس پر وہ کہنے لگے

جو بتا دیا وہ غیب نہیں رہتا۔ میں نے کہا مخلوق کے لئے تو علم غیب ہی ہے۔ کیونکہ وحی الٰہی تو نبی پر آتی ہے۔ عام لوگوں پر تو نہیں آتی مخلوق کو علم نبی کی بارگاہ سے ملتا ہے۔ میں نے اپنے دلائل پر چند آیات قرآنیہ پیش کیں تو وہ صاحب کہنے لگے آپ مجھے قرآنی عبارتیں پڑھ کر نہ سنائیں نہ مجھ پر رعب جمانے کی کوشش کریں سیدھی بات کریں۔ میں نے کہا آپ لوگوں نے یہی سبق پڑھا ہے کہ باتوں کے طومار باندھ کر دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرو اور دوسرے کے دلائل سننا گوارہ نہ کرو۔ میں نے کہا کہ آپ نے ہی کہا تھا صرف قرآن کی بات کرنی ہے۔ اب قرآن سننا بھی گوارہ نہیں کرتے؟ پھر وہ کہنے لگے اللہ نے فرمایا اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، میں نے کہا اگر یہ غیب کھولنا نہیں تھا تو چابی کیوں بنائی تھی؟ چابی تو اسی لئے بنائی جاتی ہے تاکہ تالا کھولا جائے اللہ نے تو فرمایا ہے۔ **عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احد الا من ارتضی من رسول** :عالم الغیب حقیقی وہی ہے اسے کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوائے رسولوں میں سے جس پر راضی ہو جائے۔ میں نے اب تم کہا اب تم بتاؤ اللہ تعالیٰ حضور سے ناراض کب ہوا تھا؟ جب ناراض نہیں تھا تو بتا بھی دیا۔ بحمد اللہ وہ صاحب ناکام ہوئے میرے کہنے کا مقصد یہ ہے اگر اختلافات دور کرنے مقصود ہوں تو ذہن کی تختی کو دھو لینا چاہیے اور نیت یہ ہونی چاہے اگر دلائل مستحکم مل جائیں تو اپنی ہٹ دھرمی ترک کر دیں گے۔ لیکن فرقہ پرستی کے موجودہ دور میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

تعصب کی ایک اور مثال

کچھ عرصہ ہوا راقم الحروف ایک کتب خانہ پر حسب معمول چلا گیا۔ ہوا یوں کہ کتب خانہ کے مالک کے پاس ایک سنی عقیدہ کے عالم دین بھی تشریف فرماتے۔ وہ اس مالک سے کہنے لگے یار ایک بات تو بتاؤ یہاں میرے اور تیرے سوا اور کوئی بھی نہیں اور سچ سچ

بتانا۔ وہ صاحب کہنے لگے ٹھیک ہے پوچھو؟ مولانا صاحب فرمانے لگے کہ میدان کربلا میں حق پر کون تھا؟ یزید تھا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ وہ صاحب کہنے لگے ہم تو اتنی بات جانتے ہیں کہ اگر ایک شخص کو سامنے موت نظر آ رہی ہو تو وہ جان بوجھ کر اس طرف جائے اور اکیلے بھی نہیں بلکہ اہل خانہ سمیت جائے تو یہ کہاں کی دانشمندی ہے؟ امام حسین کو علم تھا کہ میرا ان سے کوئی مقابلہ نہیں تو پھر انہوں نے سارے خاندان کو قتل کیوں کروایا تھا؟ کہنے لگے دراصل امام حسین نے بھی بہت بڑی غلطی کی تھی حالانکہ سیاسی معاملے کو دیکھا جائے تو یزید حق پر تھا اور امام حسین غلطی پر تھے۔ ٹھیک ہے امام حسین نواسہ رسول تھے۔ لیکن ان کی سیاسی غلطی بھی تھی اور سیاسی شکست بھی تھی۔

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے اس شخص کی زبان سے یہ کلمات سنے کو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے جب یہاں ایسی منافقانہ پالیسی اختیار کرنے والے لوگ موجود ہیں تو یہ ملک فرقہ واریت سے پاک کس طرح ہو سکتا ہے؟

ایک سبق آموز حکایت

مولانا روم نے ایک مثنوی میں بڑی سبق آموز حکایت درج فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ

مختلف علاقوں کے چار مسافر کسی ایک جگہ اتفاق سے جمع ہو گئے ان میں سے ایک ایرانی تھا دوسرا ترکی تیسرا رومی اور چوتھا عربی تھا۔ کسی شخص نے ان پر ترس کھایا اور ایک درہم دیا کہ بازار سے کوئی چیز لے کر کھالو، کیونکہ وہ سمجھا تھا کہ یہ مسافر ہیں۔ ایرانی بولا میرا دل انگور کھانے کو چاہتا ہے آؤ انگور لے کر کھاتے ہیں۔ ترکی بولا میرا تو انگور کھانے کو نہیں چاہتا میں تو داخ کھاؤں گا۔ رومی نے کہا چھوڑ داخ کو یار اوزم لے آؤ عربی نے کہا ان سب چیزوں کو چھوڑو تم صرف عنب لے آؤ۔ یہ بڑا شیریں پھل ہے۔ ہوا یوں کہ کسی کی رائے بھی

نہ ملی سب میں اختلاف یہاں تک نمودار ہوا کہ جھگڑے کی نوبت آ گئی۔ان کا تنازعہ بڑھ گیا ایک عقل منداور چاروں زبانوں پر عبور رکھنے والا شخص ان کے پاس سے گزرا تو ان کا جھگڑا سن کر تھوڑا ٹھہر گیا ان سے پوچھا بھئی کیا ماجرا ہے؟ جھگڑا کس بات پر ہے؟ آؤ تمہارا مسئلہ میں حل کرتا ہوں پیسے مجھے دے دو میں تم سب کی پسند لا کر دے دیتا ہوں تم خوش ہو جاؤ گے۔تمام افراد اس شخص پر راضی ہو گئے وہ شخص بازار گیا اور انگور لے آیا تو ان کے سامنے رکھ دیے تو وہ چاروں مسافر اس پر بڑے خوش ہو گئے۔

آج کے دور میں فرقہ واریت کے بھرے بازار میں سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ ہمیں اللہ کو راضی کرنا ہے۔اور مقصد بھی سب کا ایک ہی ہے۔لیکن جن ذرائع سے یہ اس بارگاہ تک رسائل حاصل کرنا چاہتے ہیں ان میں کوئی ذریعہ بن اس بارگاہ تک رسائل نہیں رکھتا۔تو رب فرماتا ہے اگر تم مجھ تک پہنچنا چاہتے ہو تو در مصطفیٰ ﷺ پر پہنچ جاؤ تم سب مجھ تک پہنچ جاؤ گے۔

اگر به اونه رسیدی تمام بو لہبی است

ذات مصطفیٰ ﷺ نشانہ تنقید کیوں؟

جس ذات اقدس ﷺ کے نعلین پاک کے توسل سے فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا: تم اس کی نعمت سے آپس میں بھائی بھائی بن گے وہی ذات موضع تنقید ہے؟ یہ کیا بات ہے؟ یہ کیسی منافقانہ پالیسی ہے کہ ذات باری تعالی نے مقصد بعثت رسالت ہی غیر مشروط اطاعت قرار دیا ہے تو اسی محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والا اسی ذات پاک پر تنقید کرے یہ سبق کس بات سے ملا ہے۔کیا رب العالمین نے کہیں فرمایا ہے؟ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نورانیت و بشریت پر مناظرے کرو۔کیا قرآن میں کہیں فرمایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے علم پاک پر جھگڑنے لگو؟ وغیرہ وغیرہ۔

ہاں تو وہ وہی ذات کاملہ ہے جس کی حکمت بھری دعوت وتبلیغ کی برکات سے جہنم زار ہونے جانے والا خطہ عرب انوار ہدایت سے جگمگا اٹھا۔ اس رسول معظم ﷺ کی دعوت الی الحق آفاقی قدروں پر قائم تھی تو اس کی برکتوں سے ایک دوسرے کا گلا دبا دینے والا خود شناس بھی ہوا اور خداشناس بھی، نفرتوں کدورتوں کے بیج اکھڑ گئے محبتوں کے بیج کے بوئے گئے شب دیجور نے اپنا بستر گول کر لیا تو صبح نور کا سائبان ثابت ہوئی خزاں رسیدہ چمن بھی اخوت وحدت کی بہاریں لوٹنے گا ایک دوسرے کی عزت کا پامال کرنے والے ان کی عزتوں کے محافظ بن گئے۔ ہاں ہاں یہی وہ نعمت عظمی جسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذ کروا نعمة الله اذ کنتم اعداء فالف بين قلوبکم

اور یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جب کہ تم دشمن تھے تو تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی۔

تو کیا رحمت عالم ﷺ رب العزت کی نعمت عظمیٰ نہیں۔ اس نعمت کے ذکر کرنے کا حکم خود ذات کبریا نے دیا ہے۔ سبحان اللہ! حضور ﷺ کی تشریف آوری نے ہی اس کائنات کے رنگ وبو کوئی تازگی بخشی تو جس ذات والا صفات کی اس قدر کرم نوازیاں ہوں تو بھلا اس ہستی کو موضوع تنقید بنایا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ آج کے بعض مسلمان اس ذات کو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر نشانہ بنا کر امت میں منافرت کی آگ کیوں بھڑکاتے ہیں؟ یہ ایسا کرنے والے لوگ صرف شیطان کے متبع اور وفادار ہو سکتے ہیں، نہ اللہ کے دین کے داعی نہ اتباع رسول میں راسخ۔

امت مسلمہ پر کفر وشرک کے بے دریغ فتوے کیوں؟

حقیقت تو یہ ہے جس شخص کا حضور ﷺ کی ذات اقدس کے قلبی لگاؤ نہیں تو وہ کرخت طبع کا مالک اور دین کی حقیقی متاع سے محروم ہے۔ وہ بذات خود نفاق کا شکار ہو چکا ہے اسی چنگل میں دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کو پھنسانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن

حکیم کے حقیقی مفہوم سے عاری اپنی کم ظرفی اور کم بختی کی بناء پر دوسروں کو تعصب بھری آنکھوں سے ملاحظہ کرتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے اپنے آپ کو دین کا درد رکھنے والا اور افراد امت کا خیر گر دانتا ہے اور دوسروں کو پرلے درجے کا جاہل سمجھتا ہے۔ اسے فقط اپنی قرآن فہمی اور عبادات کی ادائیگی پر ناز ہے۔ دوسروں کو کسی کھاتے میں بھی شمار نہیں کرتا۔ آج کے دور میں جب ہم اس بات کو حقیقت کے ترازو میں رکھ کر موازنہ کرتے ہیں تو یہ دوسروں پر کفر وشرک کے فتوے لگانے والے اس تعصب اور ہٹ دھرمی کا شکار نظر آتے ہیں۔ ان بدبختوں کی نگاہوں کو حضور ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ اظہار محبت بھی شرک نظر آتی ہے۔ سرور دو عالم کی نعت خوانی بھی دین کے اندر غلو نظر آتی ہے۔ مجالس ومحافل کا انعقاد بھی بدعت نظر آتی ہے۔ یہ لوگ اپنی تقریروں اور وعظوں میں کئی کئی گھنٹے ان عشاقان نبوی پر کفر و شرک کی توپ تفنگ چلانے میں صرف کر دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اسلام کی وحدت اور شیرازہ بندی کو تفرقہ انتشار کی بھینٹ چڑھادیا۔ کیا ان بدبختوں کے لئے یہ ارشاد رسول اکرم ﷺ کافی نہیں؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے تم سے جن باتوں کا زیارہ خطرہ ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک ایسا شخص (عالم دین) ہوگا جو قرآن بہت زیادہ پڑھے گا یہاں تک کہ وہ قرآن کی رونق سے صحیح طور پر سیراب ہوگا اور اس کا اوڑھنا بچھونا بھی اسلام ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے کسی اپنے عیب میں مبتلا کر دے گا کہ اثرات قرآنی اس سے الگ ہو جائیں گے پھر وہ شخص قرآن کو پس پشت کر کے معاشرے میں قریب کے مسلمانوں کو مشرک قرار دے گا اور ان کے قتل کے درپے ہوگا۔ میں نے عرض کی آقا! ان دونوں میں مشرک کون ہوگا؟ مشرک کہنے والا یا جسے کہا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا دوسروں کو مشرک کہنے والا خود مشرک ہوگا۔ (ابن کثیر ج دوم ص 265)

آپ اس حدیث رسول کو حقیقت کے ترازو میں رکھ کر ان لوگوں کے عقائد فاسد

کا موازنہ تو کریں یہ حقیقت نظر نہیں آئے گی؟ کہ منافقت کی کھائی میں ہاتھ پاؤں مارنے والے قرآن کی تلاوت سے اپنی زبانوں کو تر رکھنے کے باوجود حقیقت شناس نہ بن سکے۔ نہ دوسروں کو حقیقت حال سے آگاہ کر سکے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق حضور ﷺ نے مذکورہ حدیث پاک نشاندھی فرمائی۔

کہ قرآن پڑھنے کے باوجود گمراہ ہیں۔

دوسروں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں

کفر و شرک کی مشین گنیں چلانے کو جہاد اکبر سمجھتے ہیں

اہل ایمان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

منشاء خداوندی اور منشاء رسالت کو نہیں سمجھ سکتے تو اپنے مطلب کا معنی تراش کر کے امت میں نفرتوں کے بیج بوتے ہیں۔

کیا یو وہ لوگ نہیں جنہوں نے اپنی بداعمالیوں کے پیش نظر نبی مکرم ﷺ سے اپنا روحانی رشتہ توڑ لیا ہے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں نبی کریم ﷺ سے محبت عقیدت کا یہ اظہار معاذ اللہ شخصیت پرستی اور گمراہی ہے۔ حالانکہ یہی وہ لوگ ہیں جو فسق و فجور اور کفر کی طغیانیوں اور اندھیروں میں بھٹک رہے اور بزعم خویش کہتے ہیں کہ ہم تو معاشرے کی اصلاح کر رہے ہیں اور شیطان ہی کے جال میں آجانے کی وجہ سے عقل و شعور سے عاری ہو چکے ہیں۔ ہاں یہی وہ بے دین لوگ ہیں جو اپنے انتہا پسندانہ طرز عمل کی وجہ سے امت مسلمہ کا شیرازہ منتشر کرنے کے درپے ہیں۔ اپنے مزعومانہ عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے آیات ربانی کے معانی و مفاہیم میں تراش خراش کرتے رہتے ہیں اور اپنے مطلب کے لئے قرآن کو بڑی سر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ کہیں یہ وہی شرار الخلق تو نہیں جن کی نشاندھی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کی تھی کہ وہ لوگ یہی ہیں۔

کہ ان آیات قرآنی کو جو کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں تھیں انہیں بڑی

آزادی کے ساتھ اس ایمان پر چسپاں کرتے ہیں۔ (بخاری جلد دوم ص 1024)

یہ وہ لوگ ہیں انبیاء واولیاء اور صالحین کے خلاف زبان درازی کرنے کو جہاد سمجھتے ہیں اور جہاں موقع ملتا ہے بڑی بڑی گندی زبان استعمال کرتے ہیں۔ اور کہتے جب تک کفرو شرک اور بدعت کا خاتمہ نہیں ہمارا جہاد جاری رہے گا انہیں سب ایمان مشرک نظر آتے ہیں۔

حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو دوسروں کو مشرک کہتا وہ خود کافر مشرک ہے

یہ سب سے بڑے فرقہ پرست اور فتنہ پرور لوگ ہیں جہاں بھی دیکھتے کہ لوگ ایک عقیدہ کے ہیں۔ باہمی اخوت و وحدت کے ساتھ رہ رہے ہیں وہیں جا کر دعوت اسلام دیتے ہیں۔ جہاں اسلام کی ضرورت ہو وہاں جانے سے اپنی پرانی عادت کے مطابق کنی کتراتے ہیں۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے انہیں لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

مَنْ اَتَا کُمْ وَ اَمْرُ کُمْ جَمِیْع'' یُرِیْدُ اَنْ یُفَرِّقَ جَمَاعَتَکُمْ فَا قْتُلُوْہُ:

جو بھی تمہاری پاس وحدت ملی کو پارہ پارہ کرے اور تفرقہ ڈالنے کے لئے آئے اس کی گردن اڑادو (بلوغ المرام ابن حجر عسقلانی ص 152)

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے امت مسلمہ کو کئی فرقوں میں تقسیم کر دیا ہے ویسے تو ان کے قول و عمل اور کردار و گفتار سے پتا چل جاتا ہے کہ ان کا نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ کوئی ظاہری باطنی رشتہ نہیں اور اللہ تعالی نے تو خود قرآن حکیم میں اپنے محبوب کریم ﷺ کو فرمادیا کہ اے میرے پیارے حبیب!

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا وَیْنَھُمْ دُکَا نُوْ شِیَعًا لَسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ، (الانعام)

بے شک جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہوں میں بٹ گئے میرے حبیب! آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔

نگاہ رسول ﷺ منافقین کی علامات

آپ ذرا اس حقیقت میں غور کریں تو بات واضح ہو جاتی کہ یہ فرقہ پرست لوگ

کہتے کہ نبی کے ساتھ روحانی تعلق کا کیا مطلب ہے؟ یہ شرک ہے۔ دراصل ان کی بدبختیوں کی بناء پر ذات اقدس ﷺ نے ان سے روحانی رشتہ منقطع فرمالیا ہے اور ان لوگوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

يَخْرُجُ فِيكُمْ قَوْمٌ" تَحْقِرُوْنَ صَلَا تَكُمْ مَعَ صَلَا تِهِمْ وَصَيَا مَكُمْ مَعَ صيا مِهِمْ وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ وَيَقْرَؤنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَا وِزُحَنَا جِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الَّدِيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّة: (بخاری ج دوم ص 756)

فرمایا تم میں ایک قوم ظاہر ہوگی تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کی نسبت حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کی نسبت اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے اور ان کے اعمالوں کی نسبت اپنے عملوں کو حقیر جانوں گے وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کی حلقوں سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے اس طرح نکلے ہوں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

قارئین کرام! اس مذکورہ حدیث پاک کو بار بار پڑھیں اور اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ ان لوگوں کے نزدیک ایمان کا معیار کونسی چیز ہے۔ جب کوئی ان کے ظاہری اعمال کو دیکھتا ہے۔ تو دھنگ کر رہ جاتی ہے کہ نماز میں اس قدر انہماک۔ ارکان صلوۃ کی ادائیگی میں اتنا حسن۔ کیا بات ہے پھر اپنی نماز کا ان کی نمازوں کے ساتھ موزانہ کیا جاتا ہے تو دل فوراً کہہ دیتا ہے نہیں ان کی نماز ہماری نماز سے بدرجہا بہتر ہے۔ جب ان کی زبانوں کے تلاوت قرآن سنیں تو وہ آیات ربانی جن میں اللہ تعالی کی توحید کبریائی کا ذکر ہے انہیں بڑے شوق اور بڑی وجدانی کیفیت سے پڑھتے ہیں۔ (نقشہ کھینچیں تو یوں بنے گا۔ سر منڈھا ہوا۔ اعتدال سے زیادہ ڈاڑھی۔ ماتھے پر محراب اور چوڑا سا ماتھا شلواریں اعتدال سے اوپر اٹھائی ہوئی، مونچھیں خوب سے خوب صاف وشفاف اور اگر ترجمہ ایک یا آدھی آیت کا مقصود ہوگا تو سارا رکوع ہی پڑھیں گے اور ترجمہ صرف آدھی آیت کا۔ پھر آخر میں کہیں گے یہ ہے اللہ کا

قرآن میں نے آپ کو اللہ کا قرآن سنایا ہے اگر قرآن سنا ہے تو کسی توحید والے سے قرآن پڑھ بدعتی کو کیا پتا قرآن کیا ہے۔

یہ ہیں وہ لوگ جن کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْم" كَانَ هٰذَا مِنْهُمْ يَقْرَوُنَ الْقُرآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاَسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمْيَةِ سِيْمَا هُمُ التحلِيْقُ لَا يَزالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ اٰخِرُ هُمْ مَعَ الْمَسِيْحَ الدَّجَالَ فَاِذَا لَقِيتُمُوْهُمْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ الْخَلِيْقَةِ: (مشکوۃ ص 39)

آخری زمانے میں ایک ... نکلے گا گویا یہ شخص اس گروہ کا ایک فرد ہے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے ان کی پہچان سر منڈھانا ہے۔ وہ ہمیشہ گروہ در گروہ نکلتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا۔ جب تم ان سے ملو گے طبع کے لحاظ سے انہیں انتہا کے بدترین پاؤ گے۔

قارئین کرام! حضور ﷺ نے ایسے بدبختوں کے ظاہر ہونے کی اطلاع ہی نہ دی بلکہ اپنی امت کے بھولے بھالے سادہ لوح غلاموں کو ان کی پہچان بھی کروادی تاکہ کوئی بات ڈھکی چھپی نہ رہے۔

ملاحظہ فرمائے دوسری حدیث پاک

حضرت ابوسعیدی خدری اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ سَيَكُونُ فِيْ اُمَّتِیْ اِخْتِلَاف" وَفرِيْقَتُهٗ قُوْم" يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ فِعلَ يَقْرَءُ نَ الْقُرآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيهِمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنَ مُرُوْقَ السَهْمُ مِنَ الرَّمِيَةُ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ السَهْمُ قَدْقهِ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْفَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَيَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابَ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنَّا فِيْ شَيْئِ مَنْ

قَاتَلَهُمْ كَانَ اَوْلَی بِاللّٰهِ مِنهُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِیْمَا هُمْ قَالَ التَحْلِیْقُ:
مشکواۃ ص 208

میری امت میں اختلافات واقع ہونگے پس ایک گروہ نکلے کا جن کی باتیں بظاہر بڑی اچھی ہونگی لیکن کرذار کے لحاظ سے گمراہ قرآن (خوب) پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر دین کی طرف واپس لوٹنا نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ تیرا اپنے کمان کی طرف واپس لوٹ آئے گا وہ اپنے مزاج کے لحاظ سے بڑے کرخت، بدمزاج ہونگے وہ لوگوں کو قرآن کی طرف بلائیں گے حالانکہ دین سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہوگا جو ان کے قتال (جنگ) کرے گا وہ اللہ کا مقرب ترین بندہ ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ان کی پہچان کیا ہے فرمایا سر منڈھانا۔

قارئین کرام! رحمت عالم ﷺ نے ان بدبختوں کے کثرت تلاوت قرآن کو ہدایت یافتہ ہونے کی دلیل نہیں بنایا اور نہ ہی پابندی صوم وصلوۃ دل کو فسق وفجور سے پاک ہونے کی علامت قرار دیا ہے کیونکہ قرآن حکیم نے دونوں طبقات کی نشاندہی ہی فرمادی۔

یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا وما یضل به الا الفاسقین

کئی لوگ کو اس سے گمراہ ہوجاتے ہیں اور کئی اس سے ہدایت پاجاتے ہیں اور گمراہ صرف وہی ہوتے ہیں جو فاسق ہوتے ہیں۔

ہم نے کئی افراد دیکھے ہیں جو پابند صوم وصلوۃ بھی ہوتے ہیں اور لغویات اور بے ہودہ گوئی سے پرہیز بھی نہیں کرتے۔ پابند صوم وصلوۃ بھی ہوتے ہیں اور حرام خوری اور رشوت، ملاوٹ سے اجتناب بھی نہیں کرتے۔

اصل مومن تو وہ ہے قرآن کی تلاوت جس کا دل کا زنگ اتار دے اور اس کے ذہنی افکار کی پاکیزگی اور روح کی بالیدگی کا باعث بنے یہ مقام اسی صورت میں نصیب ہوسکتا

ہے جب دل میں حضور ﷺ کے ساتھ خصوصی محبت اور انس ہو اور ایسے ہی خوش نصیب انسان کا زندگی بھر کا قول عمل محبت رسول ﷺ کی حلاوت سے بھرا ہوتا ہے۔ بے عمل ہو اور اگر زبان پر حلاوت اور دل میں نجاست ہو وہ پابندی صوم وصلوۃ بے سود ہے۔

گستاخ ذوالخویصرہ

ذوالخویصرہ بھی بڑا بد بخت انسان تھا، ملاحظہ فرمایئے حضور ﷺ کے ساتھ کس طریقے سے گفتگو کرتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضور ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ نام کا ایک شخص جو قبیلہ بنی تمیم سے تھا اس نے آتے ہی حضور ﷺ سے کہا اِعدِلْ یا محمد انصاف کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

فَقَالَ وَیلَکَ فَمَنْ یَعْدِلُ اِذْ لَمْ اَعْدِلُ : تیرا بیڑہ غرق اگر میں نے انصاف نہ کیا تو کون کرے گا۔ قَدْ غِبْتُ وَ خَسِرْتُ اِنْ لَمْ اَکُنْ اَعْدِلُ : اگر میں انصاف نہ کرتا تو غائب و خاسر ہو چکا ہوتا۔ (تو وہ جس کا دل غیرت ایمانی سے بیدار تھا بے ساختہ پکار اٹھا) قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِئذِنْ لِیْ فِیْهِ اَضْرِبْ عُنُقَهٗ : تو حضرت عمر نے عرض کی حضور! مجھے اذن فرمائیے میں اس کی گردن اڑا دوں فَقَالَ دَعْهُ اے عمر چھوڑو (یہ اکیلا نہیں) فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَاباً اس کے اور بھی کئی دوست ہیں۔

یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِیَامَهٗ مَعَ صِیَامِهِمْ جن کی نمازوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کو دیکھ کر اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کما یمرق السهم من الرمیة : یہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین کے اس طرح نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے (صحیح بخاری ج اول صفحہ 509)

فی زمانہ ہم نے بچشم خود اس بات کا کئی بار مشاہدہ کیا ہے بعض مسلمانوں کے ذہنی افکار اس قدر پراگندہ ہوتے ہیں بظاہر تو ان کی زبانیں بڑی مٹھاس بھری ہوتی ہیں مگر ان کے دلوں کی منافقت بھی ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔

رسول پاک ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے بیان فرما کر ان کی الحادی اور انحرافی عزائم کو ان الفاظ میں بے نقاب کیا ہے: اَلسِنَتُهُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِيَابِ: ان (منافقین) کی زبانیں تو شکر سے زیادہ میٹھی اور ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہوتے ہیں (ترمذی ج دوم ص 68)

یہ لوگ انتہائی چالاک اور موقع پرست ہوتے ہیں جہاں بھی بس چلتا ہے وہاں اپنی حکمت عملی کو بروئے کار ضرور لاتے ہیں یہی نفاق کی بڑی علامت ہے کہ ان کا ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور باطن کچھ اور۔ ان مندرجہ بالا تمام تصریحات سے واضح ہوا کہ وہ لوگ جو نفاق پرست ہوتے ہیں۔

ان کی بظاہر کثرت عبادات ان کے متقی ہونے کی علامت نہیں

ان کی بظاہر کثرت تلاوت آیات ان کے صحیح العقیدہ ہونے کی علامت نہیں یہ لوگ امت مسلمہ میں فرقہ وارانہ وار کرنے سے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ بظاہر زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی اور دل کے کھوٹے ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت وارفتگی ان پر بڑی گراں گزرتی ہے۔ یہ لوگ آپ کو عقل کل سمجھتے ہیں دوسروں کو پاگل سمجھتے ہیں۔ یہ دین سے نکل چکے ہیں مگر پھر بھی اپنے آپ کو بہت بڑا اسلام کا دعویدار سمجھتے ہیں۔

یہ امت کے سواد اعظم کو کافر و مشرک بدعتی اور اپنے آپ کو صلح کلی سمجھتے ہیں یہ لوگ خوشامدی ہوتے ہیں تا کہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا رہیں۔

یہ نبی کریم پر طرح طرح اعتراضات بھی کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ہر عیب

سے پاک سمجھتے ہیں۔

منافقین فیضان مصطفوی سے محروم کیوں رہے

حالانکہ بظاہران کے اعمال درست تھے۔ بظاہر اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو اہل اسلام میں شمار کرتے تھے۔ دراصل یہ لوگ ایمان کے حقیقی نکتے کو نہیں سمجھ پائے تھے جہاں سے ایمان کو جنم ملتا ہے رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا٥ فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا

(سورۃ النساء 63-62-61)

ترجمہ: اور جب کہا جائے انہیں کہ آؤ اس (کتاب) کی طرف جو اتاری ہے اللہ نے اور (اور) رسول (پاک ﷺ) کی طرف تو آپ دیکھیں گے منافقین کو منہ موڑ لیتے ہیں آپ سے روگردانی کرتے ہیں پس کیا حال ہوتا ہے (منافقین کا) جب پہنچتی ہے انہیں مصیبت بوجہ ان کے (کرتوں کے) جو آگے بھیجے ہیں ان کے ہاتھوں نے پھر حاضر ہوتے ہیں آپ کے پاس قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی) (کہتے ہیں بخدا) نہیں قصد کیا تھا ہم نے مگر بھلائی باہمی مصالحت کا یہ وہ لوگ ہیں خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے (اے حبیب ﷺ) چشم پوشی فرمایئے ان سے اور نصیحت کرتے رہیے انہیں اور کہیے انہیں تنہائی میں ایسی بات جو موثر ہو۔

قارئین کرام! ان مذکورہ بالا آیات میں منافقین کی خودغرضی کا بیان ہو رہا ہے یعنی کہ جب انہیں کوئی مطلب یا خودغرض ہوتی تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں رجوع کر لیتے

اور جب مطلب یا غرض نہ ہوتی تو منہ پھیر لیتے یہاں دو دعوتوں کا بیان ہو رہا ہے ایک : ما انزل اللہ اور دوسری الی الرسول۔

دعوت الی اللہ کو تسلیم کر لیتے ہیں اور جب دوسری دعوت کی باری آتی ہے تو آکڑ خان بن جاتے ہیں اگر بنظر غائر اس بات کا مطالعہ کیا جائے تو آج بھی معاشرے میں آپ کو ایسی قسم کی موثر مثالیں ملیں گی۔ جو اپنے معاملات جیسے بھی ہوں اگر کوئی معاملہ پیش آ جائے تو اس کا فیصلہ شریعت مطہرہ کے مطابق کرانے میں مصر ہوتے ہیں اور جب انہیں معلوم ہو جائے کہ اگر شریعت نے ان کی خواہشات کے برعکس فیصلہ دینا ہے تو فوراً یعنی مجبوریاں آڑے آ جاتی ہیں انہی ہی معاشرتی رسموں کے گرداب میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ منافقین قرآن کے حکم کے مطابق کو تو مان لیتے ہیں تو جب حضور ﷺ کی سنت مطہرہ محبت و غلامی کی بات آتی ہے تو فوراً انکار کر دیتے یعنی یہ کہتے ہیں ہم تو صرف قرآنی احکام کے تابع ہیں رسول اللہ ﷺ کی محبت کی ہمیں ضرورت نہیں۔

یاد رکھیں احکام شریعت کیسے بھی ہوں اس وقت تک ان پر ایمان صحیح نہیں ہوسکتا جب تک حضور ﷺ کی سنت مبارکہ کو صحیح معنوں میں تسلیم نہ کر لیا جائے۔ اس آیت میں منکرین حدیث کا بطلان بھی ثابت ہو رہا ہے یعنی منکرین سنت اس وقت بھی موجود تھے اور آج بھی موجود ہیں جب اس سوچ کے حامل لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اس دور کے منافقین اور آج کے دور کے منافیقین میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔

منافقین ایسے مکار چالباز اور فریبی ہوتے ہیں ان کی منافقت کا پردہ کبھی کبھی چاک ہو ہی جاتا ہے لیکن قرآن حکیم نے بڑے ہی حسین پیرائے میں منافقین کی منافقت کا پردہ چاک کیا۔ ارشاد ہوا اے میرے حبیب ! جب کبھی ان بدبختوں کی منافقت واضح ہو جاتی ہے تو اس پر پردہ ڈالنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلاتے اور رسول اللہ ﷺ کا ان کی منافقت کو ملاحظہ فرما کر کہ ازراہ مصلحت خاموش رہنا ان

کی منافقت کے چھپنے کی دلیل نہیں وہ رسول چاہتے ہی یہ ہیں کہ معاشرتی سطح پر کوئی خرابی نہ ہو۔ اگر حضورﷺ ان لوگوں کے خلاف میدان عمل میں نکلتے تو زیادہ خرابی کا اندیشہ تھا۔ تو حضورﷺ خاموشی اختیار فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب آپ تو خاموش رہیں گے۔ یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی بدبختیوں کو چھپانے کی ناپاک کوششیں کرتے رہیں گے۔ اللہ تو ان کے ایمان کی حقیقت کو خوب جانتا ہے۔ جو کچھ فتنہ بازیاں یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے خوب واقف ہے ان کی ظاہری باطنی کیفیات ایمانی کو بھی خوب جانتا ہے۔ میرے حبیب! آپ ان کی خباثتوں کو ملاحظ فرما کر پریشان نہ ہوں چشم پوشی فرماتے رہیے۔ حکیمانہ انداز میں انہیں نصیحتیں فرماتے رہیے سبحان اللہ! بھلا ہوسکتا حضورﷺ اللہ تعالیٰ کی کسی حکم سے بھی سرتابی کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر ہر حکم کی تعمیل میں سرگرداں رہنا ہی حضورﷺ کی دعوتی و انقلابی زندگی میں کامیابیوں کی طرۂ امتیاز تھا آپﷺ چونکہ اخلاقیات کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے اس لئے آپ نے فرمایا ادبنی ربی فاحسن تادیبی: مجھے میرے رب نے اخلاق کی تعلیم دی ہے اور خوب دی ہے۔

سنت مطہرہ کا انکار منافقت ہے

اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: **وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ** (النساء).

اور نہیں ہم نے بھیجا کوئی رسول مگر یہ کہ اس کی (غیر مشروط) اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے۔

پیر محمد کرم شاہ الزہری فرماتے ہیں۔

چند لفظوں میں طویل بحث کو سمو کر رکھ دیا اللہ کی اطاعت ہر مومن پر فرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر یہی ہے کہ اس کا یہ حکم بھی جانا جائے کہ میرے رسول کی بھی

اطاعت کی جائے جو رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہے اس نے گویا اللہ کے حکم کی سرتابی کی۔تو رسول کی نافرمانی کر کے اس نے صرف رسول کی ہی نافرمانی نہیں کی بلکہ اللہ کی بھی نافرمانی کی۔جس کا یہ حکم ہے اس نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کہ میرے رسول کی اطاعت کرو وہ لوگ جو حضور رسالت مآب ﷺ کے اتباع کو غیر ضروری بلکہ امت کے لیے مضر اور نقصان دہ سمجھتا ہے وہ اس آیت کو کیوں نہیں پڑھتا اور اگر پڑھتا ہے تو اسے کیوں واجب الاتباع یقین نہیں کرتا۔اس لیے حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت امت پر غیر مشرط طور پر قیامت تک کے لیے فرض ہے جو آنحضور ﷺ کی ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا عالی مرتبت عبد مکرم سمجھتا ہے وہ تو آنحضور ﷺ کی ذات پاک پر دل و جاں نچھاور کرتا ہے وہ کچھ ایسے بھی بے نصیب ہوتے ہیں جو آپ ﷺ کی شخصیت مبارکہ کا تنقیدی پہلوؤں سے جائزہ لیتے دیتے ہیں بلکہ آج کل تو کچھ ملاں میدان میں آن نکلے ہیں جنہوں نے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر احادیث مبارکہ پر تنقید شروع کر دی ہے۔گو کہ یہ فتنہ شروع سے ہی ساتھ ساتھ چلا آرہا ہے لیکن آج کے دور جدید میں نئے نئے طریقوں سے سنت مبارکہ پر وار کر رہے ہیں ان لوگوں کا کام ہی نوجوان نسل کو بہکانہ ہے ان کی تقریروں اور تحریروں کا سارا زور ہی اس بات پر آن رکتا ہے کہ نبی کی حیثیت صرف ایک ڈاکیا کی سی ہے اور بس۔

قارئین کرام یہ ایک سازش ہی نہیں بلکہ امت کو فرقہ وارانہ آگ کے شعلوں میں جھلسانے کا بہت بڑا منصوبہ ہے اللہ تعالیٰ نے تو ارشاد فرمایا: ما اتا کم الرسول فخدوہ وما نھا کم عنه فانتھوا۔ جو کچھ رسول دیتا ہے لے لو جس سے روکتا ہے رک جاؤ۔ یہ تو قرآن کا حکم تھا اب حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات اس کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں (قرآن و سنت) (بخاری)

ظاہر ہے قرآن اللہ کی طرف سے وہ صحیفہ انقلاب ہے جس نے انسانیت کی بگڑتی ہوئی حالت کے رخ کو موڑ کر رکھ دیا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام نازل ہوئے مگر ان احکامات کی تشریح وتفسیر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی بن کر ظاہر ہوئی۔ آنحضورﷺ کی سیرت طیبہ سے بے نیازی اختیار کر کے قرآن کے مفاہم و معانی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ کیونکہ ہر کسی میں یہ اس قدر اہلیت کہاں کہ وہ قرآن حکیم کے اجمال و تفصیل محکم متشابہ مطلق مقید خاص وعام شان نزول سبب زوال ناسخ منسوخ کو سمجھ سکے تو یقیناً ان تمام امور کو سمجھنے کے ہم حضورﷺ کی حیات طیبہ سے رہنمائی لینے میں قدم قدم پرمحتاج ہونگے اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ وحی الٰہی کی دوصورت میں ہیں۔

وحی خفی اور وحی جلی۔

وحی جلی تو قرآن کی صورت میں ہمارے سامنے واضح ہے اور سنت مبارکہ وحی خفی ہے۔ لیکن افسوس بعض لوگوں کی نادانی پر جو حدیث رسول اللہﷺ کا انکار کرتے ہوئے مندرجہ ذیل استدلال کرتے ہیں۔

(۱) نبی کریمﷺ نے اپنی احادیث کا کوئی مجموعہ مرتب کرا کرامت کو نہیں دیا۔

(۲) خلفاء راشدین نے اس قسم کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا۔

(۳) رسول اللہﷺ کی وفات کے قریباً اڑھائی سو سال بعد امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنے طور پر جمع کیں۔

صحابہ کی نظر میں مقام رسول

آگے چلنے سے پہلے ذرا اس بات کو دیکھ لیجئے کہ اصحاب رسول کی نظر میں مقام مصطفیٰﷺ کی کیا اہمیت تھی۔

پہلے تو ان فتنہ پرور ملاؤں اور وعظ فروش مفکرین منکرین سنت سے پوچھتا

ہوں۔ کہ کیا انہیں اپنے تلامذہ میں وہ مقام حاصل ہے؟ جو سرکاردوعالم ﷺ کا مقام ان کے شاگردوں میں تھا۔ سرکاردوعالم ﷺ کے غلام تو ان ہاتھ پاؤں بھی چومتے تھے۔

سرکار کا لعاب بول مبارک بھی چاٹ جاتے تھے۔ وہ تو سرکار کا دھوون بھی پی جاتے تھے۔

سرکار ﷺ کا بول مبارک بھی پی جاتے تھے۔

سرکار ﷺ کا خون مبارک بھی پی جاتے تھے۔

سرکار ﷺ کا ادب ہی ان کی کامیابیوں کا راز تھا۔

سرکاردوعالم ﷺ کے ادب و احترام میں بلند مقام رکھتے تھے جن کے ادب احترام کی گواہی قرآن بھی دے رہا ہے۔ تو کیا وہ لوگ اپنے محبوب آقا ﷺ کے فرمودات عالیہ کو اپنے سینوں سے بھلا سکتے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان کی نگاہوں مقام مصطفیٰ کی عام انسان جیسا نہیں تھا وہ حضور ﷺ کو۔

اپنا ہادی مرشد حقیقی سمجھتے تھے۔

اپنا روحانی پیشوا سمجھتے تھے۔

اپنا معلم مربی سمجھتے تھے۔

ان لوگوں میں اسی باگاہ سے آداب زندگی سیکھے تھے۔

اس بارگاہ سے آداب معاشرت سیکھتے تھے۔

اس بارگاہ سے تہذیب اخلاق کا درس سیکھا تھا۔

اس بارگاہ سے عبادات کی تعلیم پائی تھی۔

اس بارگاہ سے دنیوی معاملات چلانے کا سلیقہ سیکھا تھا۔

اس بارگاہ سے خدا کی بندگی کا قرینہ پایا تھا۔

ہاں ہاں یہی وہ بارگاہ تھی جس نے ان کو پستیوں سے نکال کر بلندیوں کی معراج پر پہنچایا تو یہ لوگ حضور ﷺ کے فرمودات عالیہ کو دل سے مٹا سکتے تھے؟ نہیں یہ لوگ امانتدار

تھے انہوں نے امانتداری اس صادق الامین سے بارگاہ سے پائی جہاں قدسیاں فلک بھی آ کردو یوزہ گری کرتے ہیں یہ رسول کے وفادار تھے ان کی نگاہیں ہر وقت سرکار کی عنایات پر لگی رہتی تھیں انہیں اقول، افعال اعمال کی صورت میں جو کچھ ملتا اسے من وعن اس شخص تک پہنچا دیتے جو سرکار کی بارگاہ میں نہ پہنچ پاتا کیونکہ ان کی سماعت میں وہ بلاغت بھرے الفاظ تھے۔

فلیبلغ الشاھد الغائب: جو حاضر ہے وہ غیر حاضر تک میری بات پہنچا دے۔

تو کیا وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ حضورﷺ کی صحبت بابرکت میں اکتساب فیض کرتے گزارا بھلا وہ ابلاغ احادیث رسول میں کوئی کمی بیشی کر سکتے تھے؟ کتنی بڑی لچر بازی ہے کہ جن لوگوں نے دین متین کے حصول میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو تو انہیں لوگوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ یاد رہے ان لوگوں کے ذاتی معاملات میں کوتاہی ہو سکتی تھی مگر احادیث رسول کے معاملہ میں حد درجہ محتاج تھے۔

ان لوگوں کو معلوم تھا کہ بعثت رسول سے قبل ہماری حالت کیا تھی؟ ہم کیا تھے؟ ہم کہاں کھڑے تھے؟ نہ کھانے کا سلیقہ نہ پینے کا طریقہ۔ نہ آداب زندگی سے آگاہی نہ بندگی الٰہی کا شعور۔ نہ حقوق انسانی کا علم نہ ان کی ادائیگی کا فکر۔ یہ رحمۃ للعالمین کا فیضان ہی تھا، جس نے ان کی زندگیوں کے حالات کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ آنحضورﷺ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ آخر میں نے بھی بظاہر ایک دن دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ میرے بعد دعوت دین کو آگے بڑھانا ہے اور دنیا کی باگ ڈور ایسے نفوس کے ہاتھ پکڑانی ہے جو اس کے اہل ہوں تو حضورﷺ نے اپنے غلاموں کی تربیت میں کسی قسم کی کوئی فروگزاشت نہیں فرمائی بلکہ ان کی تربیت ایسی مستحکم بنیادوں پر فرمائی کہ ان غلاموں میں سے مفتی مکہ مفتی مدینہ بنے۔ مفتی عراق بنے۔ آپ ان میں سے قاضی بھی بنائے عالم بن بنائے بھی بنائے امام بھی بنائے سیاستدان بھی بنائے یہ حضورﷺ کا فیضان ہی تھا جو بھی کسی غلام میں کمال تھا وہ حضورﷺ کی

تربیت کا اثر تھا۔

جو جذبہ حصول تعلیم دین ان نفوس میں تھا وہ آج کے طلباء میں کہاں؟ جو محبت ان غلاموں کے دلوں میں ان کے آقا کی تھی وہ محبت آج کہاں؟ آج اگر کوئی استاد اپنے شاگرد کو ڈانٹے تو استاد کی ہی شامت آ جاتی ہے مگر جب ہم ان لوگوں میں حصول تعلیم دین کا جذبہ دیکھتے ہیں تو عقلیں دھنگ رہ جاتی ہیں۔ ان لوگوں میں احادیث رسول کے حاصل کرنے کا جذبہ بڑی ہی بلندیوں پر تھا۔ جو قریب رہتے ان کی خواہش ہوتی کہ ہم ہر وقت حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں بیٹھ کر علم وعرفان کے موتی اور پھول چنتے رہیں۔ اگر کسی کو کوئی مجبوری آڑے آتی تو فراغت کے بعد جو حاضر ہوتا اس سے پوچھ کر علم کی پیاس بجھاتا۔ جو دور سے آتا وہ عرصہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پڑا رہتا تو وہ آپ ﷺ کے فرمودات عالیہ کو ان لوگوں تک پہنچا دیتا جو کسی شرعی مجبوری کے تحت نہ حاضر ہو سکتا اور وہ لوگ اس شخص کے گرد جمع ہو جاتے اور بیٹھ جاتے جو کچھ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہوتا اسے اپنے سینوں میں بٹھاتے حتی کہ مسائل کی تحقیق کرنے میں بڑی محنت اور کوشش کو بروئے کار لاتے۔ اور بیان کرنے والا اس بات میں فخر محسوس کرتا کہ میں نے اپنے کانوں سے سرکار کے فرمان سنے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ دیدار مصطفیٰ سے دل کی پیاس بجھائی ہے۔ سبحان اللہ ! پھر جو لوگ حضور ﷺ کے بعد آئے ان کے نزدیک بھی اگر کوئی چیز اہمیت کی حامل تھی۔ تو وہ سیرت مبارک علی صاحبھا الصلوۃ والسلام ہی تھی (یہ حضور ﷺ کی قیادت کا عظیم معجزہ ہی تو تھا جشن عرب کے ان شتربانوں کو انسانیت کا تاجدار بنا دیا) اور یہ بعد میں آنے والے لوگ بھی اس شخص کے پاس دیوانہ وار جمع ہو جاتے جس نے حضور ﷺ کی صحبت بابرکت سے اکتساب فیض کیا جوں جوں وقت گزرتا گیا لوگوں میں علم دین کے حصول کا شوق جواں ہوتا گیا حتی کہ تابعین عظام نے اس علم کو حاصل کیا جو اصحاب رسول نے سرکار کی بارگاہ سے حاصل کیا تو کیا یہ ان کی دیانتداری نہ تھی؟ ہاں کیوں نہیں۔

صحابہ کرام اور روایت حدیث

آج جو دنیا میں علم حدیث موجود ہے اس بات کا بیّن اور واضح ثبوت تو وہی علم پاک ہے جو اصحاب رسول نے آگے تابعین کو منتقل کیا۔ موجودہ علم حدیث تقریباً دس ہزار اصحاب رسول سے حاصل کیا گیا۔ اور تابعین عظام نے صرف احادیث مبارکہ ہی روایت نہیں کیں بلکہ صحابہ کرام کے حالات کو بھی بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا حتی کہ یہ بھی بیان کیا کہ فلاں صحابی نے حضورﷺ کی بارگاہ میں کتنا عرصہ گزارا۔ کہاں ملاقات کی کس وقت کی، اور جو لوگ کہتے ہیں کہ احادیث کے جمع کرنے کا اس وقت انتظام نہیں یہ امام بخاری نے بعد میں جمع کیا اس وقت احادیث رسول اپنی افادیت کے ساتھ باقی نہیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ اور بددیانتی ہے کہ حقیقت حال سامنے واضح ہوتے ہوئے بس آنکھیں بند کر لی جائیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لوگ احادیث رسول کو ساتھ لے کر دفن نہ ہو گئے تھے بلکہ ان لوگوں نے اس فیضان کو آگے منتقل کر دیا تھا۔ ان میں کچھ لوگ تو وہ تھے جو احادیث مبارکہ کو لکھتے تھے اور کچھ وہ تھے جنہوں نے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا تھا۔ انہیں لوگوں سے آگے یہ احادیث منتقل ہو گئیں۔ ان لوگوں نے فرامین رسول کو جیسے جیسے سنا ویسے ہی بیان کر دیا اس لئے انہیں علم تھا کہ حضور اکرمﷺ نے فرمایا ہے۔

جو شخص میرا نام لے کر وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم دیکھ لے (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابو ہریرہ، حضرت زبیر، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمﷺ نے فرمایا جو شخص میرا نام لے کر کوئی جھوٹی بات میری طرف منسوب کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے (بخاری ترمذی) الغرض ایسی کئی احادیث مبارک ہیں تقریبا مفہوم جن کا ملتا جلتا ہے۔ تو بھلا وہ لوگ اپنی طرف سے کوئی جملہ

یا لفظ بول کر حضور ﷺ کی طرف منسوب کر سکتے تھے؟ جو سرکار نے ارشاد ہی نہیں فرمایا ایسا ممکن ہی نہیں ان لوگوں کے ہاں تو احادیث رسول کی روایت کے بارے میں جس قدر احتیاط کا عالم تھا اس کی نظیر ملنا ہی ناممکن ہے۔

پتا نہیں ان لوگوں کی عقل ہی کیوں ماری گئی ہے جو احادیث رسول کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دوسری کو بھی اس وادی میں گرانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں یاد رہے رحمت عالم ﷺ نے جہاں قران دیا وہاں اس کے سمجھے کے لئے اپنی سنت مبارکہ بھی عطا فرمائی۔ سنت کے تمسک کے بغیر قرآن کو سمجھنے کا دعوی کرنا ہی سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ ان لوگوں سے بڑھ کر جاہل اور کون ہو سکتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے تمام مسائل کے حل کے لئے فقط قرآن ہی کافی ہے۔ رسول کی حیثیت تو صرف ایک پیغام رساں کی سی آپ پیغام قرآن پہنچا کر چلے گئے۔

قارئین یہی سب سے بڑی جہالت اور حماقت ہے کہ ایک چیز ہمارے سامنے واضح طور پر موجود ہے اس کے ہوتے ہوتے ہم اس نعمت عظمی سے اکتساب فیض نہ کریں تو اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے؟ آج امت مسلمہ ہی جن فتنوں کی بھرمار ہے یہ فتنہ بھی ان میں سے ہی ہے جو کہتے ہیں ہم صرف قرآن کی بات ماتے ہیں حدیث کو نہیں مانتے۔

پس ماندہ ذہنیت کے حامل لوگوں کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں تم میں سے کسی شخص کو ہرگز اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہو اور اس کو میرے احکام میں سے کوئی چیز پہنچے خواہ اس میں میں نے کسی چیز سے منع کیا ہو یا کسی کام کرنے کا حکم دیا ہو اور وہ سن کر یہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔ جو کچھ ہم کتاب اللہ میں پائیں گے اس کی پیروی کریں گے (ترمذی۔ ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس حدیث پاک سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گی کہ رسول اکرم

ﷺ نے مستقبل میں آنے والے خطرات کی پیشگی اطلاع فرمادی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا علم عطا کیا تھا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو فقط قرآن کے ہی داعی ہوں گے اور تارک سنت ہوں گے اس لئے آپ ﷺ نے ان لوگوں کی ذہنی سوچ کو واضح فرمادیا۔

احادیث رسول میں آئمہ کا کردار

رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کی باگ ڈور نااہل لوگوں کے سپرد نہیں فرمائی بلکہ آپ نے اپنے فیضان سے ان لوگوں کو علم کی بلندیوں تک پہنچایا۔ اور ان لوگوں نے حضور ﷺ کی احادیث رسول کی ترویج واشاعت میں بہت کام کیا۔ ان لوگوں میں ایسے بھی تھے جنہوں نے احادیث رسول کو لکھ کر اپنے پاس رکھا دوسروں تک پہنچایا پھر کچھ وہ بھی تھے جن کے سینوں میں احادیث رسول موجود تھیں اور انہوں نے بھی ان تعلیمات کے نبویہ کو آگے پہنچایا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام کے بعد آنے والے لوگ علم وحدیث سے بے بہرہ تھے ۔صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور آتا ہے۔ تقریبا دس ہزار کے لگ بھگ احادیث کے بیان کرنے والے اصحاب رسول پھر ان کے کئی جلیل القدر تلامذہ آگے تیار ہو چکے تھے۔ وقت جوں جوں گزرتا گیا علم حدیث کا پرچار اور ترویج واشاعت ہوتی ہوگئی۔ گو کہ اس وقت ابھی پریس وغیرہ کی ایجاد نہیں ہوئی تھیں لیکن ان لوگوں نے مجموعہ ہائے احادیث کے لکھ کر آگے پہنچائے تا کہ وقت گزرنے کے ساتھ احادیث مبارکہ کی تعلیم کے حصول کا جذبہ لوگوں میں موجود رہے واقعتاً جو حصول تعلیم نبوی کا جذبہ ان لوگوں میں تھا وہ آج کل مفقود ہے اس وقت دور دراز کا سفر پیدل یا دوسری سواریوں پر کیا جاتا تھا وہ لوگ کئی کئی ماہ تک مسلسل سفر میں رہتے۔ پھر اس شخص کے پاس پہنچتے جس کے پاس رسول ﷺ کی احادیث موجود ہوتیں ۔تو یوں وہ لوگ علم کی پیاس بجھاتے رہے۔

تابعین عظام نے ان لوگوں کی طرف احادیث مبارکہ وصول ہی نہ کیں بلکہ بیان

کرنے والے حالات سے بھی مکمل آگاہی حاصل کی اوران اصحاب رسول اورروایت بیان کرنے والے بزرگان دین کے حالات پر مشتمل اسماءالرجال کے نام سے کئی کتب موجود ہیں جنہیں بڑی محنت جانفشانی سے انہیں مرتب کیا گیا۔

جولوگ کہتے ہیں کہ احادیث اڑھائی سوسال تک معرض التواء میں رہیں بعد میں آنے والے ایرانی علماء بشمول امام بخاری نے انہیں پردہ اخفاء سے نکال کر منظر عام پر پیش کیا۔اس صورت میں احادیث گڈمڈ کا شکار ہوگئیں تو اس صورت میں احادیث اپنی افادیت میں باقی نہیں رہتیں۔

قارئین کرام! یہ اعتراض بالکل لغواور بے سروپا ہے۔

احادیث رسول کی تبلیغ واشاعت میں کوئی وقت بھی خالی نہیں رہا بلکہ صحابہ سے تابعین نے وصول کی تابعین سے تبع تابعین نے اوران سے بعد میں آنے والے لوگوں نے۔

ذراملاحظہ کیجئے اصحاب رسول میں زیادہ تر احادیث بیان کرنے والے صحابہ اور ان کی احادیث کی تعداد۔

		متوفی	مرویات
(۱)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۷ہجری	5374

ان کی تلامذہ کی تعداد ۸۰۰ کے لگ بھگ تھی جنہوں نے بکثرت کوقلمبند کیا۔

-2	حضرت ابوسعیدؓ حدری	46ہجری	1170
-3	حضرت جابر بن عبداللہؓ	74	540
-4	حضرت انس بن مالکؓ	93	1286
-5	حضرت عائشہؓ	49	2210
-6	عبداللہ بن عباسؓ	68	1660
-7	ابن عمرؓ	70	1630

8- عبداللہ بن عمرو بن العاص	63	700
9- ابن مسعودؓ	32	848

اس مختصر تفصیل کے تحت ذرا اندازہ لگائیں کیا یہ لوگ علم نبوی کو اپنے سینوں میں ہی لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔نہیں یہ بخیل نہیں تھے۔انہوں نے حضور ﷺ سے علم دین کی اشاعت کی فضیلت کو آپ کی زبان اقدس سے سنا تھا یہ کیسے ممکن ہے احادیث دفن ہو گئیں تھیں؟ پھر اس کے بعد وہ دور آتا ہے جس میں اکابر تابعین مکہ،مدینہ،کوفہ،بصرہ میں موجود تھے۔

طبقات ابن سعد کے مطابق۔

مدینہ میں	484	تابعین موجود تھے۔
مکہ میں	131	تابعین موجود تھے۔
کوفہ میں	413	تابعین موجود تھے۔
بصرہ میں	164	تابعین موجود تھے۔

ان میں سے جن اکابر تابعین نے علم حدیث آگے بہم پہنچایا ان میں سے چند یہ ہیں۔

حضرت سعید بن المسیب	متوفی	93ہجری
		متوفی
حسن بصری		110ہجری
ابن سیرین		110ہجری
عروہ بن زبیر		94ہجری
علی بن حسین (زین العابدین)		94ہجری
مجاہد		104ہجری
قاسم بن محمد بن ابوبکر		106ہجری

قاضی شریح		78ہجری
مسروق		63ہجری
اسود بن یزید		75ہجری
مکحول		112ہجری
رجاء بن حیوہ		113ہجری
ھمام بن منبہ		131ہجری
سالم بن عبداللہ بن عمر		106ہجری
نافع مولی ابن عمر		117ہجری
سعید بن جبیر		95ہجری
سلیمان الاعمش		148ہجری
ایوب سختیانی		131ہجری
محمد بن المنکدر	متوفی	130ہجری
ابن شہاب زہری		134ہجری

انہوں نے تو احادیث رسول کا بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا

سلیمان بن یسار	متوفی	107ہجری
عکرمہ مولیٰ ابن عباس		105ہجری
قتادہ بن وعامہ		117ہجری
عامر الشعبی		104ہجری
علقمہ		63ہجری

انہوں نے زمان نبوت پایا مگر حضور سے ملاقات ثابت نہیں۔

ابراہیم النخعی	96ہجری

یزید بن ابی حبیب	128 ہجری
امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	150 ہجری
مسعر بن کدام	152 ہجری
شعبہ بن الحجاج	160 ہجری
عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر	126 ہجری
سفیان ثوری	161 ہجری

اس کے بعد وہ دور آتا ہے جسمیں احادیث کو باقاعدہ مرتب کیا گیا۔ اس دور میں وہ علماء دین جنہوں نے علم حدیث کو باقاعدہ آگے ترسیل کیا چند کے نام یہ ہیں۔

ربیع بن صبیح	متوفی	160 ہجری
امام مالک		179 ہجری
ابن جریج		150 ہجری
امام اوزاعی		156 ہجری
حماد بن سلمہ		176 ہجری
امام ابویوسف		182 ہجری
امام محمد		189 ہجری
امام شافعی		204 ہجری

یہ امام محمدؒ کے شاگرد رشید تھے۔

امام احمد بن حنبل	متوفی	241 ہجری

قارئین کرام! اس تحقیق کے بعد یہ کیا بات کی جا سکتی ہے کہ موجودہ علم حدیث معتبر نہیں اور یہ کہ احادیث رسول صحابہ کے سینوں میں روپوش ہو گئیں۔ ہرگز نہیں بلکہ علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں کوئی دور خالی نہ رہا۔

اب ائمہ صحاح ستہ کی تاریخ پیدائش اور سن وصال ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری	ولادت	194ہجری	وصال	275ہجری
امام مسلم		206ہجری		261ہجری
امام ابوداؤد		210ہجری		275ہجری
امام نسائی		215ہجری		303ہجری
امام ترمذی		209ہجری		279ہجری
ابن ماجہ		209ہجری		272ہجری

قارئین کرام! بحث کو طوالت سے بچانے کیلئے صرف انہی محدثین کے اسماء گرامی پر اکتفا کیا گیا جو ورنہ اس کام کی تحقیق کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔

جب اس کام کی تحقیق کے ادوار ملاحظہ کرتے ہیں۔ تو یہ بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کا احادیث رسول کی کتابت کا دور تھا اور تابعین کا دور احادیث کی تدوین اور فقہی ابواب پر مرتب کرنے کا دور تھا اور دور تابعین میں احادیث و اقوال صحابہ کا جو بڑا مجموعہ تھا وہ موطا امام مالک ہے۔

جس طرح اصحاب رسول ﷺ احادیث مبارکہ کی روایت میں بڑے محتاط تھے اسی طرح آئمہ دین محدثین تابعین بھی بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں تو حضور ﷺ نے فرمایا میرے سب صحابہ عدول ہیں۔ تابعین و تبع تابعین کے دور کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نھم ثم الذین یلو نھم

سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر اس کے بعد والا پھر اس کے بعد والا

یعنی یہ وہ طبقات تھے جو حضور ﷺ کی طرف سے عطا کردہ خیر و بھلائی محروم نہ تھے۔ کتنی سعادتمندی کی بات ہے۔ کہ صحابہ وہ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کو دیکھا ہے۔ تابعین وہ ہیں جنہوں نے صحابہ کو دیکھا ہے تبع تابعین وہ ہیں جنہوں نے تابعین کو دیکھا ہے۔

تو یہ احادیث رسول ﷺ کا ہی فیضان ہے کہ جن کی برکت سے ایک مومن کا روحانی اور ظاہری رشتہ تعلق حضور ﷺ کے ساتھ رہتا ہے۔ اور جو احادیث مبارکہ کا سر مو انکار کرتا ہے گویا اس بات کا اعلان کرر ہاہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات وصفات کے کوئی علاقہ نہیں۔

جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی منشاء رضا اسی میں ہے کہ ایک امتی کا حضور ﷺ کے رشتہ جس قدر مضبوط ہوگا ایمان اسی طرح مضبوط و مستحکم ہوگا۔

موجودہ دور میں فرقہ پرستی کا الزام

منکرین سنت جہاں احادیث کا انکار کرتے ہیں اس بات کو بھی بڑی شدومد سے کہتے اس کہ موجودہ دور میں فرقہ پرستی کا رجحان ائمہ دین کی جمود اندھی تقلید کا سبب ہے۔

قارئین کرام! گذارش یہ ہے کہ مذکورہ بالا الزام ائمہ کرام پر چسپاں کرنا بالکل نا انصافی ہے کیونکہ ائمہ دین کے باہمی اختلافات وہ فقہی مسائل کی تحقیق میں تھے۔ چاروں ائمہ فقہاء حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کا پرچار کرنے والے تھے۔ حضور ﷺ کی سنت مطہرہ کے محافظ تھے۔ ان کی زندگیوں کا اوڑھنا بچھونا حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہی تھا۔ ان فقہاء کی زندگیاں حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطابق تھیں۔ ان کے قول و عمل میں تضاد نہیں تھا۔ یہ فقہاء خلوص وللہیت میں یوں مست اور گم تھے کہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ

اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل میں گزرتا۔ یہ فقہاء حضور ﷺ کی محبت میں گم رہتے تھے۔ چاروں ائمہ فقہاء اہل سنت تھے۔ سب کے عقائد ایک تھے۔ ذرا دیکھیے حضور ﷺ کی محبت و غلامی کے جذبات ان کی عملی زندگی میں یوں پیوست تھے۔ کہ ان کا ایک ایک سانس حضور ﷺ کے ساتھ عملی محبت کی خوشبو دیتا۔

ائمہ اربعہ اور جذبہ محبت رسول ﷺ

امام مالک اور جذبہ محبت رسول ﷺ کون نہیں جانتا امام مالک بن انسؓ کی سیرت ایک کے اس گوشے کو کہ احادیث مبارکہ کا احترام اس قدر کرتے کہ جب کوئی شخص حدیث کا متلاشی آپ کے باب علم پر دستک دیتا تو اپنی خادمہ کو بھیجتے پوچھنے کے لیے کہ آیا سائل مسئلہ پوچھنے آیا ہے یا حدیث پاک۔ اگر سائل کہتا کہ میں نے مسئلہ دریافت کرنا ہے تو یوں ہی دروازے پر تشریف لے آتے اگر سائل کہتا میں نے حدیث پاک سننے کا خواہش مند ہوں تو اس کو رک جانے کا اشارہ فرماتے پہلے خود غسل فرماتے پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے خوشبو لگاتے پھر آپ کی نشست گاہ رکھی جاتی سر پر عمامہ رکھتے پھر قال قال رسول اللہ ﷺ کے مبارک کلمات سے سامع کے قلب و باطن کو مستفیض فرماتے۔

امام شافعیؒ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خوشہ چینوں میں شامل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام مالک کے اصطبل میں خراسان کے بہترین گھوڑے اور مصر کے بہترین خچر تھے میں نے ان سے بڑھکر خوبصورت خچر کہیں نہیں دیکھے۔ ایک روز میں نے ازراہ تعجب ان سے کہا یہ جانور کیا پیارے معلوم ہوتے ہیں فرمانے لگے اے شافعی! یہ سب تمہیں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ انہیں قبول کرلو۔ میں نے عرض کی کم از کم ایک گھوڑا تو اپنی سواری کے لیے رکھ لیں۔ فرمانے لگے مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس سرزمین پر گھوڑے کی سواری کروں جس میں خدا کا محبوب استراحت فرما ہو۔ مدینہ طیبہ سے والہانہ محبت تھی ساری عمر میں صرف

ایک دفعہ فریضہء حج کے لیے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے ورنہ ساری عمر میں صرف اس اندیشہ سے کہ کہیں موت اس سرزمین (مدینہ) سے باہر نہ آجائے مدینہ طیبہ سے غیر حاضر نہ ہوئے۔ (سنت خیر الانام از پیر محمد کرم شاہ الازہری)

ابن مسور کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے سنا کہ

کوئی رات ایسی نہیں گذری جب کہ رسول ﷺ نے اپنی زیارت سے مشرف نہ کیا ہو۔ ابو عبداللہ ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہیں اور امام مالک حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہیں اور لوگوں کا چاروں طرف ہجوم ہے اور حضور ﷺ کے پاس کستوری رکھی ہوئی ہے حضور ﷺ مٹھی بھر کر امام مالک کو دے رہے ہیں اور امام مالک اسے لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔ (سنت خیر الانام)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سنت مبارکہ میں کسی قدر راسخ تھے۔ آپ کی حیات طیبہ تو ساری کی ساری حضور ﷺ کی سنت تھی۔ حضور ﷺ کے شہر مبارک کی گلیوں، دیواروں، ذروں ذروں سے محبت اور والہانہ عشق آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ سنت مبارکہ کے تمسک کے بارے میں امام مالک فرماتے ہیں۔

انما انا بشر اخطی واصیب فانظروا فی رای فکل ما وافق الکتاب والسنة فخذوہ وکل ما لم یوافق الکتاب والسنة فاترکوہ. (سنت مبارکہ بحوالہ جامع بیان العلم ابن عبدالبر)

میں ایک انسان ہوں غلط اور صحیح فتوے دے سکتا ہوں۔ میری رائے پر غور کرلو اگر تو وہ کتاب اللہ اور سنت مطہرہ کے مطابق ہو تو اسے قبول کرلو ورنہ ترک کردو۔

لیس احد الا ویوخذ من قولہ ویترک الا النبی ﷺ (سنت مبارکہ بحوالہ الاحکام امام ابن حزم)

کوئی آدمی نہیں کہ اس کے قول کو لیا بھی جاتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے سوائے ارشادات حضور اکرم ﷺ کے۔

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ اور تعلق رسول

حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخشؒ کی مشہور زمانہ کتاب کشف المحجوب سے ایک اقتباس۔

امام امامان مقتدائے اہل سنت شرف فقہاء اور عزت علماء ابوحنیفہ نعمان بن ثابت مجاہدہ اور عبادت میں ثابت قدم بزرگ تھے اصول طریقت میں بڑی شان کے مالک تھے اول اول آپ نے گوشہ نشینی کا ارادہ کرلیا۔ خلق سے بیزاری کا اظہار کیا اور چاہا کہ دنیا سے دور ہٹ جائیں۔ کیونکہ ان کا دل اسے دنیا کے جاہ وجلال سے بے نیاز ہو چکا تھا ایک رات خواب میں دیکھا وہ پیغمبر ﷺ کی استخوان مبارک لحد سے جمع کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض کو چن رہے ہیں۔ خوف اور ہیبت کے عالم میں بیدار ہوئے اور اپنے ایک دوست محمد بن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا کہ آپ کو پیغمبر ﷺ کی سنت محفوظ کرنے میں بہت بلند مقام حاصل ہوگا۔ آپ صاحب تصرف ہونے کی حیثیت سے صحیح کو غلط سے جدا فرمائیں گے۔ دوسری بار پھر حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو حنیفہ تیری زندگی احیائے سنت کے لیے ہے گوشہ نشینی کا ارادہ ترک کردے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں جب نوفل بن حیان (مشہور محدث) وفات پا گئے میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے سب لوگ اپنے اپنے اعمال کا حساب دے رہے ہیں حضور ﷺ حوض کوثر پر کھڑے ہیں ان کے دائیں بائیں مشائخ کا ہجوم ہے ایک خوش شکل بزرگ جس کے سر کے بال سفید ہیں۔ حضور ﷺ کے برابر رخسار مبارک لگائے کھڑا ہے اس کے بالکل برابر نوفل بن حیان کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھ کر میری طرف بڑھے اور سلام

کہا میں نے کہا مجھے پانی دیجئے فرمایا میں حضورﷺ سے اجازت مانگتا ہوں۔ حضورﷺ نے انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا۔

نوفل نے مجھے پانی کا پیالہ دیا اور دوستوں کو بھی پلایا سب نے پیا مگر پیالے میں پانی کم نہ ہوا میں نے پوچھا حضورﷺ کے دائیں طرف کون بزرگ ہیں؟ فرمایا حضرت ابرہیم خلیل اللہ بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اسی طرح پوچھتا گیا اور انگلیوں پر شمار کرتا گیا سترہ (17) آدمیوں کے متعلق پوچھا جب آنکھ کھلی تو سترہ تک کی گنتی کر چکا تھا۔ اسی طرح معاذ الرازی کہتے ہیں میں نے حضورﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یارسول اللہﷺ میں آپ کو کہاں طلب کروں تو فرمایا ابوحنیفہ کے علم میں۔

پارسائی کے آپ کے بے شمار مناقب ہیں جو اس کتاب میں سمانہیں سکتے۔ میں ایک دفعہ حضرت بلالؓ موذن رسولﷺ کے سرہانے سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ معظّمہ میں ہوں اور حضورﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے اور ایک بوڑھے آدمی کو اس طرح گود میں لیے ہوئے تھے جیسے شفقت سے لوگ بچوں کو اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے بڑھکر قدم بوسی کی میں حیران تھا کہ یہ پیرانہ سال کون آدمی ہے؟ حضورﷺ نے میرے دل کی بات سمجھ لی اور فرمایا یہ تیرا امام اور تیرے اپنے دیار کا رہنے والا ابوحنیفہ ہے۔ مجھے اس خواب سے بڑی تسلی ہوئی اور اپنے شہر سے ارادت پیدا ہوئی خواب سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ابوحنیفہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اوصاف طبع میں فانی اور احکام شرع میں باقی ہیں۔ یہ حقیقت اس امر سے ظاہر ہے حضورﷺ آپ کو اٹھا لائے اگر وہ خود چل کر آتے تو باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت لوگ منزل پا بھی سکتے ہیں اور بھٹک بھی سکتے ہیں۔ چونکہ حضورﷺ نے انہیں اٹھایا تھا یقیناً ان کے ذاتی صفات فنا ہو چکے تھے اور وہ حضورﷺ کے صفات کے ساتھ باقی تھے حضورﷺ سہو وخطا سے پاک ہیں۔ اور یہ ناممکن ہے کہ جسے ان کا سہارا نصیب ہو وہ سہو وخطا کا مرتکب ہو یہ ایک رمز لطیف ہے۔ (کشف المحجوب)

قارئین! امام الامتہ سراج الملتہ ان نابغہ روزگار ہستیوں میں سے تھے جن کی زندگی کا ایک ایک قدم حضور ﷺ کی سنت مبارکہ پیروی میں اٹھتا۔ یہی وجہ ہے آپ کے تلامذہ نے بھی اشاعت دین میں وہ گراں قدر خدمات سرانجام دیں بجا طور پر امت کو جن پر فخر ہے۔ سنت مبارکہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔

لو لا السنة ما فهم احد منا القرآن . (قواعد الحدیث بحوالہ مقدمہ میزان شعرانی) اگر سنت مبارکہ نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی قرآن نہ سمجھتا

وایاکم والقول فی دین الله بارای وعلیکم باتباکم السنة فمن خرج عنها ضل . ''اللہ کے دین کے معاملہ میں رائے اور قیاس سے بچو اور سنت کی پیروی تم پر لازم ہے وہ سنت مطہرہ کے دائرہ سے نکلا وہ گمراہ ہوگیا۔ (قواعد الحدیث ص 23)

اذا صح الحدیث فهو مذہبی۔ (سنت مبارکہ) حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔

اذا قلت قولاً یخالف کتاب الله وحدیث الرسول فاتر کوا قولی۔ (سنت مبارکہ) جب میں ایسی بات کروں جو کتاب اللہ کی مخالفت اور سنت رسول کے خالف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو۔

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ اپنے وقت کے بزرگوں میں سے تھے اور تمام علوم میں یگانہ روزگار تھے جوانمردی اور پرہیز گاری میں ان کے مناقب بے شمار ہیں مدینہ منورہ میں قیام تک امام مالک کے شاگرد رہے عراق میں امام محمد بن الحسن (شاگرد امام اعظم ابوحنیفہ) سے فیضیاب ہوتے رہے۔ وہ ہمیشہ گوشہ نشینی کی طرف مائل تھے تحقیق تصوف کا شوق تھا، وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ متعدد پیروکار آپ کے گرد جمع ہوگئے۔ امام احمد بن حنبل بھی ان میں شامل تھے۔ بصرہ میں طبیعت مقام طلبی اور امامت کی طرف مائل

ہوئی اور آپ نے گوشہ نشینی کا خیال ترک فرمایا ہر حال میں ستودہ حال تھے۔ابتداء میں صوفیاءکرام سے پرخاش تھی۔مگر جب سلیمان راعی سے ملاقات ہوئی اور تقرب حاصل ہوا تو طبیعت بدل گئی اوراس کے بعد جہاں کہیں بھی گئے تلاش حق میں مصروف رہے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

جب کوئی عالم دین دین میں آسان طلبی کا شائق ہوتو سمجھ لواس کے دامن میں کچھ نہیں عالم خلق کے پیشرو ہوتے ہیں یہ جائز نہیں کہ کوئی اپنا قدم ان کے آگے رکھے خواہ کسی مطلب سے ہو۔

راہ حق پر گامزن ہونے کیلئے نہایت درجہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے رخص و تاویل وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں حقیقت سے روگردانی منظور ہوتی ہے اور وہ اختصار و سہولت کی طرف مائل ہوتے ہیں رخص ایک عامیانہ روش ہے۔

اورصرف دائرہ شریعت کے اندر رہنے کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔مجاہدہ خواص کا شیوہ ہے اور وہ اس کے ثمر کی لذت اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں علماء خواص میں شامل ہیں اور خواص عامیانہ روش اختیار کرلیں تو ان سے کسی چیز کی توقع بے کار ہے علاوہ ازیں رخص احکام خداوندی سے متعلق سبک سری کے برابر ہے اور دوست حکم دوست کی طرف سے سبک سر نہیں ہوسکتا۔

ایک شیخ طریقت نے بیان کیا کہ ایک رات اسے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی شیخ نے کہا حضور ﷺ آپ کی ایک حدیث پاک ہے کہ روئے زمین پر مختلف درجات کے نیک لوگ ہیں اوتاد، اولیاء ابرار حضور ﷺ نے فرمایا میری حدیث صحیح روایت ہوتی ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ! میں کسی ایک کو دیکھنا چاہتا ہوں۔تو حضور ﷺ نے فرمایا محمد بن ادریس الشافعی کو دیکھ لو۔

قرآن اور سنت نبوی کے ساتھ تمسک کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وسنة رسول الله مبينة على الله معنى ما اراد وليلا على خاصه وعامه ثم قرن الحكمة به فا تبعها اياه ولم يجعل هذا لا حد من غير خلقه غير رسوله

(سنت مبارکہ بحوالہ کتاب الرسالہ)

اور حضورﷺ کی سنت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مراد کو بیان کرنے والی ہے اور قرآن کے الفاظ عموم وخصوص کی دلالت کرنے والے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکمت کو قرآن کے پہلو بہ پہلو ذکر لیا۔ توان کی اتباع کرو اور حضورﷺ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کو اور شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا نہیں کیا۔

ابومحمد احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

ورع اور تقویٰ آپ کی خصوصیت تھی، حضورﷺ کی احادیث کے حافظ تھے اہل طریقت کا ہر طبقہ انہیں واجب الکریم سمجھتا ہے کئی مشائخ کبار سے مصاحبت کی، ذوالنون مصری، بشر حافی، سری سقطی، معروف کرخی، کرامات ظاہر اور فراست صحیح کے مالک تھے۔ آج کل لوگ مشبھین کی تعلیمات آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ سراسر افتراء پردازی ہے اور من گھڑت باتوں پر مبنی ہے وہ سب سے بری ہیں۔ اصول دین میں ان کے اعتقادات جملہ علماء کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

جب بغداد میں معتزلہ کا زور ہوا تو انہوں نے امام احمد بن حنبل کو ایذاء پہنچانے کا ارادہ کیا۔ ان سے کہا گیا کہ قرآن کو مخلوق کہیں۔ آپ بوڑھے اور کمزور ہو چکے تھے۔ آپ کے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ دیے گئے۔ ظالموں نے ہزار کوڑا مارا مگر آپ نے قرآن کو مخلوق نہ کہا اس عالم میں آپ کا ازار بند کھل گیا آپ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے غیب نے مدد کی ازار بند خود بخود بندھ گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر ایذا پسندوں نے آپ کو چھوڑا۔ آپ زخموں کی تاب نہ لاسکے اور تھوڑے ہی عرصے میں داعی اجل کو کہہ دیا۔ موت سے کچھ دیر پہلے لوگ

حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا کیا فرماتے ہیں آپ ان ظالموں کے حق میں جنہوں نے آپ کو زودکوب کیا ہے۔ فرمایا کچھ نہیں ان لوگوں نے مجھے خدا کی راہ میں مارا ہے اور یہ سمجھ ہے کہ وہ سچے ہیں اور میں جھوٹا ہوں۔ میں کسی ایک زخم کے لیے بھی قیامت کے دن ان سے مخاصمت نہیں کروں گا۔ معاملات میں ان کے اقوال بڑے بیش قیمت ہیں۔

(کشف المحجوب)

سنت رسول ﷺ کے تمسک کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔

جس نے حضور ﷺ کی حدیث پاک کو رد کیا وہ تباہی کے کنارے پر پہنچ گیا۔

لمحہ فکریہ!

قارئین کرام! فقہاء اربعہ کی مختصر سوانح آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ جب ہم اس بات کا تفصیل جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات تحقیق کی بلندیوں پر پہنچ جاتی ہے کہ ائمہ دین نے جس محبت اور غلامی رسول ﷺ کے جذبہ سے خدمت دین کی اور آج بھی ان لوگوں کے نام کا زندہ رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے ان ائمہ دین نے امت کو انتشار وافتراق نہیں بلکہ ملی وحدت کا درس دیا۔ ان لوگوں نے اپنے کردار وعمل میں قرآنی تعلیمات اور سنت رسول ﷺ کو راسخ کیا۔ ان کے خیالات اور سوچ منفی نہیں مثبت تھے۔ تنگ نظر نہیں امت کے خیر خواہ تھے۔ انہوں نے جمود تعطل کا درس نہیں دیا بلکہ جہد مسلسل کا درس دیا۔ ان لوگوں نے دین پر ابتلاء کے وقت کے آنے پر گوشہ نشینی اختیار نہیں بلکہ میدان عمل میں آ کر وہ گہرہائے نقوش چھوڑے کہ آج ملت اسلامیہ ان کی گرد راہ کو آنکھوں کا سرمہ سمجھتی ہے۔ ان کی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو حضور ﷺ کی اطاعت واتباع کی خوشبو ہی ٹپکتی ہے اور اگر آج کے دور میں کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ جی ان ائمہ کی تقلید کو چھوڑیں آزاد ہو جائیں تو اس سے بڑھکر بدنصیبی کیا ہو سکتی ہے۔ ان ائمہ نے تحقیق کے باب بند نہ کیے بلکہ ان کی تحقیق سے

محققین کو حوصلہ ملتا گیا انہوں نے اجتہاد کو بند نہ کیا بلکہ ان کے اجتہادی کارناموں کے فیضیاب ہو کر آج ملت اسلامیہ تحقیق کے میدان میں سرگرم عمل ہے۔

ان کے باہمی اختلافات نور اور بشر کے جھگڑوں پر نہیں تھے۔

حاضر و ناظر کے چکروں میں نہیں پڑے تھے۔

شرکت و بدعت کے فتوے ایک دوسرے پر نہیں لگاتے تھے۔

صلوۃ وسلام پر ان کے جھگڑے نہیں ہوتے تھے۔

رسول زندہ یا مردہ کبھی اس بات پر ان کا جھگڑا نہیں ہوا تھا۔

رسول کسی کو دے سکتا ہے یا نہیں کبھی اس بات پر ان کا جھگڑا نہیں ہوا تھا۔

بلکہ ائمہ دین تو لحہ لحہ رسول کریم ﷺ کی محبت و اتباع سے فیضیاب ہوتے تھے۔ان پر حضور ﷺ کی عنایات جلیلہ کا بادل برستا رہتا تھا۔ پھر دیکھئے ان ائمہ کرام کے ماننے والوں نے ان سے تعلیمات حاصل کر کے الگ الگ اپنے مسلک نہیں بنائے تھے۔ بلکہ ان کے تلامذہ ان کی تحقیق سامنے رکھتے اور نئے پیش آنے والے مسائل کو اس کی روشنی میں حل کرتے رہے اگر تحقیق مسائل میں ان کے اختلافات نہ ہوتے تو آج امت پر بھی تحقیق کے دروازے بند ہوتے۔

حقیقت تو یہ ہے فقہی اختلافات مسائل جتنے ہونگے تحقیق کی راہیں اسی قدر وسیع ہونگی گی۔ان ائمہ نے دین کو جمود سے نکالا۔امت مسلمہ آج بھی اس بات پر متفق ہے کہ چاروں ائمہ فقہاء اہل سنت تھے سب کے عقائد ایک ہی تھے۔اختلافات فروعی اور وہ بھی مسائل کی تحقیق کی حد تک تھے اور اگر آج بھی کوئی شخص کسی امام کی پیروی کرتا ہے وہ تو در حقیقت حضور ﷺ کی ہی پیروی کرتا ہے کیونکہ وہ ائمہ دین مسائل کی تحقیق سنت نبوی کی پیروی اور اقتداء میں ہی حل کرتے تھے۔

ان ائمہ کرام کی مخالفت کرنا در حقیقت سنت نبوی کی مخالفت ہے ان سے بغض و

عداوت رکھنا دین میں فساد ہے ان کی تحقیقات سے سر موانحراف کرنا سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔

من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم وسائت مصیرا . (القرآن)

جوکوئی رسول کی مخالفت کرتا ہے ہدایت کا رستہ واضح ہو جانے کے باوجود اور اہل ایمان کی راہ ترک کر کے کوئی اور رستہ اپنا تا ہے تو ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے وہ جدھر کو پھرے گا اور ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

منافقت گمراہی ہے منافق کو چھوڑو

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان المنافقین یخدعون الله وهو خادعهم واذا قاموا الی الصلوة قاموا کسالی یرائون الناس ولا یذکرون الله الا قلیلا ٥مذبذبین بین ذلک لا الی هولاء ولا الی هولاء ومن یضلل الله فلن تجدله سبیلا٥(النساءپ ا)

''بے شک منافق (اپنے زعم میں) اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ درآں حالانکہ اللہ ان کو دھوکہ کی سزا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اللہ کا ذکر کم کرتے ہیں۔ وہ اس (کفر اور ایمان) کے درمیان متزلزل ہیں نہ ان (کافروں) کی طرف اور نہ ان (مومنوں) کی طرف۔ اور جس کو اللہ گمراہ کردے تو آپ اسکے لیے کوئی راہ نہ پائیں گے۔

قارئین محترم! اسلام دین فطرت ہے اور فطرت انسان سے یہی تقاضا کرتی ہے یہ کہ اس کے قریب تر رہے۔ کیونکہ انسان جب اس سے دور ہو جاتا ہے تو اس کی عملی زندگی کئی ایک

پریشانیوں کا مجموعہ بن جاتی ہے حضرت اقبالؒ نے اسی چیز کو یوں بھی واضح کیا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

یعنی عمل ہی ہے جس کے اپنا لینے سے انسان نوریوں میں بھی شامل ہوسکتا ہے اور ناریوں میں شامل ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ کی رضا اور منشاء ہے۔ کہ جب بندہ اس معبود برحق کے حضور کھڑا ہو تو اس کا توجہ کا مرکز ذات کبریا ہی ہو۔ اس حدیث پاک کے مطابق کہ "ان تعبد الله کانک تراہ "تو اس کی بندگی اس طرح کہ گویا اس معبود برحق کے جلوؤں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے فان لم تکن تراہ انہ یراک "تو اگر تو اسکو نہیں دیکھ سکتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (بخاری مسلم)

اہل ایمان تو اس شان کے مالک ہوتے کہ "فدا افلح المومنون. الذین هم فی صلوتهم خاشعون "یقیناً مومن کامیاب ہو گئے جو اپنی نمازوں میں عاجزی (حضوری) اختیار کرتے ہیں۔

اہل ایمان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سانس ان کے لیے نوید جانفزا بن کے نکلتا ہے۔ ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا خدا کی کامل بندگی ہو چکا ہوتا ہے۔ انہیں ایمان کا حقیقی نور مل چکا ہوتا ہے۔ تعلق الٰہی انہیں ہدایت کا روشن راستہ دکھتا ہے اور اہل ایمان ہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے پل صراط پر نور بچھایا جائے گا جس پر چل کر اپنی منزل پالیں گے اور ایک نور منافقون کو بھی دیا جائے گا لیکن جب وہ پل صراط پر پہنچیں گے تو ان کا نور بجھ جائے گا یہ چل نہیں سکیں گے تو اہل ایمان سے کہیں گے۔

یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین امنوا انظرونا نقتبس من نور کم قیل ارجعوا وراء کم فالتمسوا نور فضرب بینهم بسور له باب ط باطنه فیه الرحمة وظاهره من قبله العذاب o ینادو نهم الم تکن معکم ط قالو بلی

ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم انفسکم وتربصتم وار تبتم وغرتکم الامانی حتی جآء امر الله وغرکم باالله الغرور .ط

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے ہمیں دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں ۔ان سے کہا جائے گا اپنے پیچھے واپس جاؤ اور وہاں کوئی نور تلاش کرو ۔پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی ۔جس کے اندرونی جانب دروازہ میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کے دروازہ میں عذاب ہوگا۔منافق مسلمانوں کو پکار کر کہیں گے ۔ہم تمہارے ساتھ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں لیکن تم نے خود کو نفاق (کے فتنہ) میں ڈال دیا اور (تم مسلمانوں کی مصیبتوں کے) منتظر رہے اور تم (اسلام کے متعلق) شک کرتے رہے اور تمہاری جھوٹی آرزؤں نے تمہیں دھوکہ میں ڈال رکھا۔حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ گیا اور (شیطان کے) دھوکہ نے تم کو اللہ کے متعلق دھوکہ میں ڈال دیا۔

قارئین کرام! معاشرہ عدم توازن کا شکار اسی صورت میں ہوتا ہے جب اس کے افراد خلوص للّٰہیت کی بجائے آپس میں منافقت کا شکار ہو جائیں۔منافقانہ کردار یہ وہ دیمک جو آہستہ اندر سے کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہے۔منافقین اصلاح نفس کی بجائے نفس پرستی کا شکار تھے۔ اسی لیے وہ ان انوار اور تجلیات ربانیہ سے محروم ہو گئے ۔جس طرح دنیا میں ان کی کشتی بھنور میں پھنسی رہی اسی طرح قیامت کے روز بھی وہ اسی بھنور میں پھنسے رہیں گے ۔اور یہ بھی ان کی حماقت تھی کہ جان بوجھ کر اہل ایمان کو بے وقوف سمجھتے رہے اور اپنے آپ کو صحیح راہ پر گردانتے رہے۔ یہ منافقین بظاہر عبادت الٰہی بھی کرتے رہے مگر دل کو پاکیزگی نہ مل سکی۔

بھلائی چاہتے رہے مگر اس سے محروم رہے۔

عاجزی کا اظہار کرتے رہے مگر دل سے کھوٹ نہ گیا۔

اللہ اور اس کے رسول سے وفاداری کا اظہار کرتے تھے مگر کسی کام نہ آئی۔

اپنے آپ کو عقل مند کہتے رہے مگر شعور نہ ہو سکا کہ عقل کا نور کس سے ملتا ہے۔

اتحادویگانگت کادرس دیتے رہے مگر فرقہ وارانہ سرگرمیاں نہ چھوڑیں۔
زبان کے میٹھے رہے مگر دل کی فضا مکدر ہی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ
اس کارگرحیات میں افراط وتفریط کادوردورہ نظر آرہا ہے۔
حقیقت تو یہ ہے کہ۔

آج کا مسلمان اسرار مسلمانی کوترک کرکے خود پراسرارزندگی گذاررہا ہے۔
آج کا مسلمان واعتصموا بحبل الله جميعاً کوبھول کرتنکوں کی طرح بکھر چکا ہے۔
آج کا مسلمان قولو اللناس حسناً کوچھوڑکراخلاقیات حسنہ کو پامال کررہا ہے۔
آج کا مسلمان اتقوا الله حق تقاته کی بجائے ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہو چکا ہے۔
آج کا مسلمان ما اتاكم الرسول فخذوه کوپس پشت کرکے اپنا دامن اسلام دشمن طاقتوں کے سامنے پھیلا چکا ہے۔
آج کا مسلمان وما نهاكم عنه فانتهوا کوترک کرپستی کے قعر مذمت میں گھر چکا ہے۔
آج کا مسلمان کو نو امع الصادقين چھوڑکر پھینک کرعزت کی جھوٹی دوکانداریاں چلارہا ہے۔
آج کا مسلمان لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة کوترک کے جھوٹی نمودونمائش کے چکروں میں پھنس چکا ہے۔
آج کا مسلمان امنوا امنوا بالله ورسوله کے عمل کوچھوڑکرایمان کی حقیقی متاع کو ترک کرچکا ہے۔
آج کا مسلمان استغفروا ربكم سے کی بجائے گناہوں پراصرارسزاپارہا ہے۔

آج کا مسلمان اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے سبق کو چھوڑ کر شیطان کی اطاعت وغلامی کو دعوت دے رہا ہے۔

آج کا مسلمان لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کی تلقین کو بھول کر انفاق فی سبیل اللہ میں بھی قیل وقال کا شکار ہو چکا ہے۔

آج کا مسلمان ایاک نعبد و وایاک نستعین کے فلسفہ کو بھول کر شیطان کی بندگی وعبادت اختیار کر چکا ہے۔

آج کا مسلمان وعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً کے سبق کو چھوڑ کر نفس کی پوجا پاٹ کر رہا ہے۔

آج کا مسلمان یخرجکم من الظلمت الی النور کے احسان کو فراموش کر کے اپنی زندگی کو ظلمت کدہ میں تبدیل کر چکا ہے۔

آج کا مسلمان ولقد کرمنا بنی ادم کے تاج کرامت کو اتار کر پاؤں تلے روند چکا ہے۔

آج کا مسلمان . ادخلوفی السلم کافۃ کے حکم کو چھوڑ کر عملی طور پر اسلام سے بیزاری کا اظہار کر چکا ہے۔(الا ماشاء اللہ)

آج کا مسلمان ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم کو چھوڑ کر رنگ ونسل کے امتیازات کو ہوا دے رہا ہے۔

اے انسان! تو مسجود الملائکہ ہے

تو نے بار امانت الہیہ کو اٹھایا

تو نے نور العقل پایا ہے

تو نے تاج کرامت پہنا ہے۔

مگر جب ہم دنیا کے بھرے بازار میں دیکھتے ہیں تو یہ انسان اپنی تذلیل ہوتے

خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے لیکن چشم بصیرت کو کھولتا نہیں۔ انسان اپنی بے بسی کو خود ملاحظہ کر رہا ہے لیکن حقیقت پسندی کا مظاہرہ نہیں کر رہا ہے۔ انسان نے بڑا اعلیٰ مقام پایا مگر آج کے دور میں دنیا کی رنگینی کو دیکھ کر اس پر اپنی عزت اور آبرو قربان کر چکا ہے کیا یہی مقام انسانیت تھا۔؟

نہیں نہیں ہرگز نہیں! مقام انسانیت بڑا ہی اونچا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ **المو من اکرم علی اللہ من بعض الملائکہ** ۔(مشکوۃ)

مومن تو بعض ملائکہ سے بلند مقام رکھتا ہے۔

وہ مقام کس طرح ملتا ہے اس کے ملنے کی کیا صورت ہے اس کی ایک ہی صورت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو دیکھے۔

آپ کے کردار و گفتار کو دیکھے	تو اعلیٰ ترین نمونہ نظر آئیں گے
آپ کے لیل و نہار کو دیکھے	تو اس میں پاکیزگی نظر آئے گی
آپ کے ظاہر و باطن کو دیکھے	تو ہر ہر لمحہ خدا کی کامل بندگی نظر آئے گی
آپ کی خلوت کو جلوت کو دیکھے	تو کوئی تضاد نظر نہیں آئے گا
آپ کے معاملات دنیوں کو دیکھے	تو کوئی اونچ نیچ نظر نہیں آئے گی
آپ کے طریق عبادات کو دیکھے	تو کس مقام پر کوتساہل نظر نہیں آئے گا
آپ کی گھریلو معاشرت کو دیکھے	تو ہر ادا سے بندگی الٰہی کا شعور ملے گا
آپ کی حسن معیشت کو دیکھے	تو بہترین سربراہ فیملی نظر آئیں گے
آپ کے گھریلو حسن معاملہ کو دیکھے	تو کسی کے حق کو پامال نہیں کیا
الغرض کہیں کوئی تضاد نہیں نظر آئے گا۔	تو آپ کی معاملہ فہمی کی راہنمائی کرے گی

اس لیے کہ آپ ﷺ نے اپنے کردار کی پاکیزگی کی خوشبوؤں کو عالم کائنات میں یوں بکھیرا کہ کسی بڑے سے بڑے کافر مشرک نہیں کہا کہ محمد ﷺ نے فلاں وقت مجھ سے

جھوٹ بولا۔

فلاں وقت میرے ساتھ دھوکہ کیا۔

فلاں وقت میرے ساتھ وعدہ خلافی کی۔

فلاں وقت میرے ساتھ زیادتی کی۔

فلاں وقت میرے ساتھ ظلم کیا۔

فلاں وقت میرے ساتھ بدکلامی کی۔

فلاں وقت میرے ساتھ جھگڑا کیا۔

فلاں وقت میری عزت نفس کا خیال نہ رکھا۔

فلاں وقت میرے ساتھ عدل نہ کیا۔

فلاں وقت مجھ پر احسان نہ کیا۔

فلاں وقت کسی پر کوئی تہمت لگائی۔

فلاں وقت کسی کی عیب جوئی کی۔

فلاں وقت کسی کی جاسوسی کی۔

ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ مکارم اخلاق کا مجسمہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انک لعلی خلق عظیم" پیارے تو تو پیکر خلق عظیم ہے۔ نبی مکرم ﷺ کی منشاء رضا الٰہی تھی کہ معاشرہ ہر طرح کی بے راہ روی سے بالکل وشفاف ہو جائے ہر طرح کی بے اعتدالی سے منزہ مزکیٰ ہو جائے۔

آپ ﷺ نے اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے ایسے افراد کی کھیپ تیار کی جنہوں نے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہی صفات حمیدہ کو بنا لیا۔ جنہوں نے تبلیغ دین کو گفتار کی لذت میں ہی نہ رکھا بلکہ ان کے جدت کردار سے پتا چلتا تھا کہ یہ صہیب وسلمان یہ طلحہ وانس یہ ابوبکر وعمر یہ عثمان وعلی (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہ یاران محمد ﷺ ہیں یہ اس شمع کے

پروانے ہیں جو اشارہ ابرو اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

موجودہ دور کے فتنے نگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

آج کا انسان اگر بے اعتدالی کو ترک کر دے راہ اعتدال اپنا لے۔

آج کا انسان اگر معاشرہ کے افراد کے ساتھ انصاف کرے تو منصف کہلا سکتا ہے۔

آج کا انسان اگر ماتحتوں کے ساتھ احسان سے پیش آئے تو محسن کہلا سکتا ہے۔

آج کا انسان اگر اخلاق حسنہ کا پیکر ہو جائے تو افراد امت کی نگاہوں میں پیارا ہو سکتا ہے۔

آج کا انسان اگر صداقت وامانت کا مظاہرہ کرے تو صادق وامین ہو سکتا ہے۔

نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایک کھلا ہوا باب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایک روشن مینار ہے۔ کوئی ہدایت مانگے گا تو ہدایت ملے گی۔ کوئی صراط مستقیم کا طالب ہو گا تو رستہ نصیب ہو گا جب انسان ہی درماندگی اور افسردگی کے عالم میں حوادث زمانہ میں اپنی کشتی کو پھنسا چکا ہو تو اس میں کس کا قصور ہے۔؟ آپ کے گنبد خضرا کی ٹھنڈی چھاؤں آج بھی آپ مسلمہ کو اپنی طرف رجوع کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کے فرمودات عالیہ آج بھی اپنی طرف بلا رہے ہیں اور مومن ہونے کا دعویٰ کرنے والوں سے عمل کا تقاضا کر رہے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز نہیں تو اور کیا ہے کہ کہ جو فرمودات عالیہ احادیث کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں اگر انہیں ملاحظہ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابھی ارشاد فرمائے گئے۔

ہاں ہاں آج جو ہم اپنی آنکھوں سے امت مسلمہ میں فتنے دیکھ رہے ہیں آپ کی نگاہ نبوت سے اس وقت بھی پوشیدہ نہیں تھے۔ آپ کی نگاہ نبوت ملاحظہ فرما رہی تھی کہ ایک وقت سامنے آنے والا ہے جب میرے غلام فتنوں کی بھرمار میں اپنا آپ لٹا بیٹھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔

هل تـرون مـا ارى قـالـوا لاقال فانی لا ری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع المطر. (رواہ البخاری ج۲ص1046)

(اے میرے غلامو!) کیا تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں (صحابہ نے عرض کیا) نہیں (یارسول اللہ) تو فرمایا میں تمہارے گھروں میں واقع ہونے والے فتنے بارش کی صورت میں دیکھ رہا ہوں۔

اللہ اللہ، یہ حبیب مصطفےٰ ﷺ کا اعجاز ہی تھا کہ آپ کی نگاہ مبارک سے قیامت تک آنے والے فتنے بھی پوشیدہ نہیں رہے۔ بلکہ انہیں بھی ملاحظہ فرمایا۔

نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یتقارب الزمان وینقص العمل ویلقی الشح وتظهر الفتن ویکثر الهرج قالوا یارسول الله ایم هو قال القتل القتل (رواہ البخاری ج دوم کتاب الفتن)

فرمایا! زمانہ قیامت کے قریب ہو جائے گا۔

عمل کم ہو جائیں گے!

دلوں میں بخل ڈالا جائے گا۔

فتنے زیادہ ہو جائیں گے۔

ہرج بکثرت ہونے لگیں گے۔

صحابہ نے عرض کی آقا ہرج کیا چیز ہے فرمایا قتل۔ قتل۔

قارئین محترم! سید المرسلین ﷺ کا فرمان عالی کیا آج کے مسلمان کے دل کے دروازے کھولنے کے کم ہے؟ اگر ہم سمجھ جائیں تو تاج کرامت پہننے والا انسان مادیت اور فساد کے دور میں بھی اپنی گنوائی ہوئی عظمت رفتہ کو بحال کر سکتا ہے۔ لیکن فسادات کے بھرے بازار میں کوئی عمل صالح کی بات کرتا ہے تو مفاد پرست اور انتشار پسند طبقہ کہتا ہے۔ یہ ملائیت ہے اس کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہم سیدھے سادھے مسلمان ہیں بس کماؤ اور

کھاؤ۔ حلال وحرام کی باتیں کرنا یہ وقت کا ضیاع ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہمارے تو کاروبار ہی مندے کا شاکار ہیں۔ مگر جہاں نمود ونمائش کا مسئلہ ہوتا ہے تو وہاں دولت کی بھری بوریاں انڈیل دیتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی راہ میں دے ہی بیٹھے گا تو خواہش ہوگی اس کی سخاوت کا ڈھوڈوراپیٹا جائے اور یہ بات مشہور کی جائے فلاں حاتم طائی صاحب نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے۔ ہاں وہ لوگ بھی جواللہ کی راہ میں دیتے ہیں تو کسی کوخبر نہیں ہوتی کہتے ہمارا نام نہ لینا ہم نے اللہ کی رضا کیلئے دیا ہے۔ میں ان افراد کی بات کرر ہا ہوں جو مادیت پرستانہ ذہنیت کے حامل ہیں۔ جوریا کاریں اور عملی طور پر دین سے بیزار ہیں۔

نبی محتشم ﷺ نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو بتائیں آج کونسا طبقہ زندگی ہے جوفتنوں میں مبتلا نہیں۔ گھروں میں دیکھیں بازاروں میں دیکھیں کچہریوں میں دیکھیں دکانوں میں دیکھیں کہاں فتنے نہیں اور سب سے بڑے تین ہی فتنے ہیں زن، زر، زمین ان تینوں فتنوں نے معاشرے کا امن وسکون تباہ کر دیا ہے۔ آج کا انسان کسی نہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو چکا ہے باوجواس کے نماز پڑھتا ہے سکون نہیں۔

زکوٰۃ دیتا ہے سکون نہیں۔

ذکراذکار کرتا ہے سکون نہیں۔

مال کماتا ہے سکون سے کھانا نصیب نہیں۔

یہ کیا وجہ ہے؟ دراصل آج کا مسلمان اپنے ضمیر کو صحیح معنوں میں زندہ نہیں کر رہا ہے جب ضمیر ہی مردہ ہو جائے تو وہاں سکون کیسے رہے۔

قتل کی وارداتیں کہاں نہیں ہورہیں ابھی تازہ ترین واقعات جورونما ہوئے ہیں ان میں سرفہرست افغانستان پر امریکی یلغار لاکھوں انسانوں کا ضیاع ہوا ہے۔ کس قصور میں؟ صرف اس لیے کہ انہوں نے کہا لا الہ الاالله محمد رسول الله۔ عراق میں

ہزاروں شہیدوں کے لاشے تڑپے ہیں واقعہ کربلا کی یاد تازہ ہوئی۔انہیں کس قصور کی سزا دی گئی ہے۔؟صرف اس لیے کہ وہ مسلمان ہیں۔

امت مسلمہ بالخصوص عرب ممالک اتنے بے حس ہو چکے ہیں جن سرپرستی میں وہ انٹرنیشنل بدمعاش بش لاکھوں انسانوں کا خون بہا چکا ہے اسے اپنی سرزمین استعمال کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔آخر کب تک؟ ایک دن اللہ کی لاٹھی بے آواز بھی خوب آواز دے گی۔

ہمارے معاشرے میں روزانہ سینکڑوں قتل ہوتے ہیں کئی افراد ایسے بھی ہوت ہیں جوخود نہیں جانتے کہ ہمیں کسی قصور میں قتل کیا گیا ہے۔تو یہ تمام واقعات نبی کریم ﷺ کی نگاہوں سے اوجھل تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ قیامت تک جتنے واقعات وقوع پذیر ہو رہے اور ہونگے وہ آج سے چودہ سو سال قبل میرے آقا ﷺ نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما لیے۔

احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابن مسعود وابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ان بین یدی الساعة لا یاما ینزل فیھا الجھل ویرفع فیھا العلم ویکثر فیھا الھرج و الھرج القتل . (رواۃ البخاری ج دوم کتاب الفتن مسلم کتاب العلم ج ۲)

قیامت سے کچھ عرصہ پہلے جہالت عام ہو جائے گی اور علم اٹھالیا جائے گا اس زمانہ میں ہرج بکثرت ہونگے اور ہرج قتل ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویثبت الجھل ویشرب الخمر ویظھر الزنا (رواۃ مسلم ج دوم کتاب العلم)

علم کا اٹھ جانا جہالت کا عام ہونا شراب نوشی، کثرت زنا علامات قیامت میں سے ہیں۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویظھر الجھل ویفشوا الزنا ویشرب

الخمر ويذهب الرجال ويبقى النساء حتى يكون لخمسين امرأة قيم واحد
(رواہ مسلم ج دوم کتاب العلم)

علم کا اٹھ جانا، جہالت کا عام ہونا، زنا کا عام ہونا، شراب نوشی، مردوں کا کم ہونا اور عورتوں کا باقی رہنا حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا نگران ہونا علامات قیامت میں سے ہے۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے۔

کہ نبی کریم ﷺ نے ہم سے دو احادیث بیان فرمائیں ایک (پیش گوئی) تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کے اندر رکھی گئی پھر قرآن احادیث سے (اس کی اہمیت کو) سمجھا اور جانا اور امانت کے اٹھ جانے کے متعلق ہمیں خبر دی کہ آدمی ایک بار سوئے گا تو امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی۔ اور اس کا اثر مثل دھبہ کے نشان رہ جائے گا پھر سوئے گا تو امانت اٹھالی جائے گی اس میں اس کا اثر ابھرے ہوئے آبلہ کی طرح رہ جائے گا، جیسے کوئلہ کو تو نے اپنے پاؤں پر لڑھکا دیا ہو وہ تیرے پاؤں میں اثر کرے گا پھر تو اسے دیکھے گا کہ ابھرنے والا آبلہ بن گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں لوگ اس حال میں صبح کریں گے کہ آپس میں خرید وفروخت کریں گے ان میں کوئی بھی امانت دار کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔ پھر کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں امانت دار آدمی ہے اور کسی مرد کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ کس قدر عقل مند ہے کس قدر ظریف ہے اور کس قدر ہوشیار ہے حالانکہ اس کے دل میں رتی کے دانہ کے برابر ایمان نہ ہوگا۔ (امانت نہ ہوگی) یقیناً مجھ پر ایسا زمانہ گذرا ہے میں پرواہ نہیں کرتا تھا کہ تم میں کسی سے خرید وفروخت کروں اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام مجھے امانت لٹا دیتا اور اگر وہ عیسائی ہوتا تو اس کا عامل مجھ پر امانت رد کر دیتا بہر حال آج کے دن میں صرف فلاں فلاں سے خرید وفروخت کروں گا۔

(رواہ البخاری ج دوم کتاب الفتن)

دنیاوی عزت کی خاطر دین کا سودا

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

بادرو ابالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومنا ویمسی کافرا ویمسی مومنا ویصبح کافرا یبیع احدھم دینہ بغرض من الدنیا. (قال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح)۔

اندھیری رات کے ایک ٹکڑے کی مثل بپا ہونے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو (اس فتنہ میں) ایک شخص صبح کو مومن ہوگا تو شام کو کافر شام کو مومن ہوگا تو صبح کافر لوگ دنیا کی عزت کی خاطر دین کا سودا کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ستکون فتن القاعد فیھا خیر من القائم والقائم فیھا من الماشی والماشی فیھا خیر من الساعی من تشرف لھا تستشرفہ ومن وجد فیھا ملجاءً فلیعد بہ (رواہ مسلم ج دوم کتاب الفتن) عنقریب فتنے برپا ہوں گے ان میں سے بیٹھنے والا کھڑے ہونے والا سے بہتر ہوگا ور کھڑا ہونیوالا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنیوالے سے بہتر ہوگا جو ان فتنوں کو دیکھے گا وہ فتنے اس کو دیکھ لیں گے (ہلاک کر دیں گے) اور جس شخص کو ان سے پناہ مل جائے گی وہ پناہ حاصل کرے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

تکون بین یدی الساعۃ فتن کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل فیھا مومن ویمسی کافرا ویمسی مومنا ویصبح کافرا یبیع اقوام دینھما بعرض الدینا. (رواہَ الترمزی ابواب الفتن)

قیامت سے پہلے ایک فتنہ ظاہر ہوگا اس وقت ایک آدمی صبح کے وقت مسلمان ہوگا اور شام کو

کافر ہوگا اور شام کومومن ہوگا صبح کو کافر ہوگا کئی لوگ دنیا کی عزت کی خاطر دین بیچ ڈالیں گے۔

یصبح الرجل مومن ویمسی کافرا ویمسی مومنا ویصبح کافرا قال یصبح محرما لدم اخیه وعرضه وماله ویمسی مستحلا له ویمسی متحرما لدم اخیه وعرضه وماله ویصبح مستحلا له . (ایضاً)

صبح کومومن ہوگا شام کو کافر ہوا شام کافر ہوگا تو صبح کومومن ہوگا صبح کو اپنے بھائی کے خون مال وعزت کو حرام سمجھے گا تو شام کو حلال سمجھے گا شام کو اپنے بھائی کے خون مال وآبرو کو حرام سمجھے گا تو صبح کو حلال سمجھے گا۔

حضرت موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان بین ایدیکم فتنا لقطع اللیل المظلم یصبح الرجل فیها مومنا ویمسی کافرا ویمسی مومنا ویصبح کافرا القاعد فیها خیر من القالم والقائم فیها خیر من الماشی والماشی فیها خیر من الساعی قالوا فما تامرنا قال کونوا احلاس بیعتکم . (ابوداؤد کتاب الفتن)

بے شک تمہارے سامنے اندھیری رات کے حصوں جیسا فتنہ ہے اس میں صبح کو آدمی مومن اور شام کو کافر ہو جائے گا شام کومومن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ بیٹھنے والا اس میں کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی آقا ہمیں اس میں کیا کرنا چاہیے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنے گھر میں کمبل طرح جاؤ۔

عالم ما کان وما یکون

قارئین کرام! مخبر صادق ﷺ کی احادیث مبارکہ کا مطالعہ آپ نے فرمایا آپ ذرا چشم تصور میں ڈوب کر سوچیں کہ آنحضور ﷺ نے آنے والے ادوار کے فتنوں کو اپنی آنکھوں کے

سامنے کس طرح ملاحظہ فرمایا؟ ذرا موجودہ حالات معاملات جو اس وقت دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں انہیں ذرا عقل شعور کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھیں کیا آج کل وہی کچھ نہیں ہو رہا جسکے بارے میں حضورﷺ نے جو کچھ بھی بیان فرمایا ایک ایک نقطہ بھی آگے پیچھے نہ ہو سکا ہاں تو بے ساختہ بات اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نبی مکرمﷺ نے فرمایا۔

بے شک میں دیکھتا ہوں اور دیکھوں گا جو تم نے دیکھتے ہو نہ دیکھو گے۔ اور میں وہ سنتا ہوں اور سنوں گا جو تم نے سنتے ہو نہ سنو گے۔ (بخاری)

نبی مکرمﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قوت بصارت عطا فرمائی جس کا شعور کسی عام انسان کو نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی شان نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا اعجاز و کمال ہے کہ امت مسلمہ نے جن فتنوں سے دو چار ہونا تھا ان کے بارے میں پہلے ہی مطلع فرما دیا۔

لیکن افسوس! کہ آج کے دور میں جاہل ملاؤں نے اپنے مفادات کو مدنظر رکھ کر دین کی تعبیر کرنے میں بھی بد دیانتی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جنہوں نے نبی مکرمﷺ کے کمالات غیبیہ کو تسلیم کرنے کی بجائے ان کے انکار پر نہیں بلکہ انہیں غلط ثابت کرنے میں کبھی کسی غلط استدلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ان مکاروں نے فقط حضورﷺ کی لاعلمیاں ثابت کرنے کو ہی دین کی حقیقی روح سمجھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما.

اور تجھ کو سکھا دیا جو کچھ تو نہ جانتا تھا اور تجھ پر تیرے رب کا بڑا ہی فضل ہے۔

ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء .

اللہ تعالیٰ کسی کو غیب نہیں عطا کرتا مگر رسولوں میں سے جس کو منتخب کرے۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول : نہیں ظاہر کرتا کسی پر غیب کو مگر رسولوں میں سے جس پر راضی ہو جائے۔ الغرض ایک نہیں متعدد دلائل کی روشنی میں اس بات کو مزید بڑھایا جا سکتا ہے۔ ان دلائل قرآنی نے اس بات کو ثبوت کے

اعلیٰ پایہ تک پہنچا دیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا اسی قدر عطا فرمایا۔ جب رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی . عنقریب تیرا رب تجھے اس قدر عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

جب دینے والا رب قدیر ہے اور لینے والا اس کا محبوب ہے تو ان جاہل ملاؤں کو پتا نہیں کیا مصیبت ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات بینات کو غلط رنگ دے کر عوام الناس کو الجھاتے رہتے ہیں۔

سید المرسلین ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ زویٰ الارض فرایت مشار قھا ومغاربھا وان امتی سیلبغ ملکھا ما زوی لی منھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھا اور زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی۔

واعطانی الکنزین الا حمر والا بیض .(رواہ مسلم و اشراط الساعۃ کتاب الفتن)

اور مجھے سرخ اور سفید کو خزانے عطا کیے گئے۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ سے مروی ہے کہ

صلی بنا رسول اللہ ﷺ الفجر وصعدا لمنبر فخطبنا حتی حضر الظھر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرتْ العصر ثم نزل فصل ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبر نا بما کان بما ھو کائن فاعلمنا احفظنا .(رواہ مسلم ج دوم کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہم کو خطبہ ارشاد فرمایا

حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا آپ نے منبر سے اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو گئے خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت آ گیا پھر آپ نے اتر کر نماز عصر پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پھر ہمیں وہ تمام چیزیں بیان فرما دیں جو ہو چکی تھیں (ما کان) اور جو ہونے والی تھیں (ما یکون) تو جو ہم سے زیادہ حافظ (الالحدیث) تھا وہ زیادہ عالم تھا۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ۔

قام فینا رسول الله ﷺ مقاما ما ترک شیاء یکون فی مقامه ذلک الیٰ قیام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه و نَسِیَهٗ من نسیه فاراه فاذکره لما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اراه ونسیه من نسیه قد کلمة اصحابی هولا لیکون منه الشی قدنسیهٗ عرفه .(ایضاً)

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ہمارے سامنے قیامت تک ہونے والی تمام اشیاء کو کر دیا جس نے ان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ اس واقع کو میرے یہ ساتھی جانتے ہیں میں بعض چیزوں کو بھول گیا تھا تو وہ یاد آ گئیں جس طرح کوئی شخص کسی کا چہرہ دیکھ کر بھول جاتا ہے اور جب وہ سامنے آتا ہے تو اس کو پہچان جاتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کچھ ایسی چیزوں کے متعلق سوالات کیے گئے جن کے بیان کو آپ اچھا نہیں سمجھتے تھے تو جب آپ سے سوال کثرت سے کیے تو آپ ﷺ جلال میں آ گئے تو فرمایا۔

سلونی عما شئتم ۔ ''جو تم چاہتے ہو مجھ سے پوچھ لو''۔

فقال رجل من ابی یارسول الله ''تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے۔(کیونکہ ان کے باپ کے متعلق لوگوں کو کچھ شکوک شبہات تھے) تو حضور ﷺ نے

فرمایا ابوک حذافۃ تیرا باپ خذافہ ہے۔تو دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی کہا من ابی یارسول اللہ ﷺ !یارسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوک سالم مولی شیبہ "تیرا باپ سالم شیبہ کا غلام ہے. فلما رای عمر ما فی وجھہ:قال یارسول اللہ انا نتوب الی اللہ عزوجل ۔تو حضرت عمر نے جب چہرہ اقدس کے جلال کو دیکھا تو بے ساختہ بولے یارسول اللہ ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں (آئندہ آپ سے ایسا کوئی سوال نہیں کریں گے)۔

علم نبوت کے منکر منافقین تھے۔

قارئین کرام ! ہر صاحب ایمان حضور ﷺ کی نبوت کاملہ کو تمام تر شانوں کے ساتھ تسلیم کرتا ہے لیکن جب تاریخ کے حقائق میں اس چیز کو ملاحظہ کرتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ایمان والوں کی صفوں میں ایک ایسا گروہ بھی تھا جو بظاہر اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا ۔اور اپنی وفاداریوں کو بھی ظاہر کرتا مگر یہ گروہ اپنی بد باطنی کی بنا پر مکارانہ عزائم بھی رکھتا۔اس گروہ نے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کی شان وکمال کی بلندیوں کو دل وجان سے تسلیم نہ کیا۔اہل ایمان ! کہ جن کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت کے جذبات اپنی انتہاؤں کو چھو رہے تھے ۔وہ تو ہر لمحے ذات اقدس ﷺ پر اپنی جان تک نچھاور کرنے کو اپنی سعادت مندی سمجھتے ۔مگر وہ جو منافق تھے وہ مختلف اوقات میں اپنی خباثتوں کو ظاہر کرتے رہتے ۔درحقیقت ان کا خبث کبھی بھی چھپ نہ سکتا تھا۔کیونکہ نبی کریم ﷺ وقتاً فوقتاً ان کے ایمان کی حقیقت کو کھول دیا کرتے ۔

تفسیر خازن جلد نمبر اص 320 پر درج ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی ادم علیہ والسلام وعلمت من یومن بی ومن یکفربی ومبلغ ذالک المنافقین فقالوا استھزاء زعم محمد ﷺ انہ یعلم من یومن بہ ومن یکفر

ممن لم یخلق ونحن معه وما یعرفنا فبلغ ذالک رسو ل الله ﷺ فقام علی المنبر فحمد الله تعالیٰ واثنیٰ علیه ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسلونی عن شیء فیما بینکم وبین الساعته الا نبا تکم به .فقام عبدالله ابن حذافه فقال من ابی یا رسول الله فقال ابوک حذافه فقام عمر فقال یارسول الله رضینا ربا و بالا سلام دینا وبالقران اماماً وبک نبیاً فاعف عناعفا الله عنک فقال النبی ﷺ فهل انتم منتهون فهل انتم منتهون .

ترجمہ:۔مجھ پر میری امت اپنی خا کی صورت میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی ۔کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا؟ پس جب یہ بات منافقوں تک پہنچی تو انہوں نے ازراہ مذاق علم نبوت پر چہ میگویاں کیں کہ محمد ﷺ کا خیال ہے کہ وہ اپنی ذات پر ایمان لانے والوں کو بھی جانتے ہیں اور منکرین کو بھی جانتے ہیں۔جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی جانتے ہیں اور حالانکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں نہیں جان سکتے۔جب یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے کہا کہ کیا حال ہے؟ ان لوگوں کا جنہوں نے میرے علم پر طعنہ کیا۔پھر آپ نے فرمایا جو کچھ تمہارا دل چاہتا ہے مجھ سے سوال کر لو۔اب سے لیکر قیامت تک جو مجھ سے پوچھو گے میں جواب دوں گا۔عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا تیرا باپ خدانہ ہے۔تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے۔اسلام ہمارا دین ہے قرآن ہمارا امام ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔آپ ہم سے درگزر فرمائیں اللہ آپ سے درگزر فرمائے گا۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم باز نہیں آ ؤ گے کیا تم باز نہیں آ ؤ گے۔(تفسیر خازن جلد اول)

حضرت ابوموسیٰ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ثم قال للناس

سلونی عما شئتم : پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو مجھ سے پوچھو۔
بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۹

حضرت انس کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

فقال لا تسئلونی عن شیئی الا نبئتکم : آج تم جس چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھو گے جواب دوں گا (بخاری ج ۲ ص ۹۴۱)

زہری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں فرمایا:

من احب ان یسال عن شئی فلیسال فواللہ لا تسئلونی عن شیئی الا اخبر تکم بہ مادمت فی مقامی ھذا فاکثر الناس فی البکاء واکثر ان یقول سلونی قال انس فقام الیہ رجل فقال این مدخلی یا رسول اللہ ؟ قال النار (بخاری جلد ا ص ۷۷ ج دوم ص ۱۰۸۳؛

جو شخص جس چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے تم کو بتا دوں گا جب تک میں یہاں کھڑا ہوں لوگوں نے زاروزار رونا شروع کر دیا اور آپ بار بار یہی دہراتے رہے مجھ سے سوال کرو مجھ سے سوال کرو۔ انس نے کہا ایک آدمی اٹھا کہا مرنے کے بعد میرا ٹھکانہ کون سا ہے؟ فرمایا جہنم ہے۔

قارئین محترم! آپ اس حدیث پاک کو غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ علم نبوت پر اعتراض کرنے والے کون تھے؟ کیا منافق نہیں تھے؟ ہاں ہاں اس وقت بھی آنحضور ﷺ کے علم پاک پر طعنہ زنی کرنے والے منافقین تھے۔ اور اب بھی جو لوگ طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں اور اعتراضات کی کلاشنکوفیں چلاتے ہیں یہ انہیں کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ ہیں آج کل کے نفاق پرستوں کا بھی وہی حال ہے۔ جب اثبات علم نبوت پر دلائل

دیئے جائیں تو ان دلائل کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کی گمشدگی کے وقت منافقین کا اعتراض

(غزوۃ تبوک کے موقع پر) لشکر مجاہدین اپنی منزل پر رواں دواں تھا۔ ایک جگہ رات بسر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصواء گم ہو گئی۔ صحابہ کرام اس کی تلاش کرنے کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کر رہے تھے حضرت عمارہ بن حزم بارگاہ رسالت میں حاضر تھے لیکن ان کی اپنی فرودگاہ میں ایک اور شخص بھی ٹھہرا ہوا تھا۔ جس کا نام زید بن لصیت تھا جو منافق تھا اس کا تعلق یہودی قبیلہ بنی قنیقاع سے تھا۔ اس نے حالات کی مجبوری کے پیش نظر اسلام قبول کر لیا۔ لیکن اس کے دل نفاق کا مرض تھا یہ ہر معاملہ میں منافقین کی پاسداری کیا کرتا تھا۔ زید کہنے لگا دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوی کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور آسمان کی باتوں سے تمہیں آگاہ کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ رات سے اونٹنی گم ہے اور ان کے ساتھی تلاش کرتے کرتے تھک کر چور ہو گئے ہیں اور ابھی تک انہیں خبر نہیں کہ اونٹی کہاں ہے۔ اُدھر زید یہ بات کر رہا تھا اور ادھر محبوب رب العالمین ارشاد فرما رہے تھے جسے عمارہ سن رہے تھے۔ کہ ایک منافق نے میرے بارے میں ایسی ایسی بات کی ہے کہ دعوی تو ان کا یہ ہے کہ نبی ہیں اور آسمانوں کی باتوں سے تمہیں آگاہ کرتے ہیں لیکن اپنی حالت یہ ہے کہ انہیں اپنی اونٹنی کے بارے میں علم ہی نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ بخدا میں صرف اسی بات کو جانتا ہوں جو میرا رب مجھے سکھاتا ہے (از خود میں علم غیب جاننے کا دعوی نہیں کرتا) تو میرے رب نے مجھے بتا دیا ہے کہ گمشدہ اونٹنی فلاں وادی کے فلاں گوشہ میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے جاؤ تم اس اونٹنی کو میرے پاس لے آؤ۔ صحابہ کرام گئے اور اونٹنی کو لے آئے حضرت عمارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے خیمہ میں گئے کہنے لگے میں بہت حیران ہوں کہ اس بات پر جو اللہ کے

رسول ﷺ نے ارشاد فرمائی حضور ﷺ نے ابھی ابھی مجھے اس سے آگاہ فرمایا ہے کہ فلاں شخص نے ایسی بات کہی ہے۔ عمارہ کا بھائی جو اس خیمہ میں موجود تھا جھٹ بولا یہ بات تو زید نے کہی ہے۔ حضرت عمارہ کو جب زید کے خبث باطن پر آگاہی ہوئی تو انہوں نے فوراً زید کو دبوچ لیا اور غصہ سے فرمایا۔ اُخْرُجْ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ مِنْ رَحْلِیْ فَلَا تَصْحَبْنِیْ

اے اللہ کے دشمن میرے خیمہ سے نکل جا میں تمہیں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ (ضیاء النبی ج چہارم صفحہ 606-607)

حضرت ابوایوب نے منافق کو گھسیٹ کر مسجد سے نکال دیا۔

قارئین کرام! کیا کوئی بندہ مومن نبی ﷺ پر کسی قسم کا اعتراض سوچ بھی سکتا ہے؟ ہرگز نہیں مومن کامل تو اس رفیع الشان نبی ﷺ کے نعلین پاک کی دھول کو بھی آنکھوں کے لئے سرمہ سمجھتا ہے۔ یہ منافق ہی تھے جنہوں نے تجلیات مصطفیٰ کو دیکھا بھی مگر ان کے انوار سے اپنے باطن کا زنگار نہ اتار سکے۔ انہوں حضور ﷺ کی ذات مطہرہ کو حقیقت پسندی کے آئینہ میں نہ دیکھا انہوں نے مصطفوی جلووں کو عشاقان نبوی کی نگاہوں سے نہ دیکھا انہوں نے تعصب کی عینک اپنی آنکھوں سے نہ اتاری۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے لئے رشد و ہدایت کے در وازے بند کر دئے۔ سیرت ان ہشام ج اول صفحہ 589 پر ہے

کہ سلسلہ بن برہام اور کنانہ بن صوریا یہ منافقین تھے مسجد میں آتے اور اہل ایمان کی باتیں سنتے ان کا مذاق اڑاتے۔ ایک روز اسی ٹولے سے کچھ افراد مسجد میں داخل ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا ایک دوسرے کے قریب بیٹھے آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے نبی کریم ﷺ نے ان کی اس حالت کو دیکھ کر فرمایا انہیں مسجد سے نکال دو۔ حضرت ابو ایوب انصاری اور ان کے ایک اور ساتھی اٹھے اور انہیں پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مسجد سے باہر نکال لائے اور وہ کہہ رہا تھا اے ابوایوب! تو نے مجھے بنو ثعلبہ کے اونٹ اور بکریاں

باندھنے کی جگہ سے نکالتا ہے؟ پھرابوایوب بنی نجار کے اور منافق کی طرف بڑھے جس کا نام رافع بن ودیعہ تھا آپ نے اس کی چادر گردن کے پاس پکڑ لی اور زور سے جھنجوڑا اور اس کے بوتھے پر تھپیڑ رسید کیا اور مسجد سے نکال دیا اور ابوایوب کہہ رہے تھے اے خبیث منافق! تجھ پر تف ہے اے منافق رسول ﷺ کی مسجد سے نکل جا۔

عمارہ بن حزم زید بن عمرو کی طرف بڑھے یہ شخص لمبی ڈاڑھی والا تھا انہوں نے اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور زور سے کھینچتے ہوئے مسجد سے باہر نکال لائے حضرت عمارہ نے اس کے سینے پر ایسا تھپڑ مارا کہ وہ گر پڑا۔ راوی نے بیان کیا کہ وہ کہہ رہا تھا عمارہ تو نے مجھے خوب رگڑے دیئے عمارہ نے کہا اے منافق اللہ تجھے دور کرے اللہ تعالیٰ نے جو عذاب تیرے معین کرلیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے خبردار آئندہ حضور ﷺ کی مسجد کے قریب بھی نہ آنا۔

حضور ﷺ نے مسجد ضرار کو آگ کیوں لگوائی؟

قارئین کرام! اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔

اسلام ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کرنے کا دین ہے۔

اسلام اخوت ومساوات کا دین ہے۔

اسلام نفرتوں کو مٹا دینے والا دین ہے۔

اسلام ملی وحدت کا درس دینے والا دین ہے۔

اسلام نسلی، لسانی تعصّبات کو ختم کرنے کا دین ہے۔ لیکن منافقین نے اہل ایمان کی صفوں میں پھوٹ ڈالنے کا کبھی بھی کوئی موقع خالی نہ جانے دیا۔ ان کی ہر وقت یہی کوشش ہوتی تھی کہ کسی کسی طریقے سے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار ڈالا جائے۔ نبی مکرم ﷺ پر اپنی جانیں دیوانہ وار قربان کرنے والے ان سے بے وفائی کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بد بختوں کے منصوبے کو خاک میں ملا دیے۔ ان لوگوں نے جو بظاہر بھلائی کے لئے مسجد تعمیر

کروائی اسے "مسجد ضرار" کا نام دے کر ان کے ایمان کی حقیقت کے خلاصہ کو کھول دیا یوں کہ
وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (التوبہ)

اور وہ لوگ جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے مسجد بنائی اور کفر کرنے کے لئے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے اور اس شخص کی کمین گاہ بنانے کے لئے جو پہلے ہی اللہ اور اس کے رسول کے جنگ کر رہا ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں قبلہ خزرج کا ایک شخص رہتا تھا جس کا نام ابو عامر راہب تھا یہ شخص ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور اہل کتاب کا علم حاصل کر چکا تھا ایام جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا اور اس کو اپنے قبیلے میں بڑی فضیلت حاصل تھی۔ جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لائے اور مسلمان آپ کے گھر جمع ہو گئے اور اسلام کی مقبولت ہونے لگی اور غزوہ بدر میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا کیا تو ابو عامر پر یہ تمام امور بہت شاق گزرے اور وہ بر ملا مسلمانوں سے عداوت ظاہر کرنے لگا مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور مشرکین سے جاملا۔ یہ ان کو رسول کریم ﷺ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتا رہا۔ سو عرب کے سارے قبیلے اکٹھے ہو گئے اور جنگ احد کے لئے پیش قدمی کی۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزمائش میں مبتلا کیا اور مسلمانوں کو اس جنگ میں نقصان ہوا اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان گڑھے کھود رکھے تھے ان میں سے ایک میں رسول ﷺ گر پڑے اور آپ کو چوٹ لگی آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا نیچے کی طرف سے چار دانتوں میں سے دائیں جانب کا ایک دانت شہید ہو گیا (اس کا ایک کنارہ جھڑ گیا) اور نبی ﷺ کا سر بھی زخمی ہو گیا۔ ابو عامر نے

جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انہیں مخاطب کیا اور اپنی موافقت کی دعوت دی۔ جب انصار نے ابو عامر کی یہ حرکت دیکھی تو انہوں نے کہا اے فاسق! اے دشمن! اللہ تجھ کو برباد کرے اور اس کو بہت برا کہا۔ اور اس کی مذمت کی۔ ابو عامر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ میرے بعد میری قوم بہت بگڑ گئی۔

نبی کریم ﷺ نے اس کو بھاگنے سے پہلے اسلام کی دعوت دی اور اس کو قرآن پڑھ کر سنایا تھا لیکن اس نے سرکشی کی اور انکار کیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا ضرر فرمائی کہ وہ جلاوطنی کی حالت میں مرے۔ اس دعا ضرر کا اثر اس طرح ہوا کہ جب ابو عامر نے دیکھا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کے نقصان اٹھانے کے باوجود نبی ﷺ کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی تو وہ روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس گیا اور اپنی قوم میں سے منافقین کو مکہ بھیجا کہ میں لشکر لے کر آرہا ہوں رسول ﷺ سے جنگ خوب ہوگی ۔اور میں ان پر غالب آجاؤں گا اور اس نے منافقین کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لئے پناہ کی جگہ بنا لیں اور جو لوگ میرا پیغام اور احکام لے کر آئیں ان کے امن کی ایک پناہ گاہ بناؤ تاکہ جب وہ خود مدینہ آئے تو وہ جگہ اس کے لئے کمین گاہ کا کام دے چنانچہ ان منافقین نے مسجد قبا کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی اور رسول اللہ ﷺ کی تبوک روانگی سے پہلے وہ اس کام سے فارغ ہو گئے اور رسول ﷺ کے پاس یہ درخواست لے آئے کہ ہمارے پاس آیئے اور ہماری مسجد میں نماز پڑھیے تاکہ مسلمانوں کے نزدیک یہ مسجد مستند ہو جائے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ ہم نے کمزوروں اور بیماروں کی خاطر یہ مسجد بنائی ہے اور جو لوگ ضعیف سردیوں کی راتوں میں دور کی مساجد میں نہیں جا سکتے ان کے لئے آسانی ہو۔ لیکن اللہ تعالی اپنے نبی ﷺ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا اس لئے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ہمیں تو اس وقت تبوک کا سفر درپیش ہے جب ہم واپس ہونگے تو انشاء اللہ دیکھا جائے گا! اور جب نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور

ایک دن یا اس سے کچھ کم مدینہ کی مسافت رہ گئی تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام وحی لے کر آئے اور بتایا کہ منافقوں نے یہ مسجد ضرار بنائی ہے اور مسجد قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے کا مقصد مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے اور اس نے ان کا مقصود ابو عامر راہب کی کمین گاہ بنانا ہے۔ اس وحی کے نازل ہونے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی چند مسلمانوں کو اس مسجد ضرار کی طرف بھیجا تا کہ وہ اسے منہدم کر دیں اور اس کو جلا ڈالیں آپ نے بنو سالم کے بھائی مالک بن وحشم اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عامر بن عدی کو بلایا اور فرمایا دونوں ان ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اس کو منہدم کر دو اور جلا ڈالو۔ ان دونوں نے مسجد کو گرایا اور جلا دیا۔ اس وقت اس مسجد میں یہ کفار موجود تھے اور مسجد کے جانے سے بھاگ کھڑے ہوئے مسجد ضرار بنانے والے بارہ افراد تھے۔ خدام بن خالد۔ ثعلبہ بن ابو حاطب (یہ وہ نہیں جو بدری صحابی ہیں) معتب بن قشیر، ابو حبیبہ بن الازہر، عباد بن حنیف، حارثہ بن عامر اور اس کے دو بیٹے مجمع اور زید نبتل الحارث مخرج، یجاد بن عمران، اور ودیعہ بن ثابت یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے مسجد بنائی تھی ہمارے پیش نظر صرف مسلمانوں کی خیر خواہی تھی اللہ تعالی نے فرمایا اللہ شہادت دیتا ہے یہ منافق جھوٹ بولتے ہیں (تبیان القرآن جلد پنجم بحوالہ تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ 432-435)

کچھ بھی روح محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں

قارئین کرام! ایک تو مسجد تو اللہ کے رسول ﷺ کی تھی جس کی بنیاد تقوی پر تھی۔ جہاں بیٹھ کر رحمتہ اللعالمین نے زندگی گزارنے کے اصول اپنے غلاموں کے قلوب واذہان میں ودیعت فرمائے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنہ: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیانی حصہ جنت کے

باغوں میں سے ایک باغ ہے یہی وہ مسجد النبوی ہے جہاں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کے منبر پاک پر کھڑا ہو کر سید عالم ﷺ اپنے غلاموں کو مواعظ حسنہ سے نوازتے تھے۔ یہی وہ مسجد ہے جس کے کچے فرش پر رسول ﷺ جلوہ افروز ہو کر اپنے غلاموں کی دینی وفکری تربیت فرمایا کرتے تھے۔ یہی وہ مسجد ہے جہاں جلوہ افروز ہو کر سید عالم ﷺ اپنے غلاموں کو درس حیات اور اخلاقیات حسنہ سے ان کے قلب وباطن کو طہارت عطا کرتے تھے۔ دوسری مسجد وہ تھی جس کی تعمیر کا مقصد یہ تھا جہاں بیٹھ کر امت مسلمہ میں فرقہ واریت کو ہوا دی جائے گی جس کی بنیاد بظاہر تو بھلائی ہی پر مبنی تھی۔ مگر اس میں پنہاں یہ بات تھی کہ اسے فسادات کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اس کی تعمیر کا مقصد امت مسلمہ کو اپنے ایک مر کز سے جدا کرنا تھا۔ اس کا مقصد ہی فرقہ وارانہ تعصّبات کو فروغ دینا تھا۔ اس میں نبی کریم ﷺ کی ذات مطہرہ کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنائے جانے تھے۔ غیرت الٰہی کب گوارا کر سکتی تھی کہ تو اس کے محبوب ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہری مقصد اور ظاہری حسن کو نہ دیکھا مگر ان کے نیتوں کو دیکھا کہ ان کا مقصد سوائے شر پھیلانے اور کوئی نہیں۔ تو حکم الٰہی آیا اس مسجد کو مسمار کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ مسجد مسمار کر دی گئی۔

کیا یہ حقیقت نہیں؟

ان منافقوں کی طرح بظاہر اللہ کے دین کی دعوت اور تبلیغ کے بہانے امت مسلمہ کو اپنے ایک مرکز سے جدا کرنے کی سعی ناپاک کی جا رہی ہے۔

کیا یہ حقیقت! نہیں محبت رسول ﷺ کے نام پر در پردہ ناموس مصطفیٰ ﷺ پر کٹ مرنے کو فرقہ پرستی کا نام دیا جا رہے ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں! بظاہر فرقہ پرستی کے خاتمے کے لیبل لگا کر امت مسلمہ کے شیرازہ ملی کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں! احوال امت کی اصلاح کے بہانے امت میں فساد کا بیج بویا جا رہا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں! کہ غلامی مصطفیٰ ﷺ کے جذبات کو معاذ اللہ شخصیت پرستی کا نام دیا جارہاہے کیا۔

یہ حقیقت نہیں کہ فروغ دین کے حوالے سے محبت رسول سے خالی لٹریچر کی ترویج واشاعت کو خدمت دین کا نام دیا جارہاہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں! کہ آج بظاہر اولیاء عظام کی محبت اور در پردہ بزرگان دین سے نفرت رکھنے کی تلقین کی جارہی ہے

کیا یہ حقیقت نہیں! کہ ان تمام ناپاک عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے امت مسلمہ پر شرک اور بدعت کے فتوے لگائے جارہے ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں! کہ بظاہر جہاد اکبر کا نام لیا جارہاہے اور کہا جاتا ہے جب تک شرک و بدعت کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ ہمارا جہاد جاری رہے گا۔

تو یہ جہاد کن کے خلاف ہے؟۔

نبی ﷺ کے نام پر اپنی جان کا آخری قطرہ تک بہادینے والوں کے خلاف ہے۔

نبی ﷺ کی ذات اقدس پر درود سلام پڑھنے والوں کے خلاف ہے۔

نبی ﷺ کی ناموس کی خاطر اپنی عزتیں قربان کردینے والوں کے خلاف ہے۔

نبی ﷺ کے در اقدس کی خاک پاک کو آنکھوں کے لئے سرمہ طور سمجھنے والوں کے خلاف ہے۔

نبی ﷺ کے در کی ہواؤں اور فضاؤں کو سلام کرنے والوں کے خلاف ہے

نبی ﷺ کی ذات اقدس کو ایمان کا بنیادی نقطہ سمجھنے والوں کے خلاف ہے۔

نبی ﷺ کے نعلین پاک کی عزت وحرمت پر کٹ مرنے والوں کے خلاف ہے۔

نبی ﷺ کے والدین کریمین پر اپنی جان کے نذرانے پیش کرنے والوں کے خلاف نبی ﷺ کے اہل بیت کی چادر تطہیر کی پاکیزگی بیان کرنے والوں کے خلاف ہے۔

نبی ﷺ کے غلام، اولیاء عظام بزرگان دین کی تربتوں کی حرمت قائم رکھنے والوں کے خلاف بظاہر ہے جہاد کے نام پر چندے کہاں سے اکٹھے ہوتے ہیں؟ زیادہ تر انہیں مساجد سے اکٹھے ہوئے ہیں جن پر کفر وشرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو عبداللہ بن ابی کی معنوی اولاد ہیں جنہیں چاروں طرف شرک ہی شرک نظر آتا ہے یہ وہ ظالم ہیں جن کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا نام ونشان تک نہیں اور نہ حضور ﷺ کی امت کا درد ہے۔ اسی لئے تو وہ مساجد جہاں سے صدائے اللہ اکبر بلند ہوتی ہے تھوڑی دیر بعد چلتا ہے اسی مسجد کی صفوں پر سرکار کے غلاموں کا خون بہایا گیا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے گھروں سے اپنے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لئے آتے ہیں جب امام کے پیچھے تکبیر وتحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو گولیوں سے ان کے سینے چھلنی ہو جاتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟ جو ایسا کرتے ہیں۔ کیا مسلمان ہیں کیا ان کا ضمیر انہیں ملامت نہیں کرتا؟۔ کیا یہ مسلم ہیں یا منافق؟

منافق نمازی کے قتل کا حکم

محدث کبیر امام ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث پاک کی تخریج فرمائی ہے۔ کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بڑا ہی عابد وزاہد نوجوان تھا۔ ہم نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ اسے نہ جان سکے۔ ہم نے پھر اس کے اوصاف وحالات کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ اسے پھر نہ جان سکے ایک دن اچانک وہ سامنے آ گیا تو جیسے ہی اس پر نظر پڑی ہم نے فوراً حضور ﷺ کو خبر دی کہ یہ وہی نوجوان ہے۔ تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا میں اس کے چہرے پر شیطان کے دھبے دیکھ رہا ہوں۔ اتنے میں وہ حضور ﷺ کے قریب آیا اور اس

نے سلام کیا تو نبی کریم ﷺ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا یہ کیا بات درست نہیں کہ تو اپنے دل میں ابھی سوچ رہا تا کہ تجھ سے بہتر یہاں کوئی نہیں اس نے جواب دیا ہاں۔ اس کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد کے قریب گیا تو حضور ﷺ نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرتا ہے؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی میں چنانچہ آپ اس ارادے پر مسجد میں داخل ہوئے تو اسے نماز پڑھتا دیکھ کر واپس لوٹ آئے اور اپنے دل میں خیال کیا میں نمازی کو قتل کروں؟ جب کہ حضور ﷺ نمازی کے قتل کو منع فرمایا ہے پھر حضور ﷺ نے آواز دی اسے کون قتل کرے گا؟ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی میں کرتا ہوں جب اس ارادے سے مسجد میں داخل ہو گئے تو وہ سجدہ کی حالت میں تھا وہ بھی اسے نماز پڑھتا دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح واپس لوٹ آئے پھر حضور ﷺ نے آواز دی کہ کون اسے قتل کرے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں کرتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم نے پا لیا تو ضرور قتل کرو گے۔ تو حضرت علیؓ اسی ارادے سے مسجد کے اندر داخل ہوئے تو وہ شخص جا چکا تھا (تو آپ واپس آ گئے) حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو میری امت کے تمام فتنوں میں یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا میری امت کے دو افراد آپس میں کبھی نہ لڑتے۔ (بحوالہ تحفظ عقائد اہل سنت مولانا ظہر الدین خان مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

قارئین کرام! آپ خود اندازہ فرمائیں کہ نبی کریم نے اسے قتل کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ کیا آپ ﷺ نے اس کا کوئی صریح جرم دیکھا تھا؟ جو شریعت کے متصادم تھا بظاہر تو وہ شریعت کی پاسداری کر رہا تھا مگر رسول ﷺ اس کی باطنی خبث کو جان گئے۔ آج کے دور میں بھی فرقہ پرست اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقل مند تصور کرتے ہیں ان لوگوں کا دھیان اپنی نمازوں کی طرف ہوتا ہے۔ اپنے باطنی خبث پر نہیں ہوتا۔ اپنے آپ کو سب سے بڑا توحید پرست کہتے ہیں اور دوسروں کو فرقہ پرست اور پاگل بیوقوف تصور کرتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے آج کے دور میں امت مسلمہ کی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ ہر

طرف فرقہ پرستی کا بازار گرم ہے ایک مسلک والا دوسرے مسلک کے فرد کو اسلام کی صف میں شامل کرنے سے ہی گریز کرتا ہے۔ یہ فرقہ پرست ہی ہیں جو مسجد میں جمع ہوتے تو آپس میں سر جوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اہل ایمان پر اپنے رکیک حملوں کے ناپاک منصوبہ بناتے ہیں ۔ یہ لوگ بظاہر نمازیں بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں دوسروں کی خوشامد کرتے ہیں۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں اور

دیکھنے میں دوسروں کے خیر خواہ نظر آتے ہیں
قرآن و حدیث کی تعلیمات ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے

جب ان کے سامنے عقائد کی بات کی جائے تو کہتے ہیں ہم عقائد کے پرچار کے لئے نہیں آئے بلکہ آپ لوگوں کی اصلاح کے لئے آئے ہیں کلمہ کی تلقین کے لئے آئے ہیں۔ عقائد کی وضاحت کرنا علماء کا م ہیں مگر جب ان کے سامنے حضور ﷺ کی محبت وغلامی کی بات کی جاتی ہے تو ان کے بدن نیم مردہ بلکہ بے حس ہو جاتے ہیں پہلی بار قریب آنے والے کی خوب خاطر تواضع کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس دن گزارتا ہے تو ان کے عزائم قبیحہ رونما ہونے لگتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ۔

ہم شرک وبدعت کا خاتمہ چاہتے ہیں کہ سب لوگ توحید پرست بن جائیں۔
نعت مصطفیٰ ﷺ ان کے نزدیک دین میں غلو بن جاتا ہے۔ درود سلام پڑھنا ان کے نزدیک دین میں اضافہ ہو جاتی ہے۔ نعرہ رسالت کے جواب میں یارسول اللہ کہنا ان کے نزدیک شرک اکبر ہو جاتا ہے۔ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف کے پڑھنا ان کے نزدیک نمازوں میں خلل کا باعث ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کے تمام معجزات کو ماننے سے گریزاں ہو جاتے ہیں۔

اولیاء حق کی کرامات کو ماننے سے ان کے نزدیک ذین میں خرابی ہو جاتی ہے۔
الحمد اللہ علی ذلک اہل سنت وجماعت کے وہی عقائد ہیں جو صحابہ کرام تابعین تبع تابعین

عظام اور اولیاء عظام بزرگان دین کے عقائد تھے۔ ہمارے عقائد کہ میں سے کوئی عقیدہ قرآن وسنت سے متصادم نہیں۔ ہاں ان کے عقائد وہی ہیں۔ جو ذوالخویصرہ تمیمی کے تھے ان کے طور اطوار حلیہ لباس وہی ہے جو مخبر صادق ﷺ نے بیان فرمایا انیس بیس کا فرق نہیں۔ ان کے عقیدے کی وضاحت کے لئے یوں تو سینکڑوں دلائل ہیں جن کے پڑھنے سے ان کے عقائد بد کافی وشافی واضح ہو جاتے ہیں مگر حال ہی میرے ایک دوست نے مجھے بتایا۔

کہ میں لاہور سے راولپنڈی بس پر کنڈیکٹر تھا جس گاڑی پر میں نوکری کرتا تھا اس کے شیشے کے اوپر سٹیکر لگا تھا جس پر الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ لکھا تھا جب گاڑی راولپنڈی اڈہ سے چلی تو تقریبا ساری گاڑی تبلیغی جماعت سے بھر گئی جب گاڑی جہلم پہنچی تو اس کا ٹائی راڈ کھل گیا اور قدرتی طور پر گاڑی کسی بڑے حادثہ سے بچ گئی اور ایک جگہ رک گئی ابھی اس کے چلنے میں وقت تھا۔ جب کافی انتظار کرتے رہے تو میرے پاس اس جماعت کا بوڑھا سا امیر آ گیا اور کہنے لگا کو چہ امارا بات سنو مجھے ایک طرف لے جا کر کہنے لگا میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اگر تم ہمارا بات مان لو گے تو تمہارا گاڑی کبھی خراب نہ ہوگا۔ میں نے کہا کیا بات ہے کہنے لگا وہ جو تم نے بس کے شیشے پر صلوۃ وسلام کا کاغذ لگایا ہے اس کو اتار دو اور پھاڑ ڈالو کیونکہ یہ شرک ہے۔

کہتا ہے میں غصے میں آپے سے باہر ہو گیا میں نے کہا تم بوڑھے بھی ہو اور بہت بڑے منافق بھی ہو تم نبی پاک ﷺ کے دور میں بھی باز نہیں آتے تھے اور اب بھی نہیں آتے۔

بہر حال ہمارا مقصد کسی پر بے جا تنقید نہیں بلکہ حقائق سے آگاہی کرنا ہے کہ جب تک امت ایسے ناپاک فرقہ وارانہ تعصبات سے پاک نہیں ہوتی اس کی گاڑی کبھی آگے نہیں چل سکتی۔ اگر ایک مسلمان کا رشتہ ہی نبی پاک ﷺ سے منقطع ہو جائے تو اعمال حسنہ کے ڈھیر کیا کریں گے؟ اعمال حسنہ اس کے قابل قبول ہیں جس کا رشتہ حضور ﷺ کے ساتھ قائم ہے۔ علامہ اقبال نے اسی عقیدے کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست
گرد تو گردد حریم کائنات
از خود خواہم یک نگاہ التفات

یارسول اللہ انظر حالنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَا اَیُّھَا الذین امنو الا تقولو اراعنا وقولوا انظر نا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم ٥ ترجمہ اے اہل ایمان! مت کہا کرو راعنا بلکہ کہا کرو انظرنا اور غور سے سنا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب ازلاہری فرماتے ہی۔

''راعنا'' ذومعنی لفظ ہے اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ ہماری رعایت فرمایئے اور صحابہ کرام ﷺ بارگاہ رسالت میں جب حاضر ہوتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کسی ارشاد گرامی کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تو عرض کرتے۔ راعنا اے حبیب الہ ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکے ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھا دیجئے۔ لیکن یہود کی عبرانی زبان میں یہی لفظ ایسے معنی میں مستعمل ہوتا جس میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی ہے اللہ تعالی کو اپنے محبوب ﷺ کی عزت تعظیم کا یہاں تک پاس ہے کہ ایسے لفظ کا استعمال ممنوع فرمادیا جس میں گستاخی کا شائبہ تک بھی ہو چنانچہ علماء کرام نے تصریح کی ہے اس آپ سے ثابت ہوا کہ ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تنقیص اور بے ادبی کا احتمال تک ہو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے تو ایسے شخص کو حد قذف لگانے کا حکم دیا۔

''راعنا'' کی جگہ انظرنا کہا کرو (یعنی ہماری طرف نگاہ لطف فرمائے) کیونکہ یہ

لفظ ہر طرح کے احتمالات فاسدہ سے پاک ہے۔ واسمعوا کا حکم دے کر یہ تنبیہ فرمادی کہ جب میرا رسول تمہیں کچھ سنا رہا ہو تو ہم ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرو تا کہ انظرنا کہنے کی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ یہ بھی تو شان نبوت کے مناسب نہیں کہ ایک ایک بات تم بار بار پوچھتے رہو۔ یہ کمال ادب اور انتہائے تعظیم جس کی تعظیم عرش وفرش کے مالک نے غلامان مصطفٰی کو دی اب جو لوگ حضور کریم ﷺ کو صرف بڑے بھائی کی سی حیثیت دیتے ہیں یا اپنے جیسا بشر ثابت کرنے میں اپنی ساری قابلیتیں صرف کر دیتے ہیں وہ اپنے انجام پر خود ہی غور کریں

(ضیاء القرآن جلد اول صفحہ ۸۳)

قارئین محترم!

سمجھ میں نہیں آ سکتا کہاں سے جلوہ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

بارگاہ اقدس فیضان الٰہی کا وہ بحر بیکراں ہے جس کی وسعت کا اندازہ سوائے رب جلیل (جو عطا کرنے والا ہے) کوئی نہیں لگا سکتا۔ یہ تو سر پھرے لوگ جو اس چشمہ محمدی کے طول وعرض کو ہر وقت ناپتے رہتے ہیں۔ ان عقل کے اندھوں کے پلے اپنے کچھ نہیں ہوتا۔ تو سمجھتے ہیں جس طرح میرا بھانڈا خالی ہے شاید اسی طرح اگلے کا بھی خالی ہے۔ یعنی اپنی جہالت کے آئینے میں عکس اپنا ہی نظر آتا ہے تو اپنا بھینگا پن چھپانے کے لئے کہتے ہی اگلا بھی میری طرح کا ہے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم:** جب کہ صاحب تقویۃ الایمان نے لکھا ہے کہ نبی کی تعظیم بڑے بھائی کی سی ہے۔ اپنی جہالت اور کم عقلی کی بناء پر بعض ناداں یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ایک انسان جب اللہ رب العزت کے حضور عجز و انکسار سے دعائیں مانگ رہا ہو تو اس کو بھی اپنی توجہ کا رخ بدلتے ہوئے یا رسول اللہ انظر حالنا کہنا عظمت کی توحید کے منافی ہے۔ یہ عقیدہ کسی صاحب ایمان کا نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف اس بد بخت کا ہو سکتا ہے جو شیطانی فریب کاریوں کے جال میں پھنس کر رہ گیا ہو۔ یا وہ جو اپنی

عقل کی الجھی ہوئی ڈور کے سرے ملا رہا ہو وہ ساری عمر اس کے سرے ہی ملاتے گزار دیتا ہے اسے عمر بھر منزل نصیب نہیں ہوتی۔ منزل تو اس کو ہی نصیب ہوئی گی جو محبوب کے بوہے کا کنڈا کھڑکائے۔ یاد رہے در محبوب پر دستک دینے کے طریقے ہوتے ہیں ایک تو وہ تھے جھوں نے باہر گلی میں کھڑے ہو کر آواز دی کہ۔ یا محمد اخرج علینا :المحمد! باہر ہمارے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی ادا پسند نہ آئی تو ان بے چاروں اور گستاخوں کو اکثر ہم لایعقلون کا خطاب سننا پڑا ایک وہ جن کے دل گستاخی اور بڑی مجبوری اور خودغرضی کے عالم میں در محبوب پر دستک دینا پڑتی تھی۔ تو وہ جو محبوب دلنواز ہے وہ نباض امت ہے۔ اپنی چشم مازاغ اور نگاہ بصیرت سے ان کے دلوں کی کیفیات کو دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ یہ خودغرض آئے ہیں یہ سب کچھ پا کر بھی نمک حرام ہی رہیں گے۔ اور ناک منہ چڑھائیں گے تو ایسے خناسوں کے لئے دروازے بند ہی بہتر ہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں کئی ایسے افراد سے آپ کو واسطہ پڑا ہو گا جن کے عقیدے کی سیڑھی کا پہلا ڈنڈا ہی یہ ہے۔ کہ نبی سے مانگنا شرک ہے۔ جو نبی رب کا محتاج ہے وہ تمہیں کیا دے گا بس اسی سے مانگو جو سب کا کارساز ہے۔

بھلا ہم کب کہتے ہیں کہ اپنے رب سے نہ مانگو ضرور مانگو دل کھول کر مانگو ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب جہاد کشمیر کے نام پر فنڈ مانگنے آتے ہیں تو زیادہ تر انہی لوگوں کے پاس آ کر جھولیاں پھیلاتے ہیں کہ جی ہمیں کچھ دو اور مانگتے بھی انہیں لوگوں سے ہیں۔ جو سرکار کے وسیلہ سے کھاتے ہیں۔ اگر حضور کے توسل سے مانگنا حرام ہے تو پھر جو مال لیا گیا وہ حلال ہو گا ہم تو اسی لئے کہتے ہیں

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سرا سر موم یا پھر سنگ ہو جا

لیکن مکار اپنی مکاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے اس بات کو اکثر

کہتے ہیں یارسول اللہ کیوں کہتے ہو بھلا وہ حاضر ناظر ہیں اگر آپ ﷺ حاضر ناظر ہیں تو نماز انہی اقتداء میں نماز پڑھا کرو۔ اگر وہ مدد کر سکتے ہیں تو پھر ان سے کشمیر کیوں نہیں آزاد کرا لیتے؟

راقم الحروف افلاطون وارسطو کے فلفسہ کی بات نہیں کر رہا بلکہ اس ذات والا صفات کی محبت کے بحر بیکراں سے گوہر نایاب اٹھا کر قارئین کے دامن میں ڈال رہا ہے جن کے وصول کرنے سے روح کو جلا ملے۔ قلب ونظر کو طہارت ملے۔ ایمان کو تازگی ملے۔ عقیدے کو پختگی ہے۔

اصل مسئلہ یو یہ ہے کہ ایمان کا نور اسے ملتا ہے جس نے کبھی خالق و مالک حقیقی کے حضور کبھی اس دعا کے ساتھ دست سوال دراز کئے ہوں گے۔

خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

تو وہ جو ہر وقت شیطانی فکر وفلسفہ میں ہاتھ پاؤں مارنے کا عادی ہو جس نے ہمیشہ عقل کے گھوڑے پر سوار ہو کر سواری کی ہو اور جو ہر وقت ابلیسی فریب کاریوں کا عادی ہو تو بھلا اسے ایمان کی حقیقی معرفت کیونکر مل سکتی ہے ۔ ذرا پوچھئے! فکر صدیق ؓ سے کہ اے صدیق آپ کو ایمان کا نور کس طرح ملا؟ تو آواز آئے گی کہ زندگی بھر آنکھیں بند کر کے یار کے پیچھے پیچھے چلتا رہا آر لگائے یار پار۔ یہ تو اس کی مرضی ہے۔ اگر صدیق اکبر ذات مصطفیٰ ﷺ کے حضور میں بولتے تو کیا قرآن ان کی صداقت پر گواہ ہوتا؟ تو کیا صاحب قرآن اسے زندگی بھر اپنے ساتھ رکھتے یہ تو نتیجہ ہے اس بے بوث محبت کا۔ یہ تو نتیجہ ہے اس بے لوث عقیدت کا۔ کہ کائنات کا ذرہ ذرہ آج بھی گواہی دے رہا ہے کہ۔

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا ایمان کا اخلاص کا ایقان کا

اصل مسئلہ بصیرت روحانیت کا ہے جس کا روحانیت کے ساتھ کوئی واسطہ ہی نہ ہو

اور بصیرت سے بالکل بے بہرہ ہو حاضر و ناظر کا مسئلہ اس کی سمجھ میں کس طرح آ سکتا ہے؟
اس فلسفہ کو سمجھنے کے لئے صدیق کی سی آنکھ چاہیے۔ بلال جیسا عشق چاہیے ابو عبیدہ جیسی دیانت چاہیے ابن مسعود جیسی عقیدت چاہیے حذیفہ جیسا دل چاہیے۔ سعد بن ابی وقاص جیسا جذبہ چاہیے، معاذ جیسا فہم چاہیے۔ ابن عباس جیسا علم چاہیے اور جو بندہ ہی بندۂ ابلیس ہو جو صرف قیل وقال کا شکا ہو وہ تو دن رات تنقیص نبوت کے پہلو تلاش کرنے کے لئے دن رات روایتیں ہی تلاش کرتا کرتا قبر میں جا کر نکیرین سے اپنا الٹرا ساؤنڈ کرائے گا۔

روح شاهد مطلق کی کائنات میں جلوہ گری

یا رہے کہ ذات مصطفیٰ ﷺ کی نگاہ بصیرت سے عالمین کی کوئی شے اوجھل نہیں اور اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کی بشریت کاملہ اور جسد اقدس ہر شخص کے سامنے ظاہر و باہر ہے بلکہ اس کا حقیقی مفہوم تو یہ ہے کہ ساری کائنات کو آنحضور اپنے سامنے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارکہ کو اس قدر تقویت عطا کی ہے کہ آپ روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے ایک ہی وقت میں کئی مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھداً (الاحزاب)

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی بے شک، ہم نے آپ کو بھیجا ہے حاضر و ناظر بنا کر۔

ویکون الرسول علیکم شھیداً (البقرہ)

اور یہ رسول تم پر گواہ ہیں۔

وجئنابک علی ھولاء شھیداً (النساء)

اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

امام راغب الاصفہانی نے لفظ شاہد کا لغوی معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

الشهود والشهادة الحضور مع المشاهده اما بالبصر او بالبصيرة والشهادة قول صادر عن علم حصل بمشاهدة بصيرة اوبصر واما الشهيد فقد يقال لشاهد والمشاهد للشئى وكذا قوله فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنابك على هولاء شهيدا (المفردات امام راغب الاصفہانی صفحہ 269-270)

شہوداور شہادت کا معنی مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا۔ مشاہدہ آنکھ سے ہو یا بصیرت سے۔شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہد سے حاصل ہونے والے علم کی بناپر صادر ہو۔ شہید تو گواہ اور شے کا مشاہدہ کرنے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کے اس فرمان میں یہی معنی ہے کہ کیا حال ہوگا جب ہم ہرامت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر کبیر ج ۴ صفحہ ۱۱۴،۱۱۳ پر فرماتے ہیں

شہادت ومشاہدہ اور شہود کا معنی دیکھنا ہے جب تم کسی چیز کو دیکھو تو تم کہتے ہو میں نے فلاں چیز دیکھی کیونکہ آنکھ سے دیکھنے اور دل سے پہچاننے میں بہت زیادہ مناسبت ہے اس دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود بھی کہا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قوت مشاہدہ عطا کی ہے۔جس کا آج کے دور کا کوئی جاہل یا بے دین وعظ فروش ملاں نہیں کرسکتا۔ اس کا ادراک صرف وہی صاحب عقل سلیم ہی کر سکتا ہے۔جس کا کسی صاحب مشاہدہ کے ساتھ تعلق قائم ہوا ہو۔ سید عالم ﷺ نے ارشادفرمایا۔

ارسلت الى الخلق كافة: مجھے تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہے (مسلم ج اول صفحہ ۱۹۹) یہ بات ظاہر ہے کہ رحمت عالم ﷺ عالمین کی طرف بھیجے گئے سراپا رحمت بنا کر تو عالمین کو علم ہے کہ حضور ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور جسے بھیجا گیا ہوا سے بات کا علم ہی نہ ہو۔ ذرا ہوش کے ناخن لو۔ سرور عالمین وعالمیان ﷺ کو اس بات کا بخوبی علم

وادراک ہے کہ میری نبوت کا پرچم کہاں تک اور کب تک لہراتا رہے گا تو آپ نے فرمایا۔
اے جن وانس اے قدسیان فلک جب تک نظام کائنات باقی رہے گا میں اس وقت تمام عالمین کی جمیع مخلوقات کا شاہد ہوں بلکہ رب کائنات کی ربوبیت کاملہ کا بھی گواہ ہوں۔
اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم (الاحزاب)
یہ نبی (ﷺ) مومنین کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔
علامہ آلوسی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی ج اول صفحہ ۱۵۱ پر فرمایا
النبی اول ای احق واقرب الیھم من انفسھم : نبی ﷺ ان کی جانوں کی نسبت زیادہ حقدار ہیں اوران کے زیادہ قریب ہیں۔
علماء دیوبند کے مستند عالم دین۔ مولانا قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔
النبی اولی بالمومنین من انفسھم جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے یعنی ان جانیں اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ﷺ ان کے نزدیک۔ اصل معنی اولیٰ قرب ہیں (آب حیات مولانا نانوتوی ص ۷۳)
مولانا نانوتوی کا حوالہ میں نے اس لئے دیا ہے کہ ان کی نسبت رکھنے والے آج کے دور کے ملاں جو بڑی بے باکی سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر بڑے سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں ذرا اپنے قطب العصر کا عقیدہ ملاحظہ فرمالیں یہ بھی عجیب بات اپنے عقیدہ کے عالم کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر لے جائیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جب کسی عاشق رسول کی باری آتی ہے تو اس پر شرک و بدعت کے فتوے ٹھونس کر دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دیتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوسروں کے دلائل کو بھی حقیقت پسندانہ ہو کر دیکھا اور پرکھا جائے۔ کہ آیا حقیقت کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں کہ نہیں۔
اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا،

وما ارسلناک الا رحمة العالمین: (الانبیاء) اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر سب جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر۔ علامہ آلوسی نے اس آیت کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کا تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا اس اعتباز سے ہے کہ ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق جو فیضان الٰہی وارد ہوتا ہے حضور ﷺ اس فیض کا واسطہ ہیں اسی لئے آپ ﷺ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور (اپنے فیضان نور سے) پیدا کیا اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے ہم تقسیم کرنے والے ہیں اس سلسلے میں صوفیاء کا کلام کہیں بڑھ چڑھ کر ہے (روح المعانی ج ۱۷ صفحہ ۱۰۵)

علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ اس نے سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کا نور پیدا فرمایا پھر عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک تمام مخلوق کو آپ کے نور کی جز سے پیدا فرمایا۔ پس آپ کو وجود اور شہود کی طرف بھیجنا ہر موجود کے لئے رحمت ہے لہٰذا آپ ﷺ کا موجود ہونا مخلوق کا ہونا ہے اور آپ کا موجود ہونا مخلوق اور تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے پس آپ ایسی رحمت ہیں جو سب کے لئے کافی ہیں (روح البیان حوالہ عرائس البیان ج ۵ صفحہ ۵۲۸)

السلام علیک ایها النبی

اذا کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم وفی الصلوة قلنا السلام علی الله من عباده السلام علی فلان وفلان فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم لا تقولوا السلام علی الله فان الله هو السلام ولکن قولوا التحیات لله والصلوات والطیبات السلام علیک ایها النبی ورحمته الله وبرکاتهٗ اسلام علینا وعلی عبد الله الصالحین فانکم اذا قلتم ذلک اصاب کل عبد فی السماء او بین السماء والارض (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۱۵)

ہم جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم (سلام پھیرتے وقت) یہ کہتے تھے اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام فلاں اور فلاں پر سلام نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم السلام علی اللہ نہ کہو وہ بذات سلام ہے لیکن تم یہ کہو **التحیات والصلوۃ والطیبات السلام علیک ایھا النبی** : بے شک جب تم یہ کہو گے تو زمین وآسمان میں داخل والے ہر نیک بندے کو سلام پہنچ جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان (التحیات للہ) صرف اس وقت کے لئے ہی محدود نہ تھا بلکہ اس میں عموم کا فائدہ ہے اسی لئے ایک نمازی جب نماز کے لئے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتا اور جب اسے نماز میں معراج نصیب ہوتا ہے تو یہ مقام معراج اپنی بلندی پر اس وقت پہنچتا ہے جب نمازی اسلام علیک ایھا النبی کہتا ہے، نماز پڑھنے والا کہیں بھی ہو زمین کے نیچے کسی سرنگ میں فضاؤں اور ہواوں کی بلندیوں میں ہو۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں شمال میں ہو یا جنوب میں جہاں کہیں بھی ہو جب تک وہ السلام علیک ایھا النبی کے ندایہ کلمات سے سلام پیش نہیں کرے گا تو اس کو معراج کس طرح نصیب ہوگا؟

اور حقیقت بات تو یہ ہے کہ نمازی نے جب نماز میں **التحیات للہ والصلوۃ** کے ذریعے عالم ملکوت کا دروازہ کھولنے کی درخواست پیش کی تو اسے لایموت کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ بارگاہ ایزدی کے حضور مناجات کی بدولت اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں (حضور نے فرمایا میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے) تو اس حقیقت سے آگاہ کردیا گیا کہ اس کو یہ سعادت نبی کریم ﷺ کی اتباع کی بدولت نصیب ہوئی تو اچانک اس نے توجہ کی تو پتہ چلا کہ محبوب کریم ﷺ رب رحیم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہیں تو **السلام علیک ایھا النبی** : کہتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوا۔

یہ مقام کن خوش نصیبوں کو نصیب ہوتا ہے؟ جن کا عقیدہ ہو کہ کائنات کے ذرے ذرے میں نور مصطفیٰ کی تجلیات ہیں۔ یہ مسئلہ تو خاص روحانیت کا ہے یہ مقام الٰہی لوگوں کا

ہے جن کے انگ انگ میں محبوب کریم ﷺ کی محبت جلوہ گر ہوتی ہے اور جو قیل وقال کے شکار رہتے ہیں وہ نماز کی حقیقی معراج سے محروم رہتے ہیں۔ فیضان نبوی کی برکات سے ان کا اپنا دامن بھی خالی ہوتا ہے تو وہ اپنی کج فہمی کی بنا پر یہی سمجھتے ہیں جس طرح ہمارا بھانڈا خالی ہے شاید دوسرا بھی ہمارے جیسا ہے۔

شیخ عبدالحق محدیث دہلوی کا فرمان

سید عالم ﷺ ہمیشہ تمام احوال وواقعات میں مومنوں کے پیش نظر اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ خصوصاً عبادت کی حالت میں اور اس کے آخر میں نورانیت اور انکشاف کا وجودان احوال میں بہت زیادہ اور قومی ہوتا ہے۔

بعض عرفا نے فرمایا کہ یہ خطاب (السلام علیک ایھا النبی) اس بنا پر ہے کہ حقیقت محمد یہ موجودات کے ذروں اور افراد ممکنات میں جاری وساری ہے پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں لہٰذا ان نمازیوں کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ رہے تا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے سرار سے منور اور فیضیاب ہو۔ (اشعتہ العمات جلد دوم صفحہ ۲۵۸)

قارئین کرام! اہل سنتہ والجماعتہ کا عقیدہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں آپ ﷺ جہاں چاہیں جب چاہیں جا بھی سکتے ہیں اور آ بھی سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی روح مبارکہ کو وہ قوت عطا کی گئی ہے جو کسی اور کو نہیں ملی۔ آپ ﷺ کی نگاہوں کے قرب وبعد کے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کی قوت سماعت کا کیا کہنا اس کا اندازہ لگانا کسی عام مسلمان کے بس کی بات نہیں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ

آسمان کی فضاؤں میں سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت دوراں بجلی کی طرح تیزی کے ساتھ پرواز کرتا ہوا وادی نمل سے گزرتا ہے آسمان کی بلندیوں

پرحضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر دیکھ کر چیونٹی کہتی ہے۔اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں داخل ہوجاؤ کہیں بے خبری کے عالم میں سلیمان اوراس کا لشکر تمہیں روندنہ دے۔

سبحان اللہ! پیغمبرانہ قوت سماعت کا کیا کہنا کہ اتنی مسافت بعیدہ پرتخت جلال پر بیٹھ کراڑنے والاسلیمان اس چیونٹی کی معصوم آواز کوسن کرمسکرادیتا ہے۔

اگر سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کی آواز سن سکتے ہیں تو حضور علیہ السلام کی قوت سماعت کا کیا کہنا ہے۔

آپ ﷺ کی قوت سماعت وبصارت کا کیا کہنا کائنات کا کوئی ذرہ آپ کی چشم مازاغ سے اوجھل نہیں۔

مَا کُنتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَّدَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال ان ا لعبد اذا وضع فى قبرة وتولى عنه اصحابه انه يسمع قرع نعا لهم اتاه ملكان فيقعد انه فيقولا ن له ما كنت فى هذا الرجل رمحمد فاما المومن فيقول اشهد انه عبد الله ورسوله فيقال له انظر الى مقعدک من النار قد ابد لک الله به مقعدا من الجنة:(رواه البخارى ج اول صفحه ۱۸۳، ۱۸۴)

بے شک جب آدمی قبر میں رکھا جاتا ہےاوراس کے دفن کے بعد پیٹھ پھیر لی جاتی ہےاوراس کے ساتھی چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کوسنتا ہے تو اس کے پاس دوفرشتے آتے ہیں اور بٹھا کرا سے کہتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد مصطفی ﷺ کے بارے میں تو (دنیا میں) کیا کہتا تھا تو اگر وہ مومن ہوتو وہ کہتا ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پھراس سے کہا جاتا ہے دوزخ میں تیری جگہ تھی اس کوتو دیکھ

لے اللہ تعالیٰ نے تیری جگہ کو جنت میں بدل ڈالا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث پاک میں ہے۔ **ما کنت تقول فی ھذا الرجل**: کے کلمات قابل غور ہیں اس میں ھذا اسم اشارہ قریب جو محسوس مبصر کے لئے آتا ہے یہ حقیقی معنی کے لئے یعنی اس ہستی کے بارے میں کہا کرتا تھا عربی کا قاعدہ ہے جب فعل مضارع کے ساتھ کان یکون آجائے گا تو ماضی استمراری کا معنی دیتا ہے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہاں حاضر و قریب ذہنی مراد ہو سکتا ہے یاد رہے مجازی معنی اس وقت مراد ہوتا ہے جب حقیقی معنی ممکن نہ ہو۔ جب کہ یہاں حقیقی معنی مراد ہے تو مجازی کیا مطلب ہے؟ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہر قبر میں بجسدہ تشریف لاتے ہیں (جواہر البحار اردو ج دوم صفحہ ۳۴۱)

یہ بھی عجیب بات ہے جب کسی بدعقیدہ کے سامنے سرکار دو عالم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی بات کی جاتی ہے تو بڑے دھڑلے سے کہہ دیتے ہیں دیکھو جی یہ بھی کوئی مسئلہ ہے جس کی بابت آپ سوال کر رہے ہیں قبر میں تو صرف عمل صالح ہی کام آئیں گے۔ آپ ﷺ کے عقیدہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا کہ آپ حاضر و ناظر ہیں کہ نہیں۔

حالانکہ قبر میں سوال ہی عقیدہ کے بارے ہوگا کہ **ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد** کہ اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا تھا یہی تو عقیدہ ہے جسے آج تک بدعقیدہ نہ سمجھ سکا یاد رکھیں عمل صالح کی بنیاد ہی عقیدہ ایمان بالرسالت پر ہے۔ حضور ﷺ کی ذات کامل ہی ذات ایمان کا حقیقی معیار ہے جس کا اس دنیا میں آپ ﷺ کے ساتھ تعلق اور نسبت رہی تو وہی آپ کو قبر میں پہنچا سکے گا۔

دنیا میں ہزاروں انسان بیک وقت مرتے ہیں کوئی کہاں دفن ہوتا ہے کوئی کہاں مرتا ہے تو جہاں بھی جو مرتا ہے اس کے سامنے سے برزخی زندگی میں تمام حجابات اٹھ جاتے ہیں وہ اپنی آنکھوں کے سامنے سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھتا ہے جو صاحب ایمان ہوتا ہے وہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے۔ تو وہ ذات والا صفات ہر ایک کی قبر میں اس

کے سامنے جلوہ نما ہوتے ہیں تو دنیا کے اس جہاں میں آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی سی شے مانع ہے اور اگر امتی کے سامنے سے پردہ اٹھ سکتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کے سامنے سے کیوں نہیں اٹھائے جا سکتے ؟۔

سیدنا غوث اعظم کو دیدار رسول ﷺ

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ظہر کی نماز سے پہلے سرور عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا گفتگو کیوں نہیں کرتے ؟ عرض کی ابا جان میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کیسے گفتگو کروں حضور ﷺ نے فرمایا۔ منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک سات مرتبہ میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا! اب خطاب کرو اور اپنے رب کی طرف حکمت و موعظت کے ساتھ دعوت دو۔ چنانچہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا مخلوق خدا کا بڑا ہجوم میرے سامنے حاضر تھا۔ تو اچانک مجھ پر اضطراب کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے سامنے مجلس کھڑے نظر آئے اور فرمادیا بیٹے ! خطاب کیوں نہیں کرتے میں نے عرض کی میں خطاب کیسے کروں تو میری طبیعت پر ہیجان کی سی کیفیت طاری ہوئی فرمایا منہ کھولو تو میں نے منہ کھولا آپؓ نے چھ مرتبہ میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا میں نے پوچھا آپ نے ساتھ مرتبہ کی تعداد پوری کیوں نہیں کی ۔ تو فرمایا حضور ﷺ کے احترام کی وجہ سے۔ (علامہ آلوسی روح المعانی ج ۲ صفحہ ۳۵)

شیخ ابو العباس المرسی کا عقیدہ

ایک شخص نے حضرت ابو العباس المرسی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت آپ مجھے مصافحہ فرمائیں کیونکہ آپ نے بہت ہی زیادہ شہر دیکھے اور اللہ والوں کی زیارت کی ہے تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم ! اس نے اس ہاتھ سے رسول ﷺ کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا اگر آپ ﷺ ایک لمحہ کے لئے مجھ سے غائب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان

تصور نہیں کرتا۔(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۵)

سید احمد کبیر الرفاعی کا عقیدہ

حضرت سید احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ فراغت حج پر روضہ حضور ﷺ پر حاضر ہوئے تو عرض کی

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها

تقبل الا رض عنی وهی نا ئبتی ها

وهذه دولة الا شباح قد حضرت فامدد

یمینک کی تحظی بها شفتی مدد

میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا اور وہ میری نیابت میں زمین بوسی کیا کرتی تھی۔ اور یہ میرے بدن کی دولت ہے میں جسمانی طور پر حاضر ہوا ہوں آپ ہاتھ بڑھایئے تاکہ میرے ہونٹ اس سے فیضیاب ہوں۔

(تسکین الصدور از شیخ سرفراز گکھڑوی ۲۲۹ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۱)

نورالدین حلبی کا عقیدہ

سید نورالدین حلبی روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور سرکار کی بارگاہ میں سلام عرض کیا کہا۔

السلام علیک ایها النبی ورحمته الله وبر کاته:

اے نبی ﷺ آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوئی ہیں۔

تو آپ کے روضہ اطہر سے آواز آتی ہے وعلیک السلام یا ولدی

اے میرے بیٹے تجھ پر بھی سلام ہو۔ اس آواز کو تمام حاضرین نے سنا (جواہر البحار ج دوم صفحہ ۲۳۶)

شہر رسول میں جھاڑو دینے والی عورت

ایک ہاشمی عورت مدینہ منورہ میں خاکروبی کرتی تھی تو بعض خدام نے اسے کچھ تکلیفیں دی تو نے دربار اقدس پر شکایت کی تو آواز آئی جس طرح مصائب پر میں نے صبر کیا تو بھی صبر کر (ایضاً)

آپ ﷺ ہر جگہ موجود ہیں

کہ میں آپ ﷺ کے جسد اقدس کو دیکھتا ہوں کہ اس سے کوئی زمان و مکان محل امکان عرش و کرسی لوح و قلم، سخت و نرم برزخ اور قبر ہر جگہ جلوہ افروز ہیں اور کوئی جگہ آپ ﷺ سے خالی نہیں ہے عالم علیا بھی عالم سفلی کی طرح خالی نہیں ہے حضور میں بھی موجود ہیں جس طرح ساعت مشرق والے زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں اس طرح مغرب والے بھی شرف دیدار سے نوازے جا رہے ہیں مراقبہ والے مراقبہ میں میں عالم بالا یا والے خواب میں بیداری والے بیداری میں دیدار کر رہے ہیں کسی نے کیا خوب کہا

لیس علی الله بمستنکر　　　ان یجمع العالم فی واحد

اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی بڑی چیز نہیں کہ سارے عالمین کو ایک میں جمع کردے

گوشے گوشے میں سرکار کے جلوے

عارف باللہ شیخ ابوالعباس طنجی نے بیان کیا کہ میں اپنے شیخ احمد رفاعی کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کیا حضور ﷺ کو پہچانتے ہو؟ (انہوں نے نفی میں جواب دیا) تو فرمایا تم فوراً اپنے شیخ عبدالرحیم قناوی کے پاس جاؤ تا کہ رسول ﷺ کی معرفت کرائیں اور تیری منازل سلوک مکمل ہوں۔

چنانچہ جب میں اپنے شیخ کے پاس پہنچا تو آپ نے حکم فرمایا فوراً بیت المقدس پہنچ جاؤ تا کہ تجھے تیرا مقصود مل جائے۔ جب میں بیت المقدس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے میری

آنکھوں سے تمام حجابات مرتفع کردیئے۔ میں نے حضورﷺ کی زیارت اس حالت میں کی کہ آسمان زمین عرش وفرش کی کائنات کا گوشہ گوشہ آپ سے پر ہے۔

(جواہرالبحار۲دوم صفحہ۳۴۳)

اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو اس مقام پر قائم فرمایا جہاں سارے کائنات دیکھ سکے جس طرح چاند ہے۔ مشرق ومغرب والے دونوں یکساں دیکھ سکتے ہیں اس کی روشنی ہر جگہ موجود ہے۔ ایسے ہی سورج زہری ستارے کہ انسان زمین کے جس خطے پر بھی ہو ان کو یکساں طور پر دیکھ سکتا ہے کیونکہ اللہ نے آپ کو جگہ ایسی عطا کی ہے جہاں سے ہر کسی کو نظر آئیں۔ روضہ رسولﷺ کی بھی ایسی حیثیت حاصل ہے۔ مگر جس کی بصیرت ہی سلب کرلی گئی ہے وہ کس طرح نظارہ کرسکتا ہے(جواہرالبحار ج دوم صفحہ ۲۴۵)

محبت کے پھول نچھاور کرنے کے لئے نوید جانفزاء

اس واقعہ کو عمادالدین ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۵۲۹)

امام نووی نے کتاب الاذکار صفحہ ۱۸۵

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن النسفی نے تفسیر مدارک جلد اول صفحہ ۳۹۹

علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام ص ۴۶

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب ص ۱۹۵ پر نقل کیا ہے

لیکن میں مولانا سرفراز گکھڑوی کی کتاب تسکین الصدور کے حوالے سے یہاں درج کررہا ہوں تا کہ وہ لوگ جو اپنی منافقت کی آڑ میں ایک طرف تو اپنے آپ کو اہل سنہ والجماعتہ ظاہر کرتے ہے اور دوسری طرف اس کا انکار بھی کرتے ہیں اور اپنی عقل کے گھوڑے پر سوار ہوکر بڑی شدت سے کہتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوا موت کے بعد کبھی کسی نے کلام کیا ہو؟

وہ لوگ ذرا اپنے شیخ کی کتاب صفحہ ۳۶۳ پر پڑھ لیں۔ لکھتے ہی ایک جماعت

نے عتبی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابومنصور الصباح بھی ہے۔ یہ واقعہ انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے عتبی فرماتے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یارسول میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ولو انھم اذا ظلمو انفسھم : اور اگر بے شک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالی سے معافی مانتے اور ان کے لئے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔ اس لئے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں۔

اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور اظہار عقیدت اور محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا اور اس واقعہ کے آخر میں مذکور ہے کہ خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عتبی جا کر اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ اس کے بعد مولانا صاحب فرماتے ہیں۔

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین مسالک کی کتابوں میں اور مورخین نے اس کو ذکر کیا اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا صفحہ ۳۶۴

اس پر مولانا صاحب اپنے علماء مولانا قاسم نانوتوی کا اظہار تحریر فرماتے ہیں اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ (ولو انھم اذ ظلمو) لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی اور تخصیص ہو تو کیونکر آپ ﷺ کے وجود تربیت عام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں کرنا اور استغفار کرنا جب ہی متصود ہے کہ قبر میں زندہ ہوں (آب حیات صفحہ ۴۰)

مولانا ظفر احمد عثانی کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں

پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ اعلاء

السنن ج ۱۰ صفحہ ۳۳۰

اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے آنحضور ﷺ کی نگاہ پاک کے سامنے سے زمین اور تحت السری سے عرش علی سے بھی آگے تمام وسعتوں کو سمیٹ دیا۔ آپ ﷺ اپنے مزار اقدس میں جلوہ افروز ہو کر عالم ممکنات و موجودات کو اپنی آنکھوں کے سامنے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اور سبھی کو ان کی صلاحیتوں کے پیش نظر اپنے فیضان سے مستفیض فرما رہے ہیں۔

ہم تو یہ کہتے کہ دیانتداری کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ جس ایک عمل کو امت مسلمہ کے اکابرین مستحسن قرار دے دیں اور اس میں امت کی بھلائی مقصود ہو تو اس پر کفر شرک کی گولیاں چلانا اچھا نہیں ہوتا۔ اس سے دین میں خرابیاں پیدا ہوتی ہے۔

پھر یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے لئے زمین کی وسعتوں کو سمیٹ دیا ہے میں نے اس کے مشارق و مغارب دیکھتے ہیں۔ تو جب آنحضور ﷺ خود فرمارہے ہیں تو آج کے دور کے بعض ملاؤں کو کسی قسم کے ناگ نے ڈس لیا ہے ان کی عقل کون کھا گیا ہے۔؟

ہم تو کہتے اس آیت کا حکم اب بھی باقی ہے جہاں بھی کوئی امتی درد دل کے ساتھ آپ کی شفاعت اور مہربانی وعنایات جلیلہ کا طلبگار ہوگا وہ پائے آپ ﷺ کا توسل چاہے گا تو عطا کریں گے۔ آپ سے کرم کی بھیگ مانگے گا عطا کریں گے آپ کی رحمت کا سایہ مانگے گا عطا کریں گے۔ آپ کا فضل مانگے گا عطا کریں گے۔ یہ تو مانگنے والے کے ظرف پر منحصر ہے اگر مانگنے والا ہی قیل وقال کا شکار ہو کر اپنے ایمان سے جو ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تو اس میں قصور دینے والے کا نہیں لینے والے کا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ رو منزل ہی نہیں

ہم یہ کہیں گے کہ ایک طرف ہم ان تمام دلائل حقہ کو مانتے ہیں کہ آپ ﷺ سے توسل سے اب بھی جائز ہے اس آیت کا حکم اب بھی باقی ہے تو پھر الصلوۃ والسلام علیک یا

رسول اللہ پڑھنے سے کیوں روکتے ہیں۔؟

بارگاہ رسالت میں اہل محبت کا مقام

مطالع المسر ات شرح دلائل الخیرات کو کون عاشق رسول نہیں جانتا ہے؟ یہ درود شریف اور فضائل درود شریف پر مشتمل ایک زریں نسخہ ہے۔ جسے ہمیشہ سے اہل محبت نے محبت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور بزرگان دین نے اس کتاب لازوال سے بے شمار فوائد حاصل کئے ہیں میں اسی کتاب سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا ہر آقا! آپ پر ایمان لانے میں قوی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

امن بی ولم یر نی فانہ مومن بی علی شوق منہ وصدق فی محبتی وعلامۃ ذلک منہ انہ یود روئیتی بجمیع ما یملک: تو مجھ پر بغیر دیکھے ایمان لائے بے شک وہ اپنے شوق اور میری محبت میں سچائی کے ساتھ ایمان لایا۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ میری زیارت کی آرزو رکھتا ہے چاہیے سب کچھ قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔

وفی اخری ملاء الا رض ذھبا ذلک المومن بی حقا و المخلص فی محبتی صدقا: دوسری روایت میں ہے کہ چاہے ساری زمین کا سونا خرچ کرنا پڑے وہ مجھ پر پختہ ایمان رکھتا اور سچ مچ میری محبت میں مخلص ہے۔

وَقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اریت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ما حا لھما عندک فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض صلوۃ غیر ھم عرضا (مطالع المسر ات شرح دلائل الخیرات صفحہ ۱۵۸)

حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ جو آپ کی بارگاہ سے غائب ہیں اور وہ جو آپ

کے بعد آئیں گے ان کے درود پڑھنے کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جولوگ مجھ سے محبت رکھتے ہیں ان کا درود میں خود سنتا ہوں اور دوسروں کے درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ قارئین کرام علامہ محمد بن الفاسی رحمتہ اللہ علیہ دلائل خیرات کی شرح مطالع المسرات میں فرماتے ہیں جب حضورﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان کے اعتبار سے افضل کون ہے۔

تو حضور کریمﷺ نے فرمایا من امن بی ولم یر نی :جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لایا۔ ابو داؤد طلیاسی مسند میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ میں آپ نبی کریمﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا تو آپ نے فرمایا کونسی مخلوق ایمان کے لحاظ سے افضل ہے ہم نے عرض کیا فرشتے۔ آپﷺ نے فرمایا یہ بات تو ان کے لئے حق ہے لیکن مراد میری کچھ اور ہے۔ ہم نے عرض کیا انبیاء علیہم السلام تو آپﷺ نے فرمایا یہ بات ان کے لئے حق ہے لیکن میری مراد کچھ اور لوگ ہیں۔ مخلوق سے ایمان کے ایمان کے لحاظ سے افضل وہ لوگ ہیں جو ابھی آباء کی پشتوں میں ہیں وہ مجھے بن دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے یہ وہ ہیں جو مخلوق سے ایمان کے اعتبار سے افضل ہیں۔

امام احمد دارمی۔ اور طبرانی سند حسن سے راوی ہے کہ (حضورﷺ نے فرمایا) کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو تمہارے بعد ہونگے۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے میری زیارت نہیں کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کیا ہم سے کوئی بہتر ہے؟ فرمایا ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ قرآن پاک کو دو تختوں (جلد) کے درمیان پائیں گے وہ اس کے ارشادات اور مجھ پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے میری زیارت نہیں کی ہوگی۔ جو میں احکام لایا ہوں ان کی تصدیق کریں گے۔ اور ان پر عمل کریں گے۔ وہ تم سے بہتر ہوں گے ابو عمرو نے کہا اس حدیث کے تمام راوی معتبر اور مستند ہیں (یہ جزئی فضیلت ہے ورنہ نبی کریمﷺ کی زیارت کرنے والے صحابہ کرام کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ

سکتا از مترجم) امام احمد سند حسن سے حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) میری امت میں سے میرے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھنے والے میرے بعد وہ لوگ ہوں گے جو میری زیارت کی آرزو رکھیں گے چاہے انہیں اپنے اہل و مال سے دست بردار ہونا پڑے امام مسلم اور حاکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) میری امت میں سے میرے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہونگے کہ میری زیارت کی آرزو رکھیں گے اگرچہ مال کے عوض ہو۔

فقال اسمع صلاۃ اهل مجتبی: فرمایا میں اہل محبت کا اسلام خود سنتا ہوں جو میری محبت اور شوق اور تعظیم کی بناء پر مجھ پر درود بھیجتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ کا محبّ روضہ مبارک کے قریب درود شریف پڑھے یا دور (بہر حال آپ ﷺ بلا واسطہ سنتے ہیں) اور میں انہیں پہنچاتا ہوں کیونکہ ان کی روحوں کو آپ ﷺ کی روح مبارک سے الفت اور محبت کے واسطہ سے معرفت ہوئی ہے روحیں مجتمع لشکر ہیں جن میں عالم ارواح میں تعارف ہوتا ہے وہ ایک دوسری سے الفت رکھتی ہیں اور ناشناسا ہوتی ہیں۔ مختلف ہوں ہیں۔

قارئین محترم! یہ تو آپ بخوبی سمجھتے ہیں من احب شیئا اکثر ذکرہ: جو کسی سے محبت رکھتا وہ محبوب کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔ یعنی محبّ کا کام محبوب کو حیلوں اور بہانوں سے یاد رکھنا ہے۔ اور جو ہر وقت تنقیدوں کے گرداب میں پھنسا وہاں سے محبت اٹھ جاتی ہے سچا محبت تو وہ ہوتا ہے جسکی نگاہ میں محبوب کے عیب بھی باعث عزت و تکریم ہوں اور وہ عیبوں کو بھی کمال محبت سے دیکھتے۔ تو وہ ہستی جو وجہ وجود کائنات ہے۔ باعث تخلیق کائنات ہے۔ کاشف سر مکنون ہے عالم ما کان و ما یکون (باذن اللہ) ہے۔ اس سے محبت رکھنے والا انسان جب محبت کا دم بھرتا ہے۔ تو اس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہی اپنے دلبر کی آدائیں ہوتیں ہیں چنانچہ۔

وہ کبھی محبوب کے حسن و جمال کے تذکرے کرتا ہے۔

وہ کبھی محبوب کے کردار و گفتار کی بات کرتا ہے۔
وہ کبھی محبوب کی اداؤں کو یاد کر کے دل بہلاتا ہے۔
وہ کبھی محبوب کی مسکراہٹوں کو یاد کرتا ہے۔
وہ کبھی محبوب کے حسین چہرہ اقدس کی رعنائیوں کو یاد کرتا ہے۔
وہ کبھی محبوب کی زلفوں کی بات کرتا ہے
وہ کبھی محبوب کی چال ڈھال کی بات کرتا ہے
وہ کبھی محبوب پر نغمات محبت کے گجرے پیش کر کے دل کو سکون دیتا ہے۔
وہ کبھی محبوب کے حسن کی تجلیات کی بات کرتا ہے۔
وہ کبھی محبوب کے علم پاک کے تذکرے کرتا ہے
وہ کبھی محبوب کی نورانیت کے تذکرے کرتا ہے۔
وہ کبھی محبوب کی پاکیزہ بشریت کی بات کرتا ہے
وہ کبھی محبوب کے چلنے پھرنے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے کی باتیں کرتا ہے۔

یعنی اس کی نگاہوں کے سامنے محبوب کی حسین ادائیں ہوتی ہیں وہ محبوب کی زلفوں کی محبت کا قیدی ہوتا ہے اس کی خواہش ہوگی کہ کوئی کسی نہ کسی بہانے میرے سامنے میرے پیارے محبوب کا نام لیا جائے۔ یاد رکھیں! جس کا حضور ﷺ کی محبت میں یہ مقام ہو اس سے ہی محبت کی خوشبوئیں آئیں گی اور جن لوگوں کے نصیبوں میں ہی یہی ہے۔ حضور ﷺ سے مانگنا شرک ہے۔

یارسول اللہ ﷺ کہنا بھی شرک ہے۔
حضور ﷺ کو عالم الغیب (باذن اللہ) ماننا بھی شرک ہے۔
آپ ﷺ مردہ ہیں آپ کا اس امت سے رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔
آپ ﷺ کا توسل پیش کرنا بھی شرک ہے

آپ ﷺ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے۔

آپ ﷺ سن نہیں سکتے۔میت والے تمام احکام آپ پر نازل ہو چکے ہیں جب تک آپ زندہ تھے آپ ﷺ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔آپ ﷺ مستجاب الدعوات بھی تھے۔لیکن وفات کے بعد دعا کرنا اور آپ ﷺ سے درخواست کرنا سب محال ہے۔آپ ﷺ کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے آپ ﷺ پر موت کے احکام نافذ ہو چکے ہیں۔ آپ ﷺ کی زبان دل ہل سکتی ہے نہ جسم۔قیامت تک عمل حرکت سے مجبور و بے خبر ہیں۔

(وسیلہ کی حقیقت صفحہ ۲۲۵ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

قارئین کرام! میں نے نمونہ کے طور پر بدعقیدہ لوگوں کے ناپاک عزائم کا پردہ چاک کرنے کے لئے صرف ایک ہی اقتباس پر اکتفا کیا ہے یہ انہیں لوگوں کے مکروہ ناپاک عزائم ہیں شاید ابلیس بھی ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو اس نے بھی صرف آدم علیہ السلام کو بشر ہی کہا تھ یہ لوگ تو اس حد سے بھی پار گزر گئے ہیں۔

یاد رکھیں جب ارادے اتنے غلیظ اور ناپاک ہو جائیں اور بات بات پر ذات مصطفیٰ ﷺ کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے تو وہاں سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔

ہمارا عقیدہ

الحمد اللہ علی ذالک اہل سنت و جماعت وہ مذہب مہذب ہے جس کے عقائد کی بنیاد قرآن وسنت تعامل صحابہ اور اسلاف امت کے عقائد اور ارشادات پر ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ زندہ تابندہ ہیں آپ کو ابدی حیات مل چکی ہے آپ کی نگاہوں سے تحت الثریٰ سے عرش علیٰ تک تمام حجابات مرتفع ہو چکے ہیں آپ باذن اللہ دیکھتے بھی ہیں سنتے بھی ہیں غلاموں کی فریاد رسی بھی فرما سکتے ہیں۔جہاں چاہیں آ بھی سکتے ہیں اور جا بھی سکتے ہیں۔اس لئے تو امام بوصیری رحمتہ اللہ عنہ نے فرمایا:

یا اکرم الخلق ما لی من الو ذبه سواک عندحلون الحادث الممم :صحابہ کرام۔
کاعقیدہ تھا کہ حضورﷺ فریاد رس ہیں اس لئے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ایک رات حضورﷺ نے میرے ہاں قیام فرمایا سحری کے وقت تہجد ادا فرمانے کے لئے اٹھے اور طہارت خانے (وضو کرنے کی جگہ) میں تشریف لے گئے میں نے حضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا لبیک لبیک لبیک میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ پھر فرمایا۔ نصرت نصرت نصرت تمہاری مدد کی گئی تمہاری مدد کی گئی تمہاری مدد کی گئی۔ حضورﷺ وضو خانہ سے باہر تشریف لائے میں نے عرض کی یارسول اللہ میں نے حضور کو یہ الفاظ تین مرتبہ کہتے سنا لبیک تین بار نصرت تین بار کیا اندر کوئی آدمی تھا۔ جس سے حضور ہمکلام تھے حضورﷺ نے فرمایا یہ بنی کعب کا رجز خواں تھا جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے بکر بنی وائل کی مدد کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے (بحوالہ ضیاء النبی جلد چہارم صفحہ ۴۰۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ حضورﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم پاک عطا کیا ہے اگر ان کا اس بات پر ایمان نہ ہوتا تو کبھی صحابہ کرام اخبار المغیبات پر یقین نہ کرتے اور ان کا ایمان اس قدر پختہ تھا کہ جو لفظ بھی حضورﷺ کی زبان اقدس سے نکلے گا وہ حرف بہ حرف پورا ہو کر رہے گا حضورﷺ نے اپنے غلاموں کو اچھی بشارات بھی دیں اور زندگی تلخ واقعات کے پیش آنے کی بھی اطلاع فرما دی۔ اور ان اخبار المغیبات پر بھی کسی نے اعتراض کیا؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو کچھ بھی علم نہ تھا یہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

جب تک عمر زندہ رہیں گے میری امت میں فتنہ رونما نہ ہوگا۔

ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہوئی آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور خوب بھینچا انہوں نے کہا دع یدی یا قفل الفتنة :اے فتنہ کے دروازے کے قفل میرا ہاتھ چھوڑ دے۔ آپ نے کہا اے ابوذر تم

نے یہ کیا کہا؟ تو انہوں نے بیان کیا ایک روز آپ آئے اور ہم حضور ﷺ کے ارد گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔

آپ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ لوگوں کے سروں کو پھلانگتے ہوئے نزدیک آ جائیں آپ وہیں لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا **لا تصیبکم فتنہ ما دام ھذا فیکم**: تم میں اس وقت تک فتنہ فساد برپا نہیں ہو سکتا جب تک یہ شخص تم میں موجود رہے گا۔ (ضیاء النبی جلد پنجم صفحہ ۸۴۱)

تو کیا نبی کریم ﷺ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سچ نہیں فرمایا تھا؟ ہاں ہاں حضور ﷺ کا ایک ایک فرمان حرف بہ حرف پورا ہوا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ایک بہترین دور تھا اسلام کے فروغ کا دور تھا۔ یہ دور فتوحات کا دور تھا۔ وہ دور تھا جس نے عدل و انصاف کو ہر ایک کی دہلیز پر پہنچایا تھا یہ بھی حضور ﷺ کا فیضان ہی تھا۔ جس نے عمر رضی اللہ عنہ میں اس قدر صلاحیتیں پیدا فرما دیں کہ جس کے عدل و انصاف کی مثالیں آج بھی اور رہتی دنیا تک قائم و دائم رہیں گی۔

راز دان رسول حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان

امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آپ نے حاضرین سے پوچھا وہ فرمان رسول تم میں سے کسی کو یاد ہے جس میں حضور ﷺ نے اس فتنہ کا ذکر کیا جو سمندروں کی لہروں کی طرح موجزن ہوگا حضرت حذیفہ راز دان نبوت حاضر تھے۔ تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر فرمایا: **لیس علیک منھا باس یا امیر المومنین ان بینک وبینہ بابا مغلقا**: اے امیر المومنین آپ کو اس فتنہ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔

کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک دروازہ ہے جو بند ہے تو حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ سے پوچھا۔ ایفتح ام یکشف : کیا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا تو انہوں نے جواب دیا وہ دوازہ توڑا جائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرما۔ اذا لا یغلق ابدا : پھر وہ دروازہ کبھی بند نہ ہوگا (بحوالہ ضیاء النبی ج پنجم صفحہ ۸۴۱)

قارئین محترم! حضور ﷺ کی اخبار المغیبات کو اگر یہاں درج کیا جائے تو معاملہ زیادہ طوالت اختیار کر جائے گا ہاں جن لوگوں نے مان لینا ہے ان کے لئے تو دلائل کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی لیکن وہ لوگ جن کے دل ٹیڑھے ہیں ان کے سامنے دلائل کے انبار بھی لگا دیئے جائیں تو وہ کم ہیں تو وہ کہیں گے ہم نہیں مانتے۔ وہ صرف اور صرف حضور ﷺ کی لاعلمیاں تلاش کرنے میں سرگرداں رہیں گے۔ کیونکہ کمالات نبوت کو مان لینے والا ہی ایمان کے حقیقی نور کا حامل ہوتا ہے۔ مگر آج کے دور میں جب ہم دیکھتے کہ اب کے نفاق پرست ٹولے میں اور اس دور کے منافقوں میں اتنا ہی فرق ہے وہ دور نبوت کے لوگ تھے یہ بعد میں رونما ہوئے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیدہ ان احادیث کے برعکس ہوتا تو وہ ان روایات کو آگے بہم نہ پہنچاتے۔ الحمد للہ ان پاکباز لوگوں کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالی نے علم پاک عطا کیا ہے اسی لئے ان لوگوں نے ان روایات کو آگے پہنچانے میں بخل سے کام نہ لیا بلکہ بڑی دیانتداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بھی تبلیغ دین کا ایک حصہ سمجھا۔

عم رسول حضرت عباس کا عقیدہ علم نبوت کے بارے میں

جنگ بدر میں جن کفار کو جنگی قیدی بنایا گیا تھا۔ ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ سب لوگوں کو فدیہ وصول کر کے انہیں آزاد کر دیا گیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ادا کرنے کا کہا گیا تھا تو انہوں نے کہا

ما عندی افتدی بہ: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جسے میں فدیہ کے طور پر دوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا!

این المال الذی زفتہ انت و ام الفضل: (چچا) وہ مال کہاں ہے؟ جسے تو نے اور (میری چچی) ام الفضل نے دفن کیا۔

اور تو نے اپنی بیوی ام الفضل سے کہا تھا کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کا ہے۔

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا اس معجزہ رسول کو تو ان کی نگاہوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور پکار اٹھے کہ مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ بات میں نے بڑی راز داری کے ساتھ اپنی بیوی سے کہی تھی جسے میرے اور اس کے سوا کوئی نہ جانتا تھا اس کے بعد عباس کا اپنا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

والله انی لا علم انک رسو ل الله . والله ان هذا شئی ما علمه احد غیری وغیر ام الفضل: اللہ کی قسم مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ام الفضل کے بغیر کوئی بھی علم نہ رکھتا تھا (ضیاء النبی جلد پنجم صفحہ ۸۶۴)

سبحان اللہ!

عم رسول کا ایمان تھا کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں اور آج کا ملاں ایڑھیاں اٹھا کر باچھیں کھول کھول بڑے منہ پھٹ انداز سے کہتا ہے کہ کون کہتا ہے کہ نبی کو علم غیب تھا (استغفر اللہ العظیم)

حضرت قیس ابن خرشہ کے بارے میں حضور ﷺ کی پیش گوئی

وہ حضرت علامہ علی ابن برہان الدین حلبی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب انسان العیون فی سیرت الامین المامون میں فرماتے ہیں کہ۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

یارسول اللہ۔ جو کچھ اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوا ہے میں اس پر آپ کو بیعت دیتا ہوں اور اس بات پر کہ میں ہمیشہ حق اور سچی بات کہوں گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا قیس! ممکن ہے زمانہ تمہیں ایسے حکمرانوں سے دوچار کر دے جن کے سامنے تم حق گوئی نہ کرسکو۔

حضرت قیسؓ نے عرض کی حضور! میں جو بیعت اور وعدہ کروں گا انشاء اللہ پورا کروں گا حضور ﷺ نے فرمایا (اگر تمہارا جذبہ عہد وفا اتنا قوی ہے تو) تب پھر کوئی شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

چنانچہ (حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد) زیاد اور عبید اللہ بن زیادہ جیسے لوگوں کا زمانہ آیا تو حضرت قیس ان دونوں پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور ان کے بعد والوں پر بھی جب یہ بات عبید اللہ کو معلوم ہوئی تو اس نے حضرت قیس کو طلب کرلیا اور کہا۔

کیا وہ تمہی ہو جو اللہ اور اس کے رسول پر افتراء اور بہتان باندھتا ہے؟

حضرت قیس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ اگر تم چاہو تو تم کو بتا سکتا ہوں اللہ اور اس کے رسول پر کون افتراء باندھتا ہے۔

ابن زیادہ نے پوچھا وہ کون ہے؟

حضرت قیس نے کہا جن لوگوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ ابن زیاد نے کہا ایسے کون لوگ ہیں؟

حضرت قیس نے کہا تم اور تمہارا باپ اور وہ جس نے تم دونوں کو اس کا حکم دیا۔

ابن زیاد نے کہا کیا تم وہی شخص ہو جو کہتے ہو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت قیس نے کہاں ہاں۔

ابن زیاد نے کہا آج تمہیں پتہ چل جائیگا ابن زیادہ نے اپنے جلاد کو بلایا اچانک حضرت قیس ایک طرف جھک گئے اور وفات ہوگئی (جلاد پہنچا بھی نہیں تھا تو اس طرح حضور ﷺ کا فرمان عالی شان پورا ہوا کہ کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا کس قدر یقین محکم تھا۔

زبان نبوت سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ پورا ہوگا۔ (سیرت حلبیہ ششم اردو ص ۳۴۲)

نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ کا علم نبوت پر ایمان۔

ابن سعد نے طبقات میں اور بیہقی نے دلائل میں عبد اللہ بن نوفل بن حارث سے روایت کیا کہ غزوہ بدر میں نوفل جنگی قیدی بنا لئے گئے رسول رحمت ﷺ نے انہیں فرمایا نوفل اپنا فدیہ ادا کرو۔ نوفل نے عرض کی میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں کہ فدیہ ادا کروں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اس مال سے فدیہ ادا کر جو تو نے جدہ میں چھپا رکھا ہوا ہے یہ سن کو نوفل کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا **اشهد انک رسول الله** :میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (ضیاء النبی جلد پنجم ص ۸۶۷)

عمار بن یاسر رضی اللہ کے متعلق حضور ﷺ کی پیشگی اطلاع

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو سیدہ خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

تقتلک الفئة الباغية: تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

حافظ سیوطی نے اس بارے میں فرمایا کہ یہ متواتر ہے اور دس پندرہ صحابہ کرام کی روایت ہے امام بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیز سے یہ سنا کہ ایک دفعہ حضرت عمار رضی اللہ شدید بیمار ہو گئے آپ پر غشی طاری ہو گئی دیر کے بعد آفاقہ محسوس ہوا دیکھا ان کے اردگرد بیٹھنے والے رو رہے ہیں آپ نے انہیں فرمایا کیا تمہیں اندیشہ ہوا کہ میں اپنے بستر پر مروں گا۔

اخبر نی حبیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان تقتلنی الفئة الباغية: مجھے میرے حبیب علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ مجھے ایک باغی گروہ قتل کرے اور اس دنیا میں آخری گھونٹ دودھ کا پیوں گا۔

جنگ صفین کے روز آپ کو دودھ پیش کیا گیا تو دودھ دیکھ کر ہنسنے لگے پوچھا کیا آپ کیوں ہنستے ہیں؟ فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے مجھے بتایا تھا کہ آخری گھونٹ جو تو پیئے گا وہ دودھ کا ہوگا پھر میدان جنگ میں گھس گئے اور شہید ہو گئے (ضیاء النبی جلد پنجم صفحہ ۸٦۷)

تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے

سراقہ بن مالک بن جعشم کہتے ہیں

نبی کریم علیہ السلام مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تو قریش نے آپ کے متعلق سو اونٹ اس شخص کے لئے مقرر کئے جو آپ علیہ السلام کو ان کے پاس پکڑ کر لائے۔ سراقہ کہتے میں اپنی قوم میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ہماری مجلس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا خدا کی قسم! میں نے تین مسافروں کو ابھی ابھی گزرتے دیکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ محمد علیہ السلام ہیں اور اس کے ساتھی بھی ساتھ ہیں۔ میں نے اس شخص کی بات سن کر اسے انکھ کا اشارہ کیا کہ خاموش رہ۔ چنانچہ وہ میری بات سمجھ گیا اور خاموش ہو گیا اور میں نے کہا وہ تو فلاں قبیلے کے لوگ جو اپنے گم شدہ جانوروں کو تلاش کر رہے تھے۔ اس نے کہا شاید ایسا ہی ہو اس وقت میں تھوڑی دیر تک مجلس میں بیٹھا رہا وہاں سے پھر اٹھ گیا اور بیوی کو گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ جو بطن وادی میں لمبے رسے سے باندھ چرنے کے لئے چھوڑا تھا ساتھ ہی ہتھیار نکالنے کا حکم دیا جو کہ حجرے کے پیچھے سے نکال کر لائے گئے تھے اور ساتھ ہی فال بتانے والا تیر بھی حاضر کر دیا گیا۔ چنانچہ میں نے زرہ پہن لی اور تیر نکال کر اس سے فال دیکھی (آیا سفر کامیاب رہے گا یا نہیں) تو نتیجہ میری خواہش کے برعکس نکلا۔ جو نبی علیہ السلام کو دینا

تھا۔ کیونکہ مجھے امید تھی کہ میں آپ کو قریش کے پاس لاؤں گا اور سو اونٹ حاصل کروں گا۔ بہر حال میں ہمت کی سواری پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے نشان قدم چل پڑا۔ میرا گھوڑا دوڑ رہا تھا اس نے ٹھوکر کھائی اور میں اس سے گر پڑا۔ میں نے دل میں سوچا آخر کیا بات ہے بالآخر میں نے فال نکالی تو نتیجہ وہی نکلا جو میری خواہش کے خلاف تھا وہ آپ ضرر دینے والا نہ تھا۔

اس کے بعد میں نے عزم مصمم کر لیا کہ آپ کا پیچھا کرنے کے سوا کوئی اور حالت قبول نہیں کروں گا اور آپ کے نشان قدم پر چل پڑا۔ میرا گھوڑا دوڑ تا رہا تھا کہ پھر اس نے ٹھوکر کھائی اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر دل میں سوچا آخر کیا بات ہے (اب دوسری بار گرہوں) پھر میں نے فال کا تیر نکالا تو پھر وہی تیر نکالا جسے میں پسند نہ کرتا تھا۔ اور وہ آپ تکلیف دینے والا نہ تھا۔ میں نے پھر ارادہ پختہ کر لیا آپ کا پیچھا کرنے ے سوا اور کوئی اور بات قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں پھر سوار ہو کر آپ کے پیچھے چل پڑا۔ جب وہ لوگ نمایاں ہو گئے اور میں نے انہیں دیکھ لیا آخر میں ان کے اتنا قریب ہو گیا کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے تلاوت قرآن کی آواز میری کانوں میں سنائی دی۔ حضور ﷺ پیچھے دیکھے بغیر آگے چل رہے تھے اور ابو بکر بار بار میری طرف دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ میرے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی میں گر پڑا۔

ساخت یدا فرسی فی الارض حتی بلغت الرکبتین :اس کے دونوں آگے پاؤں زمین میں دھنس گئے (بڑی مشکل سے) گھوڑے نے پاؤں زمین سے نکالے تو ساتھ بگولے کی طرح کا دھواں نکلا میں نے یہ حالت دیکھی تو جان گیا کہ آپ ﷺ مجھ سے محفوظ رکھے گئے ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے پھر میں نے آپ کو (بڑی عاجزی سے) پکارا کہ اتنی مہلت مجھے دے دو کہ آپ سے بات کر سکوں واللہ میں کوئی دھوکہ نہیں کروں گا۔ اور نہ میری طرف سے کوئی ایسی بات ہوگی۔ تو حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا۔

قل لہ ما تبتغی منا: اس سے پوچھو ہم سے کیا چاہتا ہے۔

جب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مجھ سے پوچھا تو میں نے جواب دیا مجھے آپ ایک تحریر لکھ دیں جو میرے پاس ایک نشانی رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اکتب لہ یا ابا بکر: اے ابوبکر سے لکھ دو۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے یا ٹھیکری پر تحریر لکھ دی۔ اور میری طرف پھینک دی۔

میں نے تحریر لی اور اپنے ترکش میں رکھ کر واپس ہو گیا سراقہ کہتے ہیں۔ میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

اے سراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔ بہر حال میں نے اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کیا اور خاموش رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا اور حنین وطائف کی جنگوں سے فارغ ہوئے تو میں یہ تحریر لے کر نکلا کہ آپ ﷺ سے جاملوں تو میں جعرانہ کے مقام پر آپ سے ملا۔

میں انصار کے ایک گھڑ سوار دستے میں داخل ہوا وہ لوگ مجھے برچھوں سے مارنے لگے اور بولے تو ہٹ جا ہٹ جا تو کیا چاہتا ہے یہاں تک کہ میں حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے خدا کی قسم آپ کی پنڈلیاں مبارک اب بھی میرے سامنے ہیں جو کھجور کے تنے کی طرف سفید تھیں۔ میرے ہاتھ میں وہ تحریر تھی چنانچہ میں نے آپ کے سامنے کی اور حضور ﷺ سے کہا آقا! میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یوم وفاء وبر: آج وفا اور نیکی کا دن ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا قریب آجاؤ۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے قریب آگیا اور کلمہ اسلام پڑھ کر آپ کے دامن رحمت میں آگیا۔ (سیرت ابن ہشام اردو جلد اول صفحہ ۵۴۰ دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۵۴۰)

علامہ علی بن ہریان الدین حلبی فرماتے ہیں۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں جب کسریٰ فارس کے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کے بعد اس کے کنگن اس کا تاج اس کا پٹکا اور اس کی مسند

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائی گی یہ مسند ساٹھ ہاتھ مربع تھی جس میں فصل ربیع کے پھولوں کے بعد نگوں کے موتی اور جو ہرات پروئے ہوئے تھے۔ یہ مسند اس کے محل میں اس کے بیٹھنے کے لئے بچھائی جایا کرتی تھی۔ یہ اس پر بیٹھ کر شراب پیتا تھا۔ جب اس فصل کے پھول کھلے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ ان چیزوں کے ساتھ کسری کا زبردست مال ودولت بھی لایا گیا۔ شہنشاہ کسریٰ کی تینوں شہزادیاں بھی ساتھ لائیں گئی ان کے جسموں پر ایسے ایسے بیش قیمت لباس اور جواہرات مزین تھے۔ پوشاکیں تھی۔ کہ زبان تعریف کرنے پر معذور ہے اسی وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو بلایا اور ان سے فرمایا۔

اپنے ہاتھ بڑھا اور یہ کنگن پہن لو۔

پھر ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کہو

تمام تعریفیں اسی ذات پاک کو جس نے یہ چیزیں کسری بان ہرمز (شاہ ایران) سے چھین لیں جو کہا کرتا تھا کہ میں انسانوں کا پروردگار ہوں۔ (سیرت حلبیہ ج سوم اردو صفحہ ۱۲۴)

قارئین کرام! قابل غور بات تو یہ ہے کہ جب حضورﷺ نے سراقہ بن مالک کو کنگن پہنائے جانے کی خوشخبری دی تو کیا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تھے؟

نہیں ہرگز نہیں۔ اس وقت تو حضورﷺ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ تھے اور آپﷺ کی نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی۔

یہ کہ ایران فتح ہوگا۔

یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوگا۔

یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سراقہ بن مالک کو کنگن پہنائیں گے۔

ہجرت نبوی کے کتنا عرصہ کے بعد ایران فتح ہوا اور کس کے دور خلافت میں فتح ہوا؟ یہ ایک چشم کشا حقیقت ہے جس کا انکار وہی کرے گا جس کا دل تعصب کی گرد میں گرد آلود ہے جس کی انکھوں کے سامنے جہالت کی پٹیاں بندھی ہوئی ہوں ورنہ عقل والے تو فورا

حقائق کوقبول کرتے ہوئے سر تسلیم خم کردیتے ہیں۔

کیا حضور ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم نہیں تھا؟

قارئین کرام! اس بات سے آگاہ رہنا چاہیے کہ عصمت نبوت کا معاملہ کوئی معمولی بات نہیں بعض اوقات انسان سے ذراسی غلطی بھی ہوجائے تو ایمان سے محروم ہوجانا پڑتا ہے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق ہر مومن کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی نے آنحضور ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا بھلا یہ ممکن ہے کہ اس قدر اعلی منزلت والی ہستی ہو اور اپنی بیوی کی پاکدامنی سے بے خبر ہو؟ یہ کسی انسان کی طبع سلیم گوارا نہیں کرتی کہ اس کی عقل اس کو تسلیم کرے ہاں وہ جو از بد بخت ہیں جن کی قسمت میں روز اول سے ہی اس بات کو لکھا ہے کہ تم زندگی بھر شان رسالت مآب ﷺ سے نقص ہی تلاش کرتے ہیں تو ان کے بارے میں ہم کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔

شرمناک گستاخی

راقم الحروف سے ایک مرتبہ گستاخ پوچھنے لگا آپ کون ہوتے ہیں؟ میں نے کہا الحمد اللہ مسلمان ہوں۔ وہ کہنے لگا لیکن میرے سوال کا مطلب یہ ہے کہ آپ اہل حدیث ہیں بریلوی ہیں؟ میں نے کہا بریلوی کوئی مسلک تو نہیں بہر حال آپ کہہ دیتے ہیں تو ہمیں غصہ بھی نہیں آتا ۔ویسے میں اہل سنۃ والجماعۃ ہوں حنفی ہوں اور بریلوی ہونا بھی کوئی گناہ والی بات نہیں۔ تاجدار بریلوی بھی ہمارے ہی اکابرین میں سے ہیں۔ ایک عالی مرتبت بزرگ ہیں۔ وہ گستاخ کہنے لگا کہ بریلوی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو علم عیب بھی تھا؟ میں کہا بھئی بریلوی ہی نہیں کہتے اللہ تعالی نے لاریب قرآن میں بے عیب نبی ﷺ کو علم پاک عطا فرمانے کا اعلان فرمایا ہے اس آیت کے مطابق کہ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا: کہ اے محبوب ﷺ جو تو نہ جانتا تھا وہ سب کچھ سکھا دیا اور تجھ پر تیرے رب کا فضل عظیم ہے۔ وہ بد

بخت کہنے لگا جب حضرت عائشہ صدیقہ کا ہار گم ہوا تھا تو اس وقت نبی کا علم غیب کہاں تھا؟ کیوں نہ بتا دیا کیوں پریشان رہے کیوں صحابہ سے پوچھتے رہے۔

مجھے اس کی بات پر بہت زیادہ غصہ آیا میں نے کہا اگر تیری ماں پر کوئی الزام لگائے تو کیا تیرا باپ چپ ہو کر بیٹھ جائے گا۔ اس کو اس بات پر بڑا ہی تڑ کا لگا کہنے لگا میں نے نبی کے علم غیب کی بات کی ہے تو میری ماں کا ذکر کیوں کر رہا ہے۔

میں نے کہا کہ تیری ماں افضل ہے یا ام المومنین عائشہ صدیقہ افضل ہیں اگر اس بات سے تیری ماں کی گستاخی ہو گئی ہے تو جو بکواس نبی کریم ﷺ کے حرم پاک کے متعلق کر رہا ہے یہ عین ایمان کے مطابق ہے تجھے شرم نہیں آتی۔ اتنا کہنا تھا تو وہ خبیث کھسک گیا۔

قارئین کرام مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو حقائق کے آئینے دیکھا جائے۔

واقعہ افک میں عبداللہ بن ابی کا کردار

آیئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی زبانی اس واقعہ کو ملاحظہ فرمایئے۔

آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر میں جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے جن کا حصہ نکلتا وہی آپ ﷺ کے ساتھ جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک غزوہ (بنی مطلق) کے موقع پر جس میں آپ بھی شرکت کر رہے تھے۔ آپ نے قرعہ اندازی کی اور میرا حصہ نکلا اب میں آپ ﷺ کے ساتھ تھی۔ یہ واقعہ پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ اس لئے مجھے ہودج سمیت اونٹ پر سوار کیا جاتا تھا۔ اور اسی سمیت اتار لیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح ہم روانہ ہوئے تھے۔ پھر جب حضور ﷺ غزوہ سے فارغ ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ نے کوچ کا اعلان فرما دیا جب کوچ کا اعلان کروایا تو میں (قضاء حاجت کے لئے تنہا) اٹھی اور قضائے حاجت کے بعد کجاوے کے پاس آ گئی۔ وہاں پہنچ کر جو میں نے اپنا سینہ ٹٹولہ تو میرا ظفار صفار کے جزع

کا ہار موجود نہیں تھا اس لئے میں دوبارہ وہاں پہنچی (جہاں قضائے حاجت کے لئے گئی تھی) اور میں نے ہار تلاش کیا اس تلاش میں دیر ہوگئی۔ اس عرصے میں وہ اصحاب جو مجھے سوار کراتے آئے اور میرا ہودج اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا وہ یہی سمجھے کہ میں اس میں بیٹھی ہوئی ہوں ان دونوں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ بھاری بھر کم گوشت ان میں زیادہ نہیں رہتا تھا۔ کیونکہ بہت معمولی غذا کھاتی تھیں اس لئے ان لوگوں کو جب ہودج کو اٹھایا تو انہیں اس کی وجہ سے بوجھ میں فرق محسوس نہ ہوا اور میں یوں بھی نوعمر لڑکی تھی۔ چنانچہ ان اصحاب نے اونٹ کی ہانک دیا۔ اور خود اس کے ساتھ چلنے لگے جب لشکر روانہ ہو چکا تو مجھے ہار ملا اور میں پڑاؤ کی جگہ آئی لیکن وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ اس لئے میں اس جگہ گئی جہاں سے پہلے میرا قیام تھا اور میرا خیال تھا کہ جب وہ لوگ مجھے نہیں پائیں گے تو یہیں لوٹ آئیں گے۔ میں یوں ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ میرا اچانک آنکھ لگ گئی۔ صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے تھے (تاکہ لشکریوں کی گری پڑی چیزوں کو اٹھا کہ انہیں ان کے مالک تک پہنچائیں۔ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے آپ اسی لئے مقرر تھے) وہ میری طرف سے گزرے تو ایک سوئے ہوئے صحرا انسان کا سایہ پڑا اس لئے اور قریب پہنچے پردہ کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کے ان للہ پڑھنے سے میں بیدار ہوگئی۔ آخر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں کو موڑ دیا۔ (تاکہ میں بلا کی مدد کے اس پر سوار ہوسکوں) چنانچہ میں سوار ہوگئی اور اب وہ مجھے اونٹ پر بٹھاتے ہوئے خود اس کے آگے آگے چلنے لگے اسی طرح جب ہم لشکر کے قریب پہنچے تو لوگ بھری دوپہر میں آرام کے لئے پڑاؤ ڈال چکے تھے (اتنی بات تھی جس کی بنیاد پر) جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اور تہمت کے معاملے می پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول (منافق) تھا پھر ہم مدینہ آگئے اور ایک مہینہ تک بیمار رہی۔ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا خوب چرچا ہو رہا تھا۔ اپنی اس بیماری کے دوران مجھے اس پر بھی بڑا شبہ ہوتا تھا کہ ان دنوں رسول ﷺ کا لطف و کرم بھی نہیں دیکھتی جس کا مشاہدہ اپنی پچھلی بیماری پر کر چکی تھی۔

بس آپ ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو سلام کرتے صرف اتنا دریافت فرما لیتے کہ مزاج کیسا ہے؟ جو باتیں تہمت لگانے والے پھیلا رہے تھے ان میں سے کوئی بات مجھے معلوم نہ تھی۔ جب میری صحت کچھ ٹھیک ہوئی تو (ایک رات) میں ام مسطح کے ساتھ مناصع کی طرف گئی۔ یہ ہمارے قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم یہاں صرف رات ہی میں آتے تھے یہ اس زمانہ کی بات ہے جب ابھی ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء نہیں تھے۔ میدان میں جانے کے سلسلے میں (قضا حاجت کے لئے) ہمارا طرز عمل قدیم عرب کی طرح تھا۔ میں اور ام مسطح بنت ابی رہم چل رہے تھے۔ کہ وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑی اور ان کی زبان سے نکل گیا مسطح برباد ہو۔ میں کہا بات آپ نے اپنی زبان سے نکالی۔ ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ وہ کہنے لگی جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے وہ تم نے سنا نہیں۔ پھر انہوں نے تہمت لگانے والوں کی ساری باتیں سنائیں اور ان باتوں کو سن کر میری بیماری اور بڑھ گئی۔ میں جب اپنے گھر واپس ہوئی تو رسول ﷺ اندر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کیسا مزاج ہے۔؟ میں نے آپ سے عرض کیا مجھے میکے جانے کی اجازت دی جائے۔ اس وقت میرا ارادہ تھا کہ ان (میکہ والوں) سے اس خبر کی تحقیق کروں۔ اور میں جب اپنے گھر آئی تو میں نے اپنی والدہ سے ان باتوں کے بارے میں پوچھا جو لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا بیٹی اس طرح کی باتوں کی فکر نہ کرو خدا کی قسم شاید ہی ایسا ہو کہ تجھ جیسی حسین وخوبصورت عورت کسی مرد کے گھر ہو۔ اور اس کی سوکنیں بھی ہوں۔ پھر بھی اس طرح کی باتیں نہ پھلائی جائیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! (سوکنوں کا کیا ذکر) وہ تو دوسرے لوگ اس طرح کی طرح باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ رات میں نے وہیں گزاری صبح تک یہ عالم تھا کہ آنسو نہیں تھمتے تھے۔ اور نیند نہ آئی صبح آئی تو رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی کو جدا کرنے کے سلسلے میں مشورہ کرنے کے لئے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا کیونکہ وحی اس سلسلے میں اب تک نہیں آئی تھی۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

آپ کے اپنے اہل سے محبت کا علم تھا۔ اس لئے اس کے مطابق مشورہ دیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! بخدا ہم کے ان متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی، ان کے سوا اور بھی بہت عورتیں ہیں اور ان کی باندی سے سوال کیجئے وہ سچی بات بیان کریں گی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کو بلایا (حضرت عائشہ کی خاص خادمہ) دریافت کیا بریرہ! کیا تم نے عائشہ میں کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں شبہ ہو۔ ہریرہ رضی اللہ عنہ نہیں یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کا عیب میں ان پر لگا سکوں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ نوعمر لڑکی ہے۔ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے پھری بکری آتی ہے اور کھا لیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی دن (منبر پر) کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی کے بارے میں فرمایا ایسے شخص کے بارے میں کون میری مدد کرے گا جس کی مجھے اذیت اور تکلیف ہی کا سلسلہ اب میری بیویوں کے معاملے تک پہنچ چکا ہے۔

فَوَ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا : اللہ کی قسم اپنی بیوی کے بارے میں خیر کے سوا اور کوئی چیز مجھے معلوم نہیں (ان کی جرات تو دیکھئے) کہ نام بھی انہوں نے اس معاملے میں ایک ایسے آدمی کا کیا جس کے متعلق بھی میں خیر کے سوا کچھ اور نہیں جانتا خود میرے گھر میں بھی وہ آئے تو میرے ساتھ ہی آئے (یہ سن کر) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا اگر وہ قبیلہ اوس سے ہو گا تو ہم اس کی گردن اڑ دیں گے (کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس کے سردار تھے) اور اگر وہ قبیلہ خزرج سے ہو گا تو آپ ہمیں حکم دیں جو بھی آپ کا حکم ہو گا اس کی تعمیل ہو گی۔ اس کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے حالانکہ اس سے پہلے آپ بہت صالح تھے لیکن اس وقت (سعد بن معاذ کی بات پر) حمیت سے غصہ ہو گئے تھے (سعد بن معاذ نے کہا) اللہ کے دوام و بقا کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو؟ تم اسے قتل کر سکتے

ہونہ تمارے اندر اس کی طاقت ہے پھر حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور کہا خدا کی قسم ہم اسے ضرور قتل کریں گے کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ تم بھی منافق ہو کیونکہ منافقوں کی طرف سے مدافعت کرتے ہو اس پر اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کی طرف سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جو ابھی منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ منبر سے اترے اور لوگوں کے جذبات کو نرم کیا اور سب لوگ خاموش ہو گئے اور حضور ﷺ بھی خاموش ہو گئے میں اس دن بھی روتی تھی آنسو نہ تھمتا تھا اور نہ نیند آتی تھی۔ پھر میرے پاس میرے والدین آئے میں دو راتوں اور ایک دن سے برابر روتی رہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرے دل کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ والدین ابھی میرے پاس بیٹھے تھے کہ ایک انصاری خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور میں نے اندر آنے کی اجازت دی وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی ہم سب اسی طرح (بیٹھ کر رو رہے) تھے کہ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جس دن سے میرے متعلق وہ باتیں کہی جا رہی تھیں وہ کبھی نہیں کہی گئی تھیں۔ اس دن سے آپ میرے پاس بیٹھے نہیں تھے۔ آپ ایک مہینے تک انتظار کرتے رہے لیکن میرا معاملہ میں کوئی وحی آپ پر نازل نہ ہوئی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تشہید پڑھی اور فرمایا عائشہ! تمہارے متعلق یہ باتیں مجھے معلوم ہوئی ہیں اگر تم اس معاملے میں بری ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری براءت ظاہر کرے گا اگر تم نے گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے اور پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ جونہی حضور ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی میرے آنسو اس طرح خشک ہو گئے کہ اب ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے میرے متعلق کہیے لیکن انہوں نے کہا بخدا مجھے نہیں معلوم کہ حضور سے مجھے کیا کہنا چاہیے۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ حضور ﷺ سے جو کچھ مجھے فرمایا

ہے اس کے متعلق آپ بھی ان سے کچھ کہیے۔انہوں نے بھی یہی فرمایا دیا بخدا مجھے بھی نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کیا کہنا چاہئے۔انہوں نے بیان کیا کہ میں نوعمر لڑکی تھی قرآن زیادہ یاد نہیں تھا۔میں نے کہا خدا گواہ ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں نے بھی افواہ سنی ہے اور آپ لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے اور اس کی تصدیق بھی آپ لوگ کر چکے ہیں اس لئے کہ اب میں کہوں کہ (اس بہتان) سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ لوگ بھی میری بات کی تصدیق کریں گے۔بخدا میں اس وقت اپنی اور آپ لوگوں کی کوئی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کے سوا نہیں پاتی کہ انہوں نے بھی فرمایا تھا۔پس مجھے صبر جمیل عطا ہوا اور جو کچھ تم لوگ کہتے ہو اس معاملے میں میرا اللہ مددگار ہے۔اس کے بعد بستر پر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ خود میری براءت فرمائے گا لیکن میرا خیال نہ تھا کہ میرے متعلق وحی نازل ہوگی۔اپنی اس نظر میں حیثیت اس سے بہت معمولی تھی کہ قرآن مجید میں میرے متعلق کوئی آیت نازل ہو۔ہاں مجھے امید تھی کہ آپ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری فرما دے گا خدا گواہ ہے کہ ابھی آپ اپنی جگہ سے نہ اٹھے بھی نہ تھے اور نہ اس وقت کوئی گھر میں موجود کوئی باہر نکلا تھا کہ آپ پر وحی الٰہی نازل ہونے لگی اور نبی ﷺ نزول وحی کے وقت جو شدت طاری ہوتی تھی وہ طاری ہوگی حتی کہ انتہائی سردی کے دن میں بھی آپ سے پسینہ کے قطرات موتیوں کی طرح ٹپکنے لگے جب حضور ﷺ سے وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ ﷺ ہنس رہے تھے اور آپ کی زبان اقدس سے جو سب سے پہلا کلمہ نکلا فرمایا عائشہ تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہیں بری قرار دے دیا ہے میری والدہ نے کہا جاؤ حضور ﷺ کے لئے کھڑی ہو جاؤ میں نے کہا کہ میں حضور ﷺ کے لئے کھڑی نہ ہونگی۔اللہ کے سوا کسی کی حمد بیان نہیں کروں گی۔اللہ تعالیٰ نے میری براءت میں یہ آیت نازل فرمائی بے شک جن لوگوں نے تہمت تراشی کی وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں۔جب

اللہ تعالیٰ نے میری براءت میں یہ آیت نازل فرمائی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ جو مسطح بن اثاثہ کے اخراجات قرابت داری کی وجہ سے اٹھاتے تھے کہا کہ خدا کی قسم! اب میں مسطح پر کوئی خرچ نہیں کروں گا۔ کہ وہ بھی عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں شریک تھے۔ (آپ غلط فہمی اور نادانشہ طور پر شریک ہو گئے تھے) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تم میں صاحب فضل صاحب مال لوگ قسم نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد غفور رحیم تک ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! بس میری یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادے۔ (مسطح کے معاملے میں جو میں نے اختیار کرنے کا ارادہ کیا تھا) چنانچہ مسطح کو جو آپ پہلے دیا کرتے تھے پھر دینے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش (ام المومنین) سے بھی میرے متعلق پوچھا آپ نے دریافت فرمایا کہ زینب! تم (عائشہ کے متعلق) کیا جانتی ہو؟ کیا دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں خدا گواہ ہے کہ میں ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہی میری ہمسفر تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں تقوی کی وجہ سے بچالیا (مسلم ج دوم کتاب التوبہ)

حضرت عائشہ کی پاکدامنی پر صحابہ کا اظہار خیال

صاحب مدارک التنزیل ج دوم صفحہ 134-135 پر فرماتے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرمائی تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ منافقین جھوٹے (بکواس کرتے) ہیں یقیناً عائشہ پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن اقدس کو مکھی کے بیٹھنے سے پاک رکھا کیونکہ وہ گندگی پر بیٹھتی ہے بھلا جو عورت ایسی برائی کی مرتکب ہو اللہ تعالیٰ کب گوارہ کرسکتا ہے کہ وہ اپنی زوجیت سے وابستہ رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے آپ

کے سایہ کو زمین پر نہ پڑنے دیا کہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑے تو بھلا اس معبودِ حق کی غیرت کب گوارا کر سکتی ہے کہ کوئی انسان آپ کی زوجہ محترمہ کسی کے ایسے قبیح فعل کی مرتکب ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی

یارسول اللہ! ایک مرتبہ آپ کے نعلین پاک میں نجاست لگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آپ کو خبر دی تھی کہ آپ اپنی نعلین اتار دیں۔ اس لئے حضرت عائشہ معاذ اللہ ایسی ہو سکتی ہیں؟

قارئین کرام! حضور ﷺ کا ارشاد

وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِی اِلَّا خَیْرًا: خدا کی قسم میں اپنی اہلیہ کی طرف سے اچھا جانتا کے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ حضور ﷺ کو آیت برأت کے نزول سے قبل بھی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پاکدامنی کا پورا پورا علم تھا۔ اگر سرکار دو عالم ﷺ کو علم نہ ہوتا تو آپ کبھی قسم نہ اٹھاتے آپ نے واللہ! کے الفاظ کی قسم کھا کر اس بات میں یقین پیدا کر دیا کہ یہ آپ کو قبل از نزول آیات برات بھی علم تھا اس بات سے تو بھی وہ لوگ آگاہ ہیں کہ قسم اس وقت اٹھائی جاتی ہے جب شک کو یقین میں بدلنا ہو اور دوسروں کے دلوں کو شکوک و شبہات سے پاک کرنا ہو۔

امام فخر الدین رازی کی تصریح، امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وحی کے نزول سے پہلے بھی حضور ﷺ کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم تھا کیونکہ نبی کا ایسے عیوب سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کر دیں ضروریات عقلیہ میں سے ہے جیسے اس کا جھوٹا ہونا کمینہ خاندان کا فرد ہوتا اس کے والدین تہمت زنا سے متہم ہوں اس طرح اس کی اہلیہ کی عصمت کا مشکوک ہونا اگر نبی میں ان عیوب سے کوئی ایک بھی عیب بھی پایا جائے تو لوگ اس سے متنفر ہو جائیں اس کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

(ضیاء القرآن ج ۳ صفحہ ۳۰۱)

حضرت عائشہ پر الزام لگانے والے منافق تھے

قارئین کرام! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ منافقین کے نبی ﷺ کے ساتھ کبھی وفاداری کا ثبوت نہ دیا ان کا ہر وقت یہی منصوبہ رہتا کہ کہیں نہ کہیں کسی طریقے سے حضور ﷺ کو پریشان ہی کیا جائے اور رکھا جائے اور ان لوگوں نے کبھی کوئی موقع خالی نہ جانے دیا۔ جب بھی انہیں کوئی موقع مل جاتا تو کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی کو شک کی نگاہ سے دیکھنے والے منافق ہی تھے اور ان کی پاکدامنی پر الزام لگانے میں یہی لوگ پیش پیش تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے تمام ناپاک عزام کو کھول کر بیان کرتے ہوئے فرمایا،

هٰذا بُهْتَانٌ '' عَظِيمٌ '': یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

منافقین کے گروجی کا نام عبداللہ بن ابی تھا جو ازلی شقی اور بدبخت بھی تھا اس کی چالاکیوں سے بدقسمتی سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی ان مردوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے حضرت عائشہ کی پاکدامنی کو شک کی نگاہ سے دیکھا مگر محدثین کی تصریح کے مطابق انہوں نے توبہ کرلی اور ان پر حد قذف بھی لگائی گئی۔ نزول آیات برات کے بعد انہوں نے توبہ کرلی۔ ان کے ساتھ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ یزید بن رفاعہ حمنہ بنت جحش بھی تھے جو منافقین کے بہکاوے میں آگئے منافقین نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی پاکیزگی پر تہمت لگا کر اسلام کے خلاف بہت بڑی سازش کی تو سورت نور کی آیات نازل فرما کر ان کی سازش کا پول کھول دیا اور حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا ثبوت دیا اور حضرت حسان اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی تھے انہیں اس تہمت کی پاداش میں اسی اسی (۸۰) کوڑے لگائے گئے۔ اور اس سازش کے سب سے بڑے گروہ کو دوہری سزا دی گئی۔

بارگاہ الوہیت میں حضرت عائشہ کی انفرادیت

علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت یوسف علیہ السلام پر جب تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ کو قوت گویائی عطا فرمائی کہ اس سے ان کی برات ظاہری فرما دی۔ حضرت مریم علیہ السلام پر الزام لگا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے ان کو بری فرما دیا۔ اور جب حضرت عائشہ صدیقہؓ (زوجہ نبی کریم ﷺ) پر منافقین نے تہمت لگائی تو خود رب العالمین جل مجدہ نے سورت نور کی دس آیات نازل فرما کر ان کی براءت کا اعلان فرما دیا اور جو منافقین آیات براءت کے نزول کے بعد بھی اپنے اس افتراء پر قائم رہے اور توبہ نہیں کی تو انہیں ملعون قرار دیا دنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم کی انہیں وعید سنائی گئی۔ لعنوا فی الدنیا والا خرۃ ولم عذاب عظیم : آج بھی وہ لوگ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی براءت کے قائل نہیں وہ بھی اسی وعید کے مستحق ہیں وہ قرآن کے منکر اور دنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم کے مستحق اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں (بحوالہ فیوض الباری ج ۱۰ صفحہ ۲۶۵)

منکرین فضیلت علم نبوی کے لغو اعتراضات

مخصوص نام نہاد و مذہبی طبقہ جن کے نصیب میں ہی ایسے اعتراضات کرنا ہے جن کا حقیقت حال سے کچھ بھی واسطہ نہیں۔ ان کی تقریروں کا سارا زور بیان اس بات پر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کا علم نہیں تھا۔ یہ لوگ حضور ﷺ کی لا علمیاں ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ ان لوگوں کا انداز بیان انتہائی گرا ہوا سوقیانہ ہوتا ہے۔ یہی وہی بدقسمت لوگ ہیں جن کا نبی ﷺ کے ساتھ کچھ روحانی علاقہ نہیں ان بدنصیبوں کو مرنا بھی یاد نہیں ہوتا اور عزت سے جینے کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کے انداز تقریر کو دیکھا جائے تو ایک مومن کا کلیجہ چر جاتا ہے کہ ایسے بھی مسلمان ہیں

جن کو اس بات کا ذرا احساس نہیں ہوتا کہ ایسے گستاخانہ انداز بیان سے کس ذات والا صفات کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اپنے توحید پرست ہونے پر بڑا فخر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ۔

اگر حضور ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم ہوتا تو آپ ﷺ نے ان کی طرف توجہ کیوں کم کر دی ؟۔ اگر حضور ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی کا یقین تھا تو حضور ﷺ نے کیوں فرمایا عائشہ! تم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو توبہ کر لو۔ اگر حضور ﷺ کو حضرت عائشہ کی برات کا یقین تھا تو آپ نے بار بار صحابہ کرام سے کیوں ان کی رائے معلوم کی۔

قارئین کرام! یہ ہیں وہ اعتراضات جن کی آڑ میں گستاخان رسول علم پاک میں نقص نکالتے ہیں۔ ان لوگوں کو اس قسم کے اعتراضات کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ کسی ذات والا صفات کو موضوع تنقید بنا رہے ہیں جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ۔

آنحضور ﷺ کا حضرت ام المومنین کی طرف توجہ کم کرنا اور لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس تہمت کے بعد آپ ﷺ کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ کی براءت کا اعلان نہ کیا جائے اس وقت تک آپ توجہ کم رکھیں تا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں۔

جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی اتمام حجت کے لئے تھا اور اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرض محال تم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو۔ قرآن مجید میں اس قسم کی بہ کثرت مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تو اگر آپ کو (بالفرض) اس چیز کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو

آپ ان لوگوں سے سوال کیجئے جو آپ سے کتاب پڑھتے ہیں۔ (یونس۱۰)

انبیاء کرام سے عہد لینے کے بعد فرمایا:

فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُوْ لٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ: تو پھر جو کوئی اس کے بعد(بالفرض) اس عہد سے پھر گیا تو وہی لوگ نافرمان ہونگے۔

قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمَانِ وَلَد" فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ (الاخرف)

آپ فرما دیجئے اگر (یہ فرض محال) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

سو اسی اعتبار سے بھی ﷺ نے فرمایا: اگر بالفرض تم سے کوئی گناہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔ اور یہ تحقیق و تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے فرمایا تھا اور اس ارشاد میں امت کے لئے نمونہ رکھنا تھا کہ اپنے اہل کی رعایت کے لئے تحقیق میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور یہ دینی تعلیم تھی کہ اگر کسی شخص کی بیوی سے یہ غلطی ہو جائے تو وہ اس کی توبہ کی تلقین کرے اور یہ مسئلہ بتلایا تھا کہ جس شخص سے یہ غلطی سرزد ہو جائے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے گا۔

جہاں تک تیسرا سوال کا تعلق ہے کہ اس مسئلہ میں اصحابہ سے استصواب کیوں کیا۔

یہ سب اس لئے تھا کہ دشمنان اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ دیکھو جب ان کے اپنے اہل پر تہمت لگی تو انہوں نے اس کے متعلق کوئی تحقیق و تفتیش نہیں کی۔ آپ ﷺ نے اس مسئلہ میں پوری تحقیق کی اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کیا۔ حضرت عائشہ کی سوکن (حضرت زینب) حضرت عائشہ کی خادمہ بریرہ اور دیگر قریبی ذرائع سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیا۔ حتیٰ کہ سب سے حضرت عائشہ کی براءت اور پاکیزگی کا اظہار کیا اور سب نے بیک زبان کہا کہ ہم حضرت عائشہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر حضور ﷺ کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم تھا تو حضور ﷺ اس

قدر پریشان اور غمگین کیوں رہے؟۔اس کا جواب یہ ہے کہ غم اور صدمہ کی وجہ تو یہی تھی کہ بے گناہ پر تہمت لگی ہے نیز زیادہ غم اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ بعض مسلمان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے ایسے میں اگر رسول اللہ از خود حضرت عائشہ کی براءت کا اعلان فرماتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ مسلمان آپ کے متعلق یہ بدگمانی کرتے کہ اپنے اہل کی رعایت فرما رہے ہیں۔اور آپ کے متعلق بدگمانی کر کے کافر ہو جائے (شرح صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۵٦٠)

کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بات شان نبوت کے خلاف ہے کہ معاذ اللہ کسی نبی کی بیوی نے بدکاری کی ہو۔ نبی کی بیوی کا کافر ہونا ایک الگ بات ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوطؑ کی بیوی۔ لیکن بدکار ہونا ایک ایسا فعل ہے جس کو کوئی سلیم الفطرت سوچ بھی نہیں سکتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

کسی نبی کی بیوی نے بدکاری نہیں کی۔ تو جب نبی ﷺ کو ہر نبی کی زوجہ کی پاکدامنی کا علم ہے تو اپنی زوجہ مطہرہ کی پاکدامنی کا علم کیسے نہ ہوگا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے

صحابہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

علامہ آموسی لکھتے ہیں۔

متعدد آئمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کسی نبی کی بیوی نے بدکاری نہیں کی۔ اور اشرس نے کہا کہ یہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

امام طسیوطی لکھتے ہیں۔

امام ابن عسار کرنے اپنی سند کے ساتھ اشرس خراسانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی

ﷺ نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے بدکاری نہیں کی۔ اور امام ابن منذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ کسی نبی کی بیوی نے بدکاری نہیں کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام رازی، امام قرطبی امام نووی نے بھی ذکر کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے بدکاری نہیں کی تو پھر نبی ﷺ کو اپنی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی اور اس پر تہمت سے براءت کا کیسے علم نہ ہوگا۔

(شرح صحیح مسلم جلد ۷ از علامہ غلام رسول سعیدی)

حضرت عائشہ کی خصوصیات خود ان کی زبانی

رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

یا نساء النبی لستن کاحد من النساء (الاحزاب)

اے نبی کی بیوی (عائشہ) تم زمانے کی دوسری عورتوں کی طرح نہیں۔

یاد رہے سیدہ عائشہ صدیقہ بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ علم حدیث کا ہو یا فقہ بہر حال ان کا درام بہت بلند ہے۔ سید عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے ۲۲۱۰ مرتبہ احادیث ان سے مروی ہیں جو کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں۔ حضرت عائشہ خود فرمایا کرتیں مجھے عام ازواج مطہرات پر ایسی فضیلت حاصل ہے جو کسی اور کو نہیں ملی۔

(۱) حضور ﷺ نے میرے سوا کسی اور دوسری کنواری عورت سے نکاح نہ فرمایا:

(۲) میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے میری برأت اور پاکیزگی کا بیان آسمان سے قرآن میں نازل فرمایا۔

(۴) نکاح سے پہلے جبریل امین ایک ریشمی رومال میں میری صورت لا کر حضور ﷺ

کودی اور آپ نے مسلسل تین دن تک مجھے خواب میں ملاحظہ فرمایا۔

(۵) میں اور حضور ﷺ ایک برتن میں سے پانی لے لے کر غسل کیا کرتے تھے یہ شرف میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہ ہوا۔

(۶) حضور ﷺ نماز تہجد پڑھتے تھے اور میں آگے سوئی ہوئی تھی امہات المومنین میں سے کوئی بھی حضور ﷺ کی اس کریمانہ محبت سے سرفراز نہیں ہوئی۔

(۷) میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک ہی لحاف میں سوئی رہتی تھی کہ آپ ﷺ پر وحی الٰہی نازل ہوا کرتی تھی یہ وہ اعزاز ہے جو ازواج مطہرات میں سے کسی کو بھی نہیں ملا۔

(۸) حضور ﷺ کے وصال اقدس کے وقت آپ کے سرانور کو اپنی گود میں لئے بیٹھی تھی۔ اور آپ کا سرانور میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں حضور ﷺ کا وصال ہوا۔

(۹) حضور ﷺ نے میری باری کے دن وصال فرمایا۔

(۱۰) حضور انور ﷺ کی لحد مبارک میرے حجرے میں بنی (زرقانی ۳ صفحہ ۵۲۳)

رائس المنافقین عبداللہ بن ابی کی بد باطنی اور بیٹے کا عشق رسول

حضرت علامہ علی بن برہان الدین حلبی اپنی شہرہ آفاق تصنیف سیرت حلبیہ میں فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ یہ ہوا کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جاتے تو اس کے نتیجے میں اس کی قوم کے لوگ بھی مسلمان ہو سکتے ہیں جو اب تک اسلام نہیں لائے اور خود اس کے دل میں بھی جو نفاق ہے وہ دورہ جاتا۔

آنحضور ﷺ ایک دراز گوش پر سوار ہو کر اسی وقت اس کی طرف تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے صحابہ کرام کا بڑا مجمع بھی چل پڑا۔ جب حضور ﷺ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا۔

بس مجھ سے دور رہو مجھے اس گدھے (دراز گوش) کی بو بری لگتی ہے۔

اس پر ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی اس سواری کی بو تم سے بہتر ہے۔

اس جواب پر ابن ابی کے چیلوں میں سے ایک شخص کو غصہ آ گیا اس نے مسلمانوں کو گالیاں دیں اس پر اس انصاری کی طرف سے مسلمان غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ابن ابی کی قوم کے لوگ اس کی طرف سے اٹھ کھڑے ہوئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف ہنگامہ یہاں تک جا پہنچا۔ جوتوں اور ہاتھا پائی تک نوبت آ گئی اس حادثہ کے موقع پر قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا

اور اگر مسلمان کے دو گروہ آپ میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرادو۔

بخاری میں یہ واقع اس طرح ہے کہ اسی میں یہ حدیث بھی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کا ابن ابی کے پاس سے گزر ہوا وہ اس وقت کچھ لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا چنانچہ اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر کہا۔

ابن ابی کثبہ نے اس زمین میں فساد پھیلا رکھا ہے۔

یہ بات ابی کے بیٹے عبداللہ (جو حضور ﷺ کے عاشق صادق تھے) نے سن لی۔ تو انہوں نے آنحضور کی خدمت میں جا کر عرض کی حضور! اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں اس کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اپنے بات کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آؤ (سیرت حلبیہ ج دوم صفحہ ۱۷۰)

قارئین کرام! آپ اندازہ فرمائیں کہ باپ کو تو ایمان کی دولت نصیب نہ ہوئی مگر بیٹا دامن مصطفیٰ میں آ کر ایمان کی بہاریں لوٹتا رہا۔ باپ گستاخوں میں شامل ہوا اور بیٹا ایمان والوں میں شامل ہوا۔ باپ بدبخت تھا بیٹا نیک بخت باپ بدنصیب تھا اور بیٹا خوش نصیب۔ پھر بیٹے نے اپنے باپ کے مقام کو نہ جانا بلکہ مصطفیٰ ﷺ کو جانا کیونکہ بیٹے کی نگاہ میں یہ بات

تھی کہ ہماری آبرو نام مصطفیٰ کی برکت سے ہے۔ اگر باپ نے مقام مصطفیٰ کو جان پہچان کر دل میں جگہ نہ دی تو اس کا نصیب۔ سید عالم ﷺ اگر چاہتے تو حکم فرما دیتے کہ تمہارے باپ نے میری توہین کی ہے (اور اس سے بڑھ کر اس توہین ہو بھی کیا سکتی ہے) اس کا سر قلم کر دو تو بھلا ممکن ہے سرکار کا غلام ہو اور حکم رسول کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرتا۔ یہ تو بات ہی ناممکن ہے پھر بھی حضور ﷺ نے فرمایا بے شک تیرا باپ نامراد ہے۔ اور تو بامراد ہے۔ تم ہی اس پر احسان کر دو اور احترام سے پیش آؤ۔

ہاں تو یہ بات کہ کسی کے جرم اور گناہ کو معاف کر دینا یہ صرف اسوہ رسول ﷺ سے ملے گا کہ جب ذات والا صفات پر اتنے ستم ڈھائے جائیں مخالفین اپنی حماقتیں دکھانے میں کوئی موقع خالی نہ جانے دیں مگر وہ سراپا رحمت رسول اپنی ذات کی خاطر کسی سے بھی بدلہ نہ لے یہ اعجاز محمدی ﷺ ہی ہے۔

ابن ابی کی بکواس کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ

غزوہ بدر سے پہلے آنحضور ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر چلے جس پر پالان بھی تھا اور آپ ﷺ کے پیچھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تھے آپ ﷺ حضرت سعد بن عبادہؓ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں ابن ابی کی مجلس سے گزرے۔ یہ ایک ملی جلی مجلس تھی جس میں مسلمان بھی تھے۔ بت پرست مشرکین بھی تھے۔ اور یہودی بھی تھے مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عبداللہ بن ابی بھی موجود تھا۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو آپ جس دراز گوش پر سوار تھے اس کے گرد و غبار سے ڈرتے ہوئے جلدی سے اپنی ناک پر چادر رکھ لی اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے کہنے لگا۔ ہم پر دھول مت اڑاؤ۔

آنحضور ﷺ نے ان لوگوں پر سلام کیا اور اس کے بعد آپ وہاں اتر گئے۔ آپ

دعلیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی اور ان کے سامنے آیات قرآن کی تلاوت کی۔
اس کے جواب میں عبداللہ بن ابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔

اے شخص! تم جو کہتے ہو چاہے وہ سچ ہی ہو مگر میں اسے پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ہماری مجلس میں آ کر تم ان باتوں سے ہمیں تکلیف نہ پہنچایا کرو۔ تم اپنے یہ لوگوں کے پاس جایا کرو یا جو شخص تمہارے پاس ائے اس کو اپنی باتیں سنایا کرو۔ اس پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ بے شک یا رسول اللہ! ہمیں نصیحت فرمائیں۔ اللہ کے خوف سے ڈرایئے کیونکہ ہم پسند کرتے ہیں۔ اس پر مسلمان، مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ جس سے لڑائی کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر ان کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ ان لوگوں کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اس کے بعد آنحضو صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف فرما ہو کر وہاں سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

اے سعد! تم نہیں سنا ابن ابی نے اس طرح کی باتیں کی ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور اس کو معاف فرما دیں اور اس سے درگزر فرمائے کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس پر اپنی کتاب نازل کی ہے اللہ تعالی نے آپ پر جو کچھ نازل فرمایا۔ اس کے ذریعہ حق بھیج دیا ہے اس سے پہلے اس علاقہ کے لوگ اس سے ابن ابی کی بادشاہی گھٹائی میں پڑ گئی وہ جھنجلا اٹھا۔ میں سمجھا ہوں کہ اس کی یہ حرکت بھی اسی وجہ سے ہے چنانچہ آنحضو صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا (سیرت حلبیہ ج دوم صفحہ ۱۷۲)

عبداللہ بن ابی بڑا خوبصورت تھا

عبداللہ بن ابی بڑا خوبصورت تھا۔ سجیلے بدن کا آدمی تھا۔ اس کی گفتگو بڑی فصاحت و بلاغت بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَ رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبکَ اَجْسَا مُھُمْ وَاِنْ یَقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ کَاَنَّ ھُمْ خُشُبٌ مُسْنَدَّۃٌ: اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ظاہری شان وشوکت کی وجہ سے ان کے قد وقامت آپ کو خوش نما معلوم ہونگے اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتیں سن لیں۔ گویا کہ یہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے لگائی ہوئی کھڑی ہیں۔

نکتہ!

اس آیت مراد تو اسے عبداللہ بن ابی ہے لیکن آیت صیغہ جمع استعمال کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن ابی اپنی قوم کا بڑا سردار اور معزز آدمی تھا اس کو ساری قوت کے نمائندے کی حیثیت حاصل ہے اس لئے جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ (سیرت حلبیہ) قارئین کرام! قرآن حکیم چونکہ مکمل ضابطہ حیات ہے یہ ہر دور کے افراد کے لئے رشد و ہدایت کا سر چشمہ ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت صرف اس دور کے افراد پر اطلاق کرتی ہے اب نہیں اس سے کہا جائے گا کہ اگر قرآن حکیم کی آیات بنیات کو صرف ان کے شان نزول تک خاص کر لیا جائے گا تو دین میں بہت خرابیاں پیدا ہونگی قرآن اور سنت مطہرہ پر اعتماد اٹھ جائے گا قرآن تو قیامت تک آنے والی نسلی آدمیت کے حالات سنوارنے کی دعوت دے رہا ہے۔ ہر اعتبار سے فرقہ وارانہ تعصّبات کو مٹا دینے کی دعوت دے رہا ہے۔ اگر اس آیت کو موجودہ حالات کے تناظر میں دیکھیں تو کیا یہ حقیقت واضح نظر نہیں آئے گی کہ اب معاشرے میں سچ کی پہچان مٹتی جا رہی ہے۔ ہزاروں مسلمان آپ کو ملیں گے جن کی صورتیں بڑی خوشنما اور دل بھیڑیے نما ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہی ہیں جو امت مسلمہ کو بظاہر ملی وحدت میں پرویا ہوا۔ دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر اندرون خانہ اپنی مکارانہ پالیسیوں سے منافقت کا رنگ ظاہر کرنے سے کوئی موقع خالی نہیں جانے دیتے۔ میرا تو ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو ارشادات بیان فرمائے۔ وہ غلط نہ ہو سکتے ہیں نہ ہونگے۔ آج امت مسلمہ کو اتنا خطرہ شاید عالم کفر کی بیرونی طاغوتی طاقتوں سے اس قدر زیادہ نہ ہو جس قدر خطرناک منافقانہ

پالیسوں والے نفاق پر پرست لوگ ہیں۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت پاک ہر دور کے انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ کہ نفاق جیسا بھی ہو کبھی نہیں چھپا نہیں رہ سکتا۔

آج کے دور میں بعض مسلمان اس مرض کا شکار ہو چکے ہیں۔ جو بظاہر تو اپنے آپ کو مسلم ظاہر کرتے ہیں مگر بہ باطن شعائر اسلامیہ کی پاسداری کرنے گریز کرتے ہیں۔ بیورو کریٹس دیکھیں تو وہ عجیب وغریب صورت حال کا شکار ہیں یہ طبقہ توالاماشاءاللہ اسلامی اقدار کی پاسداری کو ''ملاازم'' کہہ کر مسترد کر دیتا ہے۔ جس کی مثال میں یوں دیتا ہوں کہ ایک صاحب جن کا تعلق ایک ہائی کلاس گھرانے سے تھا۔ ان کی بیٹیاں جواں ہوئیں۔ ان کے میٹرک کر لینے کے بعد راقم الحروف سے کہنے لگے کہ کوئی شہر میں اچھا سکول بتائیں جہاں یہ تعلیم حاصل کر سکیں۔ میں نے کہا ماشاءاللہ آپ مسلمان ہیں اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے بھی روشناس کرائیں۔ آپ کا یہ جہاں بھی سنور جائیگا وہ جہاں بھی سنور جائے گا۔ وہ کہنے لگے ہم نے اپنے بچوں کو مولویوں والی تعلیم نہیں دینی۔ میں نے کہا کہ آپ ان کو عالمہ فاضلہ نہ بنائیں کم از کم مسلمان تو بنائیں کہنے لگے جناب مجھے داڑھی والے لوگو سے ویسے ہی بڑی نفرت ہے (استغفراللہ العظیم) ہمیں اتنا ہی کافی مسلمان ہیں نماز پڑھ لو اور بس ہمیں کیا ضرورت فرقوں میں پڑنے کی اور عقائد کی طرف جانے کی۔

یہ تو ایک مثال ہے ورنہ میرے سامنے متعدد مثالیں ہیں جن کو تحریر کرنے لگوں تو صرف ان مثالوں کی ایک کتاب بن جائے گی یہ بات صرف دنیا دار طبقہ کی ہے جس کو مذہب اسلام پر چلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حقیقت میں ایسی ذہنیت کے حامل افراد ہی اسلامی تہذیب وتمدن سے بیزار ہیں۔ جن کا احکام اسلامی سے کوئی واسطہ نہیں۔ جو حضورﷺ کی لائی گئی شریعت کو ملّا ازم تصور کرتے ہیں۔ تو کیا ایسے بیمار ذہن افراد کا حال اس دور کے منافقین کا سا نہیں؟۔ ہاں کیوں نہیں۔ اس دور کے لوگوں کو بھی عقیدہ کی کوئی

ضرورت نہیں تھی اور آج کے دور میں بھی بعض نام نہاد مسلمان ہیں جنہیں شریعت اور عقائد کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد وحید ہی مال دولت کے انبار لگانا، دوسروں کے حقوق ڈاکہ ڈال کر غصب کرنا ہے۔ بس اپنے آپ میں ہی مگن رہنا ہے۔ یہی وہ نفاق پرست لوگ ہیں جو اپنے آپ کو کہلاتے تو مسلمان ہیں مگر ان کے ذہن مادیت پرستانہ ہیں سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی کی چنداں اپنی ضرورت نہیں ہے۔

کردار عمل میں تضاد

کہ میں جس دفتر میں ملازم ہوں وہاں کا سنئیر افسر بہت زیادہ رشوت لیتا ہے حالانکہ خوبصورت چہرہ منہ پر سرکار ﷺ کی سنت مطہرہ سجائی ہوئی پانچ وقت کا نمازی اور بڑی بات یہ کہ پانچ وقت سب سے پہلے مسجد میں جانا صفیں درست کرنا اذان پڑھنا اور پھر یہ کہ ہر چھ ماہ بعد عمرہ بھی ادا کرنا۔ ایک دن میں نے اس افسر سے کہا کہ سر! آپ رشوت خوب لیتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر لیتے ہیں اور جو نہ دے اس کا کام ہی نہیں کرتے نماز بھی بہت پڑھتے ہیں عمرہ بھی ادا کرتے ہیں اور پتہ ہی نہیں کہ آپ نے کتنے عمرے ادا کئے ہیں۔ اور دوسری طرف آپ کا یہ حال ہے کیا آپ کے جذبہ دینی اور دفتری رویہ میں کوئی مطابقت ہے؟ وہ افسر کہنے لگا لڑکے! اگر تم نے خاموشی سے میرے دفتر میں ملازمت کرنی ہے تو کرو ورنہ صبح سے چھٹی کر جاؤ۔ جب میں نے یہ بات سنی تو بڑا تعجب ہوا کہ یہ ہے ان لوگوں کا حال کے کردار اور عمل میں کوسوں کا فاصلہ ہے۔ تو کیا یہ نفاق کی صورت نہیں؟ کیا ایسے لوگوں کی عبادات پر مداوت صرف ریا کاری نہیں؟ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جو ریا کار ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بظاہر قرآن وسنت پر عمل کرنے کو سمجھے کا دعویدار ہیں مگر شریعت اسلامیہ کی روح کو سمجھنے سے محروم ہیں۔ علامہ اقبال اس خوش نصیب کے بارے میں فرمایا۔ جو شریعت اسلامیہ کے رازہائے پنہاں سے باخبر ہیں۔

ہر کہ از سر نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریل امین گردد قریب

جو شخص نبی کریم ﷺ کی شریعت مبارکہ کا حصہ پالیتا ہے وہ جبریل امین سے قریب تر ہو جاتا ہے

ہر یکے دانائے قرآن و خبر
در شریعت کم سوا دو کم نظر

یہ قرآن وحدیث کے عالم ہونے کے دعویدار تو ہیں مگر شریعت کے (راز ہائے پہاں) س بے بہرہ و بے بصر ہیں۔

کار اقوام و ملل نا ید درست
از عمل بنما کہ حق دردست تست

قوموں کے اور ملتوں کے کام اس طرح نہیں سنورتے۔ اپنے عمل سے ثابت کر کہ حق تیرے پاس ہے۔ لیکن کیا کیا جائے جب ظاہر پر لبادہ بندگی الٰہی کا ہو قیام ورکوع میں خشوع وخضوع ہو اور باطن کفر اور منافقت سے لتھڑا ہو تو وہ عمل خیر بھی محض ریا ونمود ہی رہ جاتا ہے کبھی حقیقی ثمر نہیں دیتا۔ ایمان کا حقیقی پھل اور نور ایمان اسی کو ملتا ہے جو رحمت عالم ﷺ کی نبوت کے روحانی فیضان سے مستفیض ہوتا ہے۔

ذکروفکروعلم وعرفانم توئی   کشتی ودریا وطوفانم توئی

ہاں! تو بات کہاں سے کہاں چلی نکلی کہ ذکر تو تھا ان لوگوں کا جن کا ظاہری کردار تو مومنانہ اور ذہنی سوچ کافرانہ تھی۔ اس توضیح سے یہ بات کھل کر واضح ہوگئی اللہ تعالیٰ ظاہری حسن وجمال کو نہیں دیکھتا بلکہ دل کا نکھار دیکھتا ہے۔

ابن ابی کا معاشرتی کردار

آپ نے پڑھ لیا ہے کہ عبداللہ بن ابی نے دیکھا کہ اس کی قوم کے لوگ اسلام

کے سوا کسی بات پر راضی نہیں وہ ہر قیمت پر رحمت مصطفیٰ ﷺ کے سایہ عاطفت میں رہنا چاہتے ہیں۔تو یہ خناس بھی اپنی خودغرضیوں کے پیش نظر بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ بیٹھا اور باطن میں کھوٹے سکے کی طرح ہی رہا۔اس بدبخت کا معاشرتی کردار کیسا تھا۔

عبداللہ بن ابی زبردست گستاخ رسول بھی تھا۔

حرام خور بھی تھا۔

اس کے پاس بہت سی لونڈیاں رہا کرتی تھیں۔

ان سے زبردستی پیشہ کراتا۔

ان کی حرام کی کمائی سے اپنے فوائد حاصل کرتا۔

بذات خود ہر طرح کے عیش وعشرت سے رہتا۔(سیرت حلبیہ)

ابن ابی کا خوشامدانہ رویہ

ایک روز عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی کہیں جا رہے تھے راستہ میں ان کو مسلمانوں کی ایک جماعت ملی جن میں حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ان حضرات کو دیکھ کر عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔دیکھو ان بیوقوفوں کا رخ کس طرح تمہاری طرف پھیر دیتا ہوں۔اس کے بعد اس نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا۔

مرحبا صدیق اکبر جو بنی تمیم کا سردار ہیں۔شیخ الاسلام ہیں غار ثور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں اور اپنی جان و مال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خرچ کرنے والے ہیں۔پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا۔مرحبا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے جو آپ ﷺ کے داماد ہیں جو آنحضور ﷺ کے بعد بنی ہاشم کے سب

سے بڑے سردار ہیں۔

پھر اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا بنی عدی کے فاروق اعظم مرحبا۔ اللہ کے دین کے لئے نہایت طاقتور ہیں اور حضور ﷺ کے لئے اپنی جان و مال خرچ کرنے والے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کی منافقانہ گفتگو سنی تو فرمایا:

اے عبداللہ بن ابی اللہ سے ڈرو اور منافقت نہ کرو۔ منافقین اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں ابن ابی سے رہا نہ گیا کہنے لگا۔

اے ابوالحسن! ذرا ٹھنڈے رہو کیا یہ بات محمد سے کہہ رہے ہو خدا کی قسم ہمارا ایمان تمہارے ایمان جیسا اور ہمارا تصدیق تمہاری تصدیق جیسی ہے (سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۱۳ اردو)

آج کے دور میں ابن ابی کا مسلک

قارئین کرام! آپ نے اس بد بخت کا ذہنی فکر تو پڑھ لیا کہ یہ کس سوچ کا حامل تھا۔ افسوس تو یہ ہے کہ وہ بد بخت بظاہر اپنی موت آپ مر گیا مگر اس کی فکر اب بھی زندہ ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس نے ہمارے معاشرے کی ہر اعتبار سے اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے آج کوئی مخلص انسان تلاش کرنا ہو تو بڑا مشکل نظر آئے گا۔ موقع پرست اور خودغرض لوگ ابن ابی کی پالیسوں کو کامل طور پر اپنائے ہوئے ہیں۔ بعض لوگ تو دیکھے گئے ہیں جن کی بظاہر مادی کامیابیوں کا راز اسی رویہ پر عمل پیرا ہونے میں ہے ہمارے معاشرے میں انہیں لوگوں کا آج دور دورہ ہے۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جو مذہب اسلام سے وابستہ ہی ہیں بلکہ اپنے آپ کو دین کا ٹھیکدار سمجھتے ہیں۔ مگر ان کی طبع پر خوشامدانہ پالیسیوں کا غلبہ ہوتا ہے جب ان کے سامنے کوئی سادہ لوح مسلمان آجاتا ہے تو اس کی تعریفیں کرتے ہیں اور اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں وہ بیچارہ سمجھ جاتا ہے یہ مکمل طور پر میرا خیر خواہ ہے۔ اسے

یہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ میرے منہ پر میری تعریفیں کرنے والا مجھے ہی بے وقوف بنا رہا ہے۔

قارئین کرام! ہمیشہ یہ بات یاد رکھیں۔ جو شخص منہ پر بہت زیادہ تعریفیں کرتا ہو اس سے بھلائی کی توقع نہ کریں میں اس بات کا عملی طور پر ہزار بار مشاہدہ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ ایسے ہی دو رُخ آدمی کی بہت زیادہ مذمت فرمائی۔ ایسے بد بخت کو دو مونہوں والا قرار دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ شَرِ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ يَاتِیْ هَولاءِ بِوَجْهٍ وهولاء بوجه (مسلم جلد دوم)

بے شک لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے جو دو مونہوں والا ہے ان لوگوں سے ایک چہرے سے ملاقات کرے۔

ان لوگوں سے دوسرے چہرے معاشرتی زندگی میں آپ نے ایسے لوگوں کا کئی بار مشاہدہ کیا ہوگا۔ جو آپ کے سامنے تو آپ کی ہر طرح سے بھلائی کا طالب ہے اور حقیقتاً آپ کا خیر خواہ نہیں بلکہ آپ کی نگاہوں میں معزز و مکرم بننا چاہتا ہے۔ مگر نفاق کبھی چھپ نہیں سکتا ۔ایک مذہبی جماعت کی تربیت ہی اسی بنیاد پر کی جاتی ہے اور انہیں پڑھایا جاتا ہے کہ جب تم کسی بستی میں جاؤ کوئی ملے تو اس کی خوب خوشامد کرو اور اسے اپنے قریب کرنے کے لئے خوب خاطر مدارت کرو۔ یقیناً وہ لوگ اس بات پر پوری طرح سے کاربند ہیں وہ گروہ در گروہ نکلنے والے زبان کے اس قدر میٹھے ہوئے ہیں حد سے زیادہ جب ان کا اصل روپ ملاحظہ کرو تو ان کے رویے کی تبدیلی بھی انسان کو ورطہ حیرت میں گم کر دیتی ہے۔ تو کیا یہ عبداللہ بن ابی کے مسلک کا فروغ نہیں؟ کیا یہ لوگ اس بد بخت کی پالیسیوں پر مکمل طور پر عمل پیرا نہیں۔

کسی کے ساتھ خلوص سے پیش آنا بھی بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ نفاق پرست انسان کا کوئی مسلک نہیں ہوتا وہ صرف اور صرف شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے جو کہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔

غزوہ احد کے وقت ابن ابی اور دوسرے منافقوں کی غداری

جنگ احد میں کفار مکہ غزوہ بدر کی شکست کا انتقام لینے کے لئے بڑے سازو سامان سے آئے تھے نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی کہ باہر نکلنے کی بجائے شہر کے اندر رہ کر دشمنان اسلام سے مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی نے بھی یہی مشورہ دیا لیکن بعض جوشیلے نوجوان صحابہ جنہیں غزوہ بدر میں اپنی تلوار کا جوہر دکھانے کا موقع نہ ملا اس پر اصرار کیا کہ شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کیا جائے عبداللہ بن ابی نے کہا یا رسول اللہ! مدینہ رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے دشمنوں کی طرف چل کر نہ جائیں۔ خدا کی قسم! جب کبھی ہم شہر سے باہر نکلے ہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ لیکن جو کوئی ہم پر چڑھ آیا اس نے نقصان ہی اٹھایا۔ آپ ذرا قریش مکہ کو آنے دیجئے مردان کا مقابلہ سامنے سے کریں گے اور عورتیں اور بچے چھتوں پر سے ان پر سنگ باری کریں گے۔

لیکن انصاری جوان برابر یہی اصرار کرتے رہے کہ شہر سے نکل کر ان سے مقابلہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر اپنے گھر گئے اور جنگی لباس پہن کر تشریف لائے۔ یہ دیکھ کر شہر سے باہر نکل کر مقابلے کے لئے اصرار کرنے والے سخت نادم ہوئے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو مجبور کیا۔ اب وہ اظہار ندامت کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! ہم آپ نے آپ کی مرضی کے خلاف باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ واقعی یہ بات درست تھی کہ شہر کے اندر ہی دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا کسی نبی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ جنگی سامان پہن کر بغیر جنگ کے اتار دے۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک ہزار صحابہ کی جمعیت میں نکل پڑے۔

جب آپ ﷺ ''شوط'' کے مقام پر پہنچے جو مدینہ اور احد کے درمیان ہے تو عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت بھاگ گیا جو سب کے سب منافق تھے۔ جاتے

ہوئے کہنے گا۔ آپ نے میری بات نہیں مانی لہٰذا مجھے کیا ضرورت ہے موت کے منہ میں آنے کی۔ آپ ﷺ نے میری بات نہیں مانی لڑکوں کی بات مانی ہے۔ الغرض ابن ابی کے حکم پر اس کے سارے ساتھی ساتھ چھوڑ گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی) اس کے پیچھے گئے اسے سمجھایا کہ اس طرح کر کے حضور کو صدمہ نہ پہنچاؤ۔ دشمن سامنے صف آراء ہے اور بہت خطرناک موقع ہے اس نے ایک نہ سنی اور اپنے تمام جیلوں چانٹوں کو لے کر چل پڑا۔ جب اس نے حضرت عبداللہ کی رائے کو بھی ٹھکرا دیا تو آپ نے فرمایا اچھا ہوا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو دفع کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔ (سیرت حلبیہ)

عبداللہ بن ابی کی دلخراش بدتمیزی

غزوہ مصطلق کے موقع پر منافقین کا ٹولہ بھی لشکر اسلام کے ہمراہ تھا اس موقع پر ایک ناگوار واقعہ پیش آیا جس نے منافقین کے نفاق کو بالکل عیاں کر دیا۔

ہوا یوں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غفاری اجیر بنام جہجاہ ابن مسعود ان کے ساتھ تھا جوان کا گھوڑا لے کر چل رہا تھا پانی کے چشمے پر جہجاہ اور سنان ابن وبر جہنی بنو عوف ابن خزرج کے حلیف میں باہمی ٹکراؤ ہو گیا۔ دونوں لڑنے لگے جہنی نے آواز دی۔ یا معشر الانصار: اے گروہ انصار اور جہجاہ نے بھی آواز دی یا معشر المہاجرین: اے گروہ مہاجرین اس پر ابن ابی کو غصہ آ گیا اس کے ساتھ نوعمر صحابہ حضرت زید بن ارقم بھی موجود تھے۔ ابن ابی نے کہنا شروع کر دیا، اچھا! کیا ان لوگوں نے یہ کیا ہے کہ ہمارے اندر منافرت پیدا کر دی ہے اور ہمارے ہی شہروں میں ہم پر اکثریت اور طاقت حاصل کرنا چاہی، خدا کی قسم! ہم ان جلابیب قریش قلاش ترشیوں کو اپنے برابر شمار کے اس کے سوا کیا کریں گے اس کی مثال یہ بن جائے گی۔ سمن کلبک یا لک: اپنے کتے کو خوب موٹا تازہ کرو تمہیں ہی کیا

جائے گا۔خدا کی قسم ہم مدینہ واپس جا کر جو طاقت ور ہیں ان کمزوروں کو نکال دیں گے۔

اس کے بعد اپنے چیلوں کے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ یہ سب کچھ تمہارا ہی کیا دھرا ہے تم نے اپنے شہروں میں انہیں جگہ دی اپنے مکانات و جائیداد دے دی۔ کاش تم اپنے ہاتھ ان سے کھینچ لو تو انہیں اپنے شہروں کی طرف جانے کو مجبور کر دو۔

ان لوگوں کے ہمراہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔آپ نے اس کے بکواسات کو سنا اور من وعن حضور ﷺ کی بارگاہ میں سنا دیا۔اس وقت حضور ﷺ مشن سے فارغ ہو چکے تھے۔اور آپ کے پاس حضرت عمر فاروقؓ موجود تھے۔تو آپ نے عرض کی حضور آپ عباد بن بشر کو حکم فرمائیں وہ اس بد بخت کو قتل کر دیں۔حضور ﷺ نے فرمایا عمر! یہ کیسے ہو سکتا ہے لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے (کیونکہ ابن ابی بظاہر مسلمان تھا) یہ مناسب نہیں۔

ادھر عبداللہ بن ابی کو معلوم ہو گیا کہ زید بن ارقم ساری روداد حضور ﷺ کو سنا دی ہے تو وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور کہنے لگا۔یارسول اللہ! خدا کی قسم زید نے جو کچھ آپ سے بیان کیا میں نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔نہ میں نے اس بارے میں کوئی بات کی ہے۔

عبداللہ بن ابی چونکہ اپنی قوم میں معزز تھا اس لئے انصاری صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ! ہو سکتا ہے زید بن ارقم کو ابن ابی کی بات سے کچھ وہم ہوا ہو جو کچھ اس نے کہا ہو اس نے یاد نہ رکھا ہو۔

اس وقت مجلس نبوی میں اکابر صحابہ کرام بھی موجود تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا زید! شاید تم سے سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہے؟ نہیں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے آپ ﷺ کے سامنے قسم کھائی۔

جب منافقین نے واپس جا کر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کی تکذیب کی تو اس پر تمام انصار نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملامت کی کہ تم نے حضور ﷺ کے سامنے

غلط بیانی کی۔ان کے چچا اور دوسرے انصار بھی ان کے ہمنوا بن گئے اور حضرت زید کو ملامت کرنے لگے کہ تم نے خواہ مخواہ حضورﷺ کو پریشان کیا ہے۔ حضرت زید نے پھر قسم کھائی بلاشبہ میں نے ابن ابی کو یہ کہتے ہوئے خود سنا ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری تصدیق میں اپنے رسول اللہﷺ پر کوئی آیت نازل فرمائے گا۔لیکن کسی نے ان کی قسم پر یقین نہ کیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت پر اس تکذیب کا بڑا گہرا اثر ہوا۔آپ نے لوگوں سے شرم کے مارے میل ملاپ چھوڑ دیا۔ ہر وقت پریشانی کے عالم میں رہتے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کی سچائی کی تصدیق فرمادی اور منافقین کی جھوٹی قسموں کا پول کھول دیا۔ حضرت زید کہتے ہیں میں اثنائے سفر میں حضورﷺ کے ہمراہ تھا۔لیکن ندامت کی وجہ سے میرا سر جھکا ہوا تھا۔اپنے پیارے آقاﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ محبوب باریﷺ نے ازراہ شفقت و محبت میرا کان مروڑا اور میری طرف رخ انور فرما کر مسکرادئے پیارے آقا کی اس کرم نوازی سے میرا دل اس قدر سکون ملا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا کرم نصیب نہ ہوا۔ مجھے اس قدر خوشی ملی کہ ہمیشہ والی زندگی بھی مل جاتی تو اس قدر خوشی محسوس نہ ہوتی۔

پیچھے سے یار غار صدیق اکبرؓ بھی تشریف لائے اور کہنے لگے آقاﷺ نے کیا ارشاد نے فرمایا میں ساری بات بتا دی تو صدیق اکبر کہنے لگے تمہیں مبارک ہو۔ پھر عمر فاروقؓ بھی آ گئے اس بات کو سن کر وہ بھی مبارک دینے لگے جب رات بیت گئی تو صبح کے وقت سید عالمﷺ نے سورۃ المنافقون تلاوت فرمائی۔

وہ آیات جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوید جانفزا بن کر آئیں وہ یہ ہیں۔

ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا . وللہ خزائن السموات والا رض ولکن المنا فقین لا یفقھون ٥یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخر جن الا عزمنھا الاذل. وللہ العزۃ ولر سولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون: ترجمہ یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں نہ خرچ

کروان پر جواللہ کے رسول کے پاس ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ (بھوک سے تنگ آ کر) منتشر ہو جائیں اوراللہ ہی کے لئے ہیں زمین وآسمان کے خزانے لیکن منافق سمجھتے ہی نہیں۔ منافق کہتے ہیں اگر ہم مدینہ میں واپس گئے وہاں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقوں کواس بات کاعلم ہی نہیں۔

اس آیت میں فرما دیا گیا کفار ومنافقین کو کیا حق پہنچتا ہے وہ اپنے آپ کومعزز و مکرم خیال کرنے لگیں حقیقی عزت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے یا اس کا رسول ﷺ اور اس کے ماننے والے جن کواللہ تعالیٰ عزت وکرامت کی خلعت سے نوازا ہے۔ کفار ومنافقین جو کفر ونفاق کی ذلتوں میں گرفتار ہیں بزدلی کے باعث کھل کر سامنے نہیں آ سکتے۔ جھوٹی قسمیں کھانے سے باز نہیں آتے۔ معمولی سے دنیوی فائدے کے لئے اپنے نظریات کا صاف صاف انکار کر دیتے ہیں مسلمانوں کے دامن شفقت میں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود جب موقع ملے تو ڈسنے سے باز نہیں آتے جن لوگوں کا یہ کردار ہو کیا انہیں یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کومعزز ومحترم بنیں انسان عزت جاہ ومال سے نہیں رزق وبرق لباس میں نہیں انسانی عزت وقار کا راز تو اس کے بلند کردار اس کی بے داغ سیرت اور مکارم اخلاق میں مضمر ہے۔ جس سے یہ لوگ کوسوں دور ہیں۔ (ضیاء القرآن پنجم ۲۵۶)

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرام میں منافقین کی نفاق پسندی کا بڑا چرچا ہوا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اجازت عطا فرمائیں تو میں اس منافق ابن ابی کی گردن اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے اجازت نہ فرمائی۔ لوگ کہیں گے کہ محمد نے اپنوں کوقتل کر دیا کیونکہ وہ ان میں رہتا ہے۔

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ منافقین بزعم خویش اپنے آپ کو کیا خیال کرتے ہیں اور اصحاب رسول اور حضور ﷺ کو کیا گمان کرتے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام بلند بانگ

دعوؤں کو مسترد فرمائے ہوئے ہمیشہ کے لئے اس باب کو بند کر دیا کہ کوئی شخص یا کوئی طبقہ اپنے ظاہری حسن و جمال اور جاہ و جلال کو دیکھ کر خوش فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ظاہری حسن و جمال اور جاہ و جلال کو نہیں دیکھتا وہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ کس کے آئینہ قلب میں تصورِ محبوب ہے کون ہے جو دل و جان سے محبوب اکرم و اطیب ﷺ کو چاہتا ہے جس کی چاہتوں کا مرکز دہلیز مصطفیٰ ﷺ ہے ایمان بھی اس دل میں قرار پکڑے گا عزتیں بھی اسے ملیں گی۔ عظمتیں بھی اسے نصیب ہوں وہ بارگاہ ایزدی میں بھی مکرم و محترم ہوگا اور نگاہ محبوب ﷺ میں لائق تکریم ہوگا۔

بے نصیب باپ عزت والے بیٹے کے سامنے ذلیل

یہ شرف و بزرگی صرف مذہب اسلام ہی کو حاصل ہے کہ جب کوئی دامن اسلام میں آ جاتا ہے تو رحمت محبوب باری اپنی آغوش محبت میں لے لیتی ہے۔ اسلام تکریم انسانیت کا معیار مال و دولت پر نہیں رکھا بلکہ تقویٰ و طہارت غلامی مصطفیٰ پر رکھا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت عمر فاروق ﷺ مکہ کے کوچہ بازار میں سورج کی گرم لو میں زمین پر گھسیٹے جانے والے بلال کو کبھی بھی یا سیدی اے میرے آقا! کہہ کر نہ پکارتے۔ یہ صرف آغوش محبوب ﷺ ہی تھی جس نے اس کو خرید کر انمول کر دیا۔ اور ادھر باپ تو سرکار دو عالم ﷺ کے گستاخوں میں نمبر ون تھا اور بیٹا حضور ﷺ میں ہم تن تھا دیکھئے!

جب نزول آیات کے بعد منافقین کی نسبت لشکر اسلام میں زیادہ چرچا ہو گیا تو آنحضور ﷺ نے کوچ فرما جانے میں بہتری سمجھی تو آپ ﷺ نے کوچ کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی آقا اتنی گرم لو ہے تمازت آفتاب ہے حضور ﷺ گرمی کی شدت کے عالم کوچ فرما دینے کا حکم فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تم جانتے نہیں تمہارے ساتھی عبداللہ ابن ابی نے کیا کہا ہے۔ عرض کی ہاں حضور جانتا ہوں اگر

آپ چاہیں تو ہم مدینہ سے نکال دیتے ہیں۔ مگر آنحضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔

اسید کہنے لگے حضور! یہ شخص پرلے درجے کا کمینہ ہے۔ آپ کی مدینہ تشریف آوری سے قبل اہل مدینہ نے اسے اپنا سردار بنانا تھا۔ اس کا تاج تیار ہونے سنار کے پاس گیا تھا۔ بس آپ کی تشریف آوری سے اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر جو کچھ بھی کرتا ہے حسد کی وجہ سے کرتا ہے آپ اس کی باتوں کو دفع کریں۔

جب لشکر واپس وادی عقیق کے مقام پر پہنچا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (اس المنافقین کے بیٹے) سڑک پر آن کھڑے ہوئے جب باپ سامنے آیا تو اونٹ سے اتر کر باپ کے گھوڑے کی لگا پکڑلی۔ اور کہا میں تم کو اس وقت تک آگے بڑھنے کی اجازت نہ دوں گا جب تک حضور ﷺ تمہیں اجازت نہیں دیں گے۔ اور تو اپنے آپ کو یہ نہ کہنے گا کہ میں ذلیل ہوں اور محمد ﷺ عزت والے ہیں۔

اتنے میں سید المرسلین تشریف لے آئے اور دیکھا کہ باپ کے گھوڑے کی لگام بیٹے کے ہاتھ میں ہے اور بات تکرار میں ہے اور باپ بیٹے کے سامنے کہہ رہا ہے میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں حتی کہ بچوں عورتوں سب سے زیادہ ذلیل ہو۔ سید عالم کا حسن اخلاق دیکھئے آپ ﷺ نے یہ معاملہ دیکھ کو عبداللہ سے فرمایا اسے چھوڑ دو! جب تک تمہارے ہاں موجود ہے ہم اس سے مہربانیاں ہی کرتے رہیں گے (محسن اعداء مدارج النبوت)

منافقین اپنا قرب ظاہر کرتے اور حضور کے کانوں میں باتیں کرتے

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

انما نجوی من الشیطن لیحزن الذین امنو ولیس بضار هم شیئا الا باذن الله وعلى الله فلیتو کل المومنون (المجادلہ) یہ سرگوشیاں تو شیطان کی طرف سے ہیں تا کہ وہ ایمان والوں کو غمزدہ کردے حالانکہ وہ انہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ

کے حکم کے بغیر۔اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

اس قسم کی سرگوشیاں (کانا پھوسی) شیطان کی انگیخت ہوتی ہیں اور ان کا مقصد مسلمان کو خوف زدکرنا اور ہراساں کرنا ہوتا ہے۔(اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں کو بتا دیتا ہے کہ ان کی یہ ساری سرگوشیاں اور سازشیں تمہیں کوئی ضرورنقصان نہیں پہنچا سکتیں۔اللہ تعالی نہ چاہے تو یہود اور منافقین کے چاہنے سے تمہارا بال بھی بیکانہ نہ ہوگا۔اس لئے تمہیں (اے محبوب) ایسی باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہے اور اللہ تعالی پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیے۔

حضور کریم ﷺ نے اپنے غلاموں کو آداب مجلس کی بھی تعلیم دی ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم میں تین آدمی اکٹھے بیٹھے ہوں تو تیسرے آدمی کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کرو دوسری حدیث جو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس میں اس حکمت بھی بتا دی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جب تم تین آدمی بیٹھے ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو مشورہ کرنے لگ جاؤ اس وہ تیسرا آدمی آزردہ خاطر ہوگا۔وہ یہ خیال کرے گا کہ مجھے بیگانہ کیا جا رہا ہے۔یا ان میں نظروں میں میری کوئی عزت نہیں اور اگر اس آدمی کے پاس آ کر بیٹھ جائیں تو پھر ان دو کی سرگوشی منع نہیں کیونکہ اب وہ آزدہ خاطر نہ ہوگا (ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ ۱۴۵)

اکرام واحترام انسانیت یہ اسلام کا طرہ امتیاز ہے یہ ہر کسی کے حقوق کی ادائیگی اور پاسداری کا حکم دیتا ہے قران کا انسان مطلوب یہی ہے کہ یہ معاشرہ ہر طرح کی بے اعتدال اور اخلاقی بے راہ روی سے پاک وطاہر ہو۔اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں جوں جوں زمانہ رسالت میں بعد ہو رہا ہے انسان نے اس قدر دوری اختیار کر لی ہے حالانکہ یہ منشاء رسالت اور منشاء خدا ہی نہیں کہ افراد وملت عدم توازن کا شکار ہو کر بے راہ روی کا شکار ہو جائیں۔اخلاقیات حسنہ جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے نافذ العمل تھے آج بھی اس کی افادیت اور روز روشن کی طرح عیاں ہے گو یہ الگ بات ہے کہ ہم بذات اخلاقیات

مکارم کو پس پشت کر کے ہوائے نفسانی کی غلامی میں پھنس گئے ہیں۔

زباں سے کہہ بھی لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہودیوں کی طرح منافقین بھی آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر آپس میں صحابہ کرام پر ہنسی مذاق اڑاتے۔ ان کی عیب جوئی کرتے سید عالم ﷺ کے ارشادات عالیہ کو سن کر کہتے ایسے سخت کام تو ہم نہیں کر سکتے۔

بعینہٖ آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ جی دیکھو اسلام کے احکامات پر عمل پیرا ہونا یہ ہمارے جیسے دنیادار لوگوں کے بس میں نہیں اسلام پر چلنا بڑا ہی مشکل ہے۔ صحابہ کرام چل سکتے تھے۔ یا آج کل مولوی لوگ چل سکتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ بالکل لغو بات ہے جس کا حقیقت حال سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ دین اسلام کوئی مشکل دین نہیں اور نہ ہی اسلام کے احکامات پر عمل کرنا، اوکھا پینڈا ہے۔ ہم نے بذات خود اپنے آپ کو مشکلات کے چنگل میں پھنسالیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ مکمل ضابطہ حیات ہے اور یہ ضابطہ حیات زمان و مکاں کی حدود قیود سے ماورئی اسوہ حسنہ ہے رسول اکرم ﷺ نے جس طرح عرب کے ان اجڈ لوگوں کو انسانیت کا تاجدار بنایا ہے بے شک وہ آپ کی براہ راست تربیت کا فیضان تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی تربیت کا فیضان آج تو بھی موجود ہے اسوہ حسنہ کا واضح نمونہ اور مثالیں آج بھی موجود ہیں معاشرہ کے افراد نے خود ہی ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے آپ کو ذلت کے کنوؤں گرادیا۔

منافقین کی یہ مذموم عادت تھی کہ سید المرسلین ﷺ سے بلاوجہ تخلیہ کرتے اور ضرورت سے زائد سوالات کرتے ان کی اس حرکت کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس طرح کر کے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اپنا قرب ظاہر کرتے۔ صحابہ کرام ﷺ پر اپنا تفوق ظاہر کرنے

کے لئے سید عالم ﷺ کے کانوں میں آ کر بار بار باتیں کرتے۔سوالات کرتے۔

بارگاہ ایزدی میں ان کی یہ عادت نہ پسند آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے اہل ایمان جب تم ہمارے رسول کے ساتھ بات کرنا چاہو تو پہلے صدقہ کرلیا کرو(تاکہ تمہیں فکری طہارت نصیب ہو) یہ تمہارے لئے بہتر اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے۔پھر اگر تم میں صدقہ دینے کی طاقت نہیں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

خدا کی کرنی دیکھئے جب یہ حکم نازل ہوا تو وہ منافقین جو مادیت پرستانہ روش کے حامل تھے دنیا کے مال کی محبت جن کی ہڈی ہڈی میں رچ بس گئی تھی اپنی مذموم عادت کو چھوڑ گئے۔

منافقین کی طعنہ زنی

منافقین ہر وقت اس تلاش میں لگے رہتے کہ نبی ﷺ پر اعتراض کرنے کا کوئی موقع مل جائے ابلیس بھی بڑی مکاریاں کرتا ہے اور ایسے مواقع فراہم کرنے میں ان منافقین کا معاون ومددگار بن جاتا ہے۔

دین اسلام میں ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ بہت بڑا ہے جو بدری صحابہ تھے۔اللہ تعالیٰ کی جل شانہ نے حضور ﷺ کے توسل سے ان سب بدری صحابہ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں چند بدری صحابہ کرام موجود تھے چونکہ مسجد میں کثیر تعداد میں پروانے شمع کے گرد موجود تھے۔ اس وجہ سے نئے آنے والے اصحاب بدر کو مسجد میں بیٹھنے کے لئے جگہ نہ مل سکی۔ان صحابہ رسول نے پیچھے ہی کھڑے ہو کر اسلام علیکم عرض کیا۔حاضرین میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔نبی مکرم ﷺ کے چہرہ اقدس پر ناگواری کے آثار نمودار ہوئے آپ ﷺ نے غیر بدری صحابہ کو نام لے لے کر پکارا اور اپنی جگہ کھڑے ہونے کا حکم فرمایا۔چنانچہ وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور اصحاب بدر اس جگہ پر بیٹھ گئے۔

منافقین چونکہ اس تاک میں تھے کہ انہیں اعتراض کا موقع مل جائے تو انہیں موقع مل گیا اور کہنے لگے محمد ﷺ بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالی نے ادب کے لئے مسلمان کو ہمیشہ بڑوں کے لئے جگہ خالی کر دینے کے حکم میں سور مجادلہ کی آیت: **یــا ایھــا الذین امنو اذاقیل لکم تفسحو ا فی المجالس (الخ)**

ترجمہ: اے ایمان والوں جب تم کو کہا جائے کہ (آنے والوں کے لئے) جگہ کشادہ کر دو تو کشادہ کر دیا کرو اللہ تمہارے لئے کشادگی فرما دے گا۔ اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا درجات بلند فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ جو کرتے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول سیوطی)

منافق اہل ایمان کو ریا کار کہتے تھے

یہ بات درست ہے کہ شیشہ دیکھو تو منہ اپنا ہی نظر آتا ہے۔ منافقین خود ریا کار تھے ان کی ریا کاری پر قرآن گواہ ہے۔ یہ دھوکہ باز بھی تھے ان کو دھوکہ بازی پر قرآن گواہ ہے۔ لیکن عناد عناد ہی ہوتا ہے۔ امت مسلمہ میں فساد کی آگ بھڑکانا ان کی اجتماعیت کو منتشر کرنا منافقوں کا سب سے بڑا خطرناک منصوبہ تھا۔ یہ اپنی فضول ریشہ دوانیوں سے باز نہ آتے یہ تو نبی کریم ﷺ کی حکمت عملی تھی جس کے سامنے یہ لوگ بے بس ہو جاتے تھے۔ ورنہ کیا خبر یہ کیا کچھ کرتے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر رحمت عالم ﷺ نے صحابہ کرام کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی۔ تو ہر شخص نے اپنی اپنی بساط کے مطابق مال لا کر بارگاہ رسالت ماٰب ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار درہم لائے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سو وسق چھوہارے۔ حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجوریں لائے اور عرض گزار ہوئے آقا ساری رات پانی کھینچ کر مزدوری میں دو

صاع کھجوریں لایا تھا۔ آدھی بال بچے کو دے آیا ہوں اور آدھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہیں سبحان اللہ حضور ﷺ نے ان کھجوروں کو سب سے اوپر ڈال دیا۔

منافقین جن کے دلوں کی خبث انگڑائیاں لے رہا تھا بالاخر پھٹ پڑے کہنے لگے اس شخص نے جو کھجوریں دی ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی ضرورت نہیں۔ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آدھا مال پیش کیا تو کہنے لگے یہ سب نمود ریا کاری ہے۔

(ضیاء القرآن جلد چہارم صفحہ ۳۹۹)

اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔ کائنات کا رب مومنوں کو بھی جانتا ہے۔ منافقوں کو بھی جانتا ہے۔ اس ذات باری سے نہ خلوص چھپا رہتا ہے نہ نمود وریا کاری چھپی رہتی ہے۔ منافقین بذات خود نمود وریا کاری کے پیکر تھے۔ ان کی نمازیں ان کی دیگر مالی و جانی عبادات سب کی سب نمود وریا کاری پر ہی مبنی ہے۔ ان لوگوں نے اصحاب رسول ﷺ کے جذبہ ایثار کو دیکھا تو برداشت نہ کر سکے۔ جب کچھ بھی نہ بن سکا تو کہہ دیا یہ سب نمود وریا کے لئے کیا جا رہا ہے۔ ان میں اخلاص نام کی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری وفاداریوں اور باطنی مکاریوں کا رازیوں فاش کیا۔ تو فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَوِّعِیْنَ مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَ ھُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْھُمْ فیسخه سَخِرُوْنَ مِنْھُمْ سَخِرَ اللّٰہِ مِنْھُمْ وَلَھُمْ عَذَاب" اَلِیْم" (التوبہ)

جو لوگ ریا کاری کا الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر اور جو نادار ہیں پاتے بجز اپنی محنت و مشقت کی مزدوری کے تو یہ ان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ سزا دے گا انہیں اس مذاق کی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اندھے منافق کی بدتمیزی اور رحمت عالم کا عفوودرگزر

جب لشکر اسلام مدینہ منورہ سے احد کے میدان کارزار کی طرف روانہ ہوا تو سرور کونین ﷺ کی خواہش تھی کہ کسی طرح جلدی سے جلدی میدان جنگ میں پہنچ سکیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ایسے صاحب ہیں جو ہمیں قریب ترین راستے سے لے چلیں؟ حضرت ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ میں لے چلتا ہوں۔ وہ آپ کو بنو حارثہ کی آبادی میں لے کر چلے جوان کے ہم قوم اور قرابت دار تھے۔

جب لشکر اسلام بنو حارثہ کے سنگستان میں گزر رہا تھا تو راستہ میں مربع ابن قیظی ایک اندھے منافق کا باغ پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے باغ میں داخل ہوئے اس کو اندازہ ہو گیا کہ حضور ﷺ باغ کے اندر داخل ہو گئے ہیں تو یہ بدبخت مٹی اٹھا کر غلامان رسول ﷺ کی طرف پھینکنے لگا اور اونچی اونچی بکواس کرنے لگا۔

اگر تم خدا کے رسول ہو تو میں تم کو باغ میں گھسنے کی اجازت نہیں دے سکتا اس کے ہاتھ میں مٹی کا بھرا ہوا پیالہ تھا۔ چونکہ یہ اندھا تھا اس لئے آنحضرت کو مخاطب کر کے کہنے لگا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں مٹی پھینکوں تو تمہارے منہ پر لگے تو اے محمد اس مٹی کو تمہارے منہ پر مارتا اس کی اس گستاخانہ بکواس کو سن کر حضرت سعد ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے تو انہوں نے اپنی کمان مار کر اس کا سر پھاڑ دیا۔ دوسرے غلامان رسول بھی غضبناک ہو گئے۔ انہوں نے اس خبیث کو قتل کرنا چاہا مگر آنحضور ﷺ نے فرمایا اسے قتل مت کرو۔ یہ دل کا بھی اندھا ہے آنکھ کا بھی اندھا ہے (سیرت حلبیہ ج چہارم اردو ۱۴۵)

منافق رسالت کی گواہی دیتے مگر اللہ نے مسترد فرمادی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا

اِذَا جَآئَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ

لَرَسُوْلُه" ط واَللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمَنا فِقِیْنَ لَکَا ذِبُوْنَ (المنافقون)

اے نبی مکرم ﷺ) جب منافق آپ کی خدمت میں آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے بلاشبہ آپ اس کے رسول ہیں۔ لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو بھی سچے دل سے آقائے دو جہاں ﷺ کے دامن رحمت میں آ گیا اور ان کا غلام بنا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن گیا اللہ تعالیٰ نے اس خوش نصیب انسان کے لئے اپنی رضا کا اعلان ان الفاظ میں کیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ: اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جانا یہ کسی کی جاگیردارانہ ورثہ نہیں بلکہ **ذلک فضل الله یو تیه من یشاء**: یہ اس ذات باری کا فضل عمیم ہے جس پر چاہے فرمادے۔

منافقین جس فکری واعتقادی میں پسماندگی کا شکار تھے اس کا ذکر تو آپ نے گزشتہ صفحات پر آپ نے پڑھ لیا ہوگا۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب منافق حضور ﷺ کی بارگاہ میں آتے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دیتے۔ حالانکہ یہ امور بظاہر ایمان کی علامت ہیں باوجود اس اقرار کے اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت ایماں کا انکار کیوں کر دیا۔ پھر یہ بھی فرمادیا یہ جھوٹے کذاب ہیں۔

قارئین کرام! ایمان وہی مستحکم ہوتا ہے جو دل کے اندر قرار پکڑے۔ اگر منہ میں رام رام بغل میں چھری کا مصداق ہو تو وہ ایمان نہیں ہوتا بلکہ وبال جان ہوتا ہے۔ یہ منافقین اپنی آنکھوں سے جلوہ جمال جہاں آراء کو دیکھتے۔ معجزات وکمالات بھی دیکھتے مگر ان کے باطن میں مادیت پرستی قرار پکڑ چکی تھی۔ جو انہیں حضور ﷺ کی ذات پاک کے ساتھ عداوت کو ابھارتی ان کے دل ان جذبات محبت سے بالکل مبرا تھے۔ جس کے عملی پیکر اصحاب رسول تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوی ایمان کو مسترد فرمادیا کہ میرا رسول تمہاری

تصدیق کا محتاج نہیں کہ تم منافق ہو کر بھی زبان سے اس کی رسالت کی تصدیق کرو گے۔تو میں تمہیں مومن مان لوں گا۔ ہر گز نہیں یہ تو منصب نبوت و رسالت پر فائز کرنے والا رب بھی جانتا ہے کہ یہ رسول مکرم و معظم ہے مگر تم اس تصدیق میں سچے نہیں تم جھوٹے ہو۔

اگر تم سچے ہوتے تو اس کی یثرب تشریف آوری پر دیدہ دل فرش راہ کرتے۔

دل و جان سے اس کے ہاتھ پر بیعت اسلام کرتے۔

اس کے غلاموں کے ساتھ شامل ہو کر دل و جان سے وفاداری کا ثبوت دیتے۔

اس کی محبت و غلامی کو اعمال صالح کی قبولیت کا مدار جانتے

اس کی خاطر ہر طرح کے مصائب آلام کو بخوشی قبول کرتے

در پردہ بھی اس کی محبت و اطاعت کا اظہار کرتے

ذاتی مفادات کو پس پشت کرتے ہوئے خلوص وللھیت کا عملی ثبوت دیتے

تم اپنے دلوں کو ہر طرح کے بغض و کینہ سے پاک رکھتے۔

تم اپنے دعوی میں جھوٹے تھے۔تو مفاد پرستانہ رویہ اختیار کئے رکھا۔ایک طرف تو اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتے مگر وفاداریاں ساری یہود کے ساتھ تھیں۔

تم نے قدم قدم پر اسے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔تم لوگوں نے دلوں سے کھوٹ نہ جانے دیا۔ مصلحت بینی کے پیش نظر ادھر بظاہر وفادار رہنے۔یہود کے طرف دار رہے۔تم نے اپنی خباثتوں کو چھپانے کے لئے ہزار جتن کئے مگر نہ چھپ سکیں۔دین میں فتنہ و فساد ڈالنے کے لئے دن دیہاڑے فریب کاریاں کرتے رہے میرے نبی مکرم ﷺ کی راہوں میں گڑھے بھی کھودتے رہے۔ان پر آزمائشیں و تکالیف آتی تھی۔تو تم لوگ خوش ہوتے تھے۔اپنے آپ کو عقلمند اور چالاک سمجھدار سمجھتے تھے۔اہل ایمان کو بیوقوف بناتے رہے۔تو ان قباحتوں اور خباثتوں کے ہوتے ہوئے تمہاری ظاہری ایمان داری کو کیونکر قبول کر سکتا ہوں؟ کوئی جواز ہے؟اب تم اپنی مکاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں آکر

اس کی نبوت کی تصدیق کرتے ہو محبت میں تو تمہیں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتا تھا مگر نظر نہیں آئی
تم لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا۔
تم دوسروں کو نیکی کی راہ میں نکلنے سے روکتے ہو۔

تمہارے دلوں پر کفر کی مہریں لگ چکی ہیں تم بے سمجھ ہو۔ تم سے حق پذیری کی استعداد چھین لی گئی ہے۔ نورِ حق کو دیکھنے والی قوت و بصارت چھین لی گئی ہے۔ عقل کا نور ختم کر دیا گیا ہے۔ نوشتہ تقدیر نے تمہیں بے نصیبوں اور بے ادبوں کی صف میں لکھ دیا ہے کیونکہ جان بوجھ کر حق کے پیغام سے منہ موڑا ہے۔ تو تم سے حق بات سمجھنے کی صلاحیت مٹا دی گئی تھی۔ تمہاری ظاہری خوبصورتی ظاہری حسن و جمال کو دیکھنے والا تمہاری ظاہری صورتوں کے حسن کو دیکھتا ہے۔ گفتگو سنو تو انتخاب الفاظ کی فصاحت و بلاغت ورطہ حیرت میں گم کر دیتی ہے۔ یہ تمہارے موسمی فکری رنگ جس میں تغیر و تبدل آتا ہے۔ تمہارے ایمان کی تصدیق تو تب ہوتی جب اس میں صدیق اکبر جیسا والہانہ جذبہ عشق رسول ہوتا۔

عمر فاروق جیسی غیرت ایمانی ہوتی
عثمان غنی جیسی فیاضی ہوتی

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی وفاداری صہیب و بلال جیسا عشق رسول انس و ابن مسعود جیسی خدمت نبوی۔ الغرض جس طرح انصار و مہاجرین وفا کیشوں نے قدم قدم پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے راہوں پر پلکیں بچھائیں عزت و تکریم نبوی کی اعلیٰ ارفع مثالیں پیش کیں تمہارا دامن ان خوبیوں سے خالی ہے تم صرف ظاہر پرست ظاہر بین ہو۔ خود غرض لالچی پرلے درجے کے مکار تو ان بد خصلتوں کے ہوتے ہوئے تمہارا ایمان قبول کروں؟ تو یہ بات میری شان ربوبیت اور میرے محبوب کی محبوبیت کے خلاف ہے۔

تمہارے دلوں میں میرے محبوب ﷺ کی محبت کی مادہ ہوتا تو جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ بخشش طلب کرنے تو بجائے سر تسلیم خم کرنے کے گردنیں اکڑاتے

ہوسروں کو جھٹکتے ہوئے انکار کر دیتے ہو۔ حالانکہ اس کی تم پر کہ کرم نوازیاں بہت زیادہ ہیں۔ اتنے کچھ ہو جانے کے باوجود تمہارے خلاف صف آراء نہ ہوا نہ تم سے سوشل بائیکاٹ کیا۔ نہ تم کو مدینہ سے نکالا بلکہ تمہارے لئے اپنی مہربانیوں کے دروازے کھلے رکھے۔ اب اگر تم بظاہر صرف دکھلاوے کے لئے اس کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہو تو وہ تمہاری گواہی کا محتاج نہیں۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ وہ رسول مکرم ہیں کیونکہ اس عالی منصب پر فائز میں نے کیا ہے تم اس کی ظاہری تصدیق کے باوجود جھوٹے ہو۔

رحمتہ للعالمین کے منافقین پر احسانات اور ان کی حسان فراموشی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا نَقَمُوْ اِلَّا اَنْ اَغْنَا هُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَکُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ": اور نہیں خشمناک ہوئے مگر اس پر کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا ہے۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ اور اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا۔ دردناک دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور نہ ہوگا ان کے لئے روئے زمین پر نہ کوئی دوست نہ مددگار۔ (سورہ توبہ آیت ۷۴)

ہجرت نبوی سے قبل یثرت عرب کے قصبات میں سے ایک معمولی قصبہ تھا اور اوس اور خزرج مال و جاہ کے لحاظ سے کوئی خام مقام بھی نہ رکھتے تھے یہ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری کی برکتیں تھیں کہ یہی چھوٹا سا قصبہ دنیا کی سب سے پہلی اسلامی اسٹیٹ قرار پایا۔ وہی اوس اور خزرج جو تنگی و عسرت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ کہ رحمت الٰہی خوب کھل کر برسنے لگی اس لئے کہ ان میں رحمتہ اللعالمین تشریف فرما ہوا۔ ان کے کاروبار معیشت میں برکتیں آ گئیں کھیتوں نے اپنا اناج اگلنا شروع کر دیا۔ غنائم اور تجارت کی برکات اس

مرکزی شہر پر ابر رحمت بن کر برسیں۔ اب جب کہ ان مدینہ والوں کے حالات بدل گئے ،غربت جاتی رہیں۔ تنگی وسعت میں بدل گئی یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ یہ سید عالم ﷺ کی رحمت ہی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان منافقین کو یہی شرم دلا رہا ہے کہ اے منافقو

میرے محبوب ﷺ کی تشریف آوری سے قبل تمہاری حالت کیا تھا۔ تمہیں چاہیے تو یہ تھا اظہار تشکر کے طور پر میرے محبوب کی اطاعت وغلامی کر لیتے تم احسان فراموش ہو۔ بجائے شکر یہ ادا کرنے کے الٹا کفران نعمت پر اترے ہو میرے نبی کا قصور یہی ہے کہ وہ تمہارے پاس تشریف لایا ہے۔ تو ہر طرح کی مہربانیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوا ہے۔ یہ ساری نعمتیں اس کی بدولت ہیں کیا تمہیں یہ کرم نوازیاں بری لگ رہی ہیں؟ کچھ تو شرم کرو۔

قارئین کرام! سید المرسلین ﷺ کی تشریف آوری سے یوں تو بزم کائنات نے اپنے دل فریب نظاروں کی آغوش میں لے لیا لیکن جب قدم مبارک یثرب میں رکھے گئے تو وہ جو بیماریوں کا گڑھ تھا مدینہ طیبہ اور مدینۃ الرسول بن گیا۔ مدینے کے مکینوں کے پر شگفتگی آ گئی فصلوں میں بہار آ گئی اس کے گلی کوچہ و بازار آمد مصطفیٰ ﷺ برکات کی لپیٹ میں آ گئے سید عالم ﷺ نے طیبہ و میں قدم رکھا تو برکتوں کا مرکز بن گیا۔ آنحضور ﷺ نے مختلف مواقع پر اس مبارک دھرتی کے لئے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے ملاحظہ فرمایئے:

امام بخاری مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا امام بخاری مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ اَجعَلُ بِالُمَدِیُنَۃِ ضِعَفَی مَاجَعَلُتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الُبرَکَۃِ:

اے اللہ جو تو برکت تو نے مکہ معظمہ کو عطا کی اس سے دوگنی برکت مدینہ کو عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ ابراهیم حرم مکة وانی حرمت المدینة ودعوت لها فی مدها وصاعها مثل ما دعا ابراهیم لمکة : بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا میں مدینہ کو

حرم بناتا ہوں اور اس کے پیمانوں اور وزنوں کے لئے برکت کی دعا کرتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

ترمذی میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اللهم ان ابراهيم عبدک وخليک دعا لا هل مکه بالبر کة وانا محمد عبدک ورسولک وانا ادعو لاهل المدينة ان تبارک لهم فی صاعهم ومد هم مثل ما بارکت لا هل مکة واجعل مع البرکة :اے اللہ! میرے دوست ابراہیم علیہ السلام نے مکہ والوں سے برکت کی دعا کی تھی۔ اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد مدینہ والوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے پیمانوں اور وزن میں برکت عطا فرما۔ جس قدر برکت تو نے اہل مکہ کو عطا فرمائی اور اس برکت کے ساتھ مزید دو برکتیں عطا فرما:۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔
کہ مدینہ والوں کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے باغات کا پھل پک جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آجاتے اور آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کرتے تو حضور علیہ السلام اس پھل کو لے کر اپنی آنکھوں پر رکھتے اور ان الفاظ کے ساتھ دعا فرماتے۔

اللهم بارک لنا فی ثمرنا . وبارک لنا فی مدينتنا وبارک لنا فی صاعنا وبارک لنا فی مدنا . اللهم ابر هيم عبدک وخليلک ونبيک وانه دعاک لمکه . وانی ادعوک للمدينة بمثل ما دعاک لمکة و مثله معه قال ثم يدعو ا اصغر وليد ويعطيه ذلک الثمر ط

اے اللہ! ہمارے پھولوں میں بھی برکت عطا فرما اور ہمارے مدینہ میں میں بھی برکت عطا فرما۔ ہمارے صاعوں میں برکت عطا فرما اور ہماری مد میں بھی برکت عطا فرما۔ اے اللہ بے شک ابراہیم ہم تیرے بندے تیرے دوست تیرے نبی تھے۔ انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی

تھی اور میں تیرے حضور مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی۔ اور اس کی مثال اس کے ساتھ اور ابو ہریرہ سے مروی ہے پھر حضور ﷺ سب سے چھوٹی عمر کے بچے کو بلاتے اور وہ پھل اس بچے کو عطا فرماتے۔

قارئین محترم! یقیناً رحمت اللعالمین نے بارگاہ صمدیت میں دست سوال دراز کیئے تو حریم کبریا میں مستجاب ہوئے تو جہاں ایمان والے حضور ﷺ کی نوازشات سے مستفیض ہوئے۔ منافقین بھی اسے پورا پورا فائدہ اٹھاتے مگر وہ سب کچھ بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ پا کر بھی دلوں کو کھوٹ سے پاک نہ کر سکے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ذلیل کیا اور فرمایا عزتوں کے تم ٹھیکیدار نہیں عزتیں تو سب میرے محبوب ﷺ کی ہیں اگر تمہیں میرے محبوب کی عنایات بری لگی ہیں تو تم دنیا میں بھی ذلیل ہوتے رہو گے اور آخرت میں ذلیل ہو گے۔

حضور ﷺ کی کرم نوازی اور ایک منافق کی منافقت

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ومنهم من عاهد الل ه لـئن اتا نا من فضله لنصد قن ولنكو نن من الصالحين o فلما اتا هم من فضله بخلوا وتولو ا وهم معرضون o توبہ آیت ۷۵

اور ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ اگر اس نے ہمیں مال دیا اپنے فضل سے تو ہم دل کھول کر خیرات دیں گے اور ضرور ہونگے۔ نیکوکاروں میں سے۔ پس جب اس نے عطا فرمایا اپنے فضل سے تو کنجوسی کرنے لگے اس کے ساتھ گردانی کر لی اور منہ پھیرنے والے ہیں۔

متعدد مفسرین کرام نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری حضور ﷺ کے پاس گیا اور کہا یا رسول اللہ اللہ سے دعا کیجئے کہ مال مجھے عطا فرمائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اے ثعلبہ! کم مال ہو اس کا شکر ادا کرو یہ اس سے بہتر ہے کہ زیادہ مال ہو۔ اور تم اس کا شکر ادا نہ کرسکو۔ پھر وہ دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا ثعلبہ تم پر افسوس ہے کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی مثل ہو جاؤ؟ اللہ کی قسم! اگر میں سوال کروں کہ پہاڑ میرے لئے سونا اور چاندی بنائیں تو ضرور بنائیں گے۔ پھر وہ آیا اور کہا یا رسول اللہ! اللہ سے میرے لئے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا کرے۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھے مال عطا کیا تو میں ہر حق دار کا حق ادا کروں گا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ ثعلبہ کو مال عطا فرما۔ اس نے بکریاں پالیں ان میں اس قدر افزائش ہوئی کہ مدینے گلیاں ان سے تنگ ہونے لگی۔ وہ رسول اللہ ﷺ ے ساتھ نماز پڑھتا پھر بکریوں کی طرف چلا جاتا۔ ان میں اور افزائش ہوئی تو اس نے نماز جمعہ اور با جماعت نماز پڑھنا ترک کردی اس کے پاس سے سوار گزرے وہ ان سے حالات معلوم کرتا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ خذ من اموالهم صدقة تطهرهم هم وتزكيهم بها(التوبہ) ان کے اموال سے زکوۃ کیجئے جو ان پاکیزہ کردے اور ان کے باطن کو اس کے سبب سے صاف کرے۔

تب رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کی وصولی کے لئے دو شخص مقرر کئے ایک انصار میں سے تھا دوسرا بنو سلیم میں سے اور ان کے لئے زکوۃ کی مقدار اور جانوروں کی تعداد لکھ دی اور ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سے زکوۃ وصول کریں اور ثعلبہ کے پاس بھی جائیں اور اس سے بھی پہلے مال کی زکوۃ وصول کریں۔ سوانہوں نے ایسا کیا۔ جب ثعلبہ کے پاس گئے اور اس کو رسول ﷺ کا مکتوب پڑھایا تب اس نے کہا پہلے اور لوگوں سے زکوۃ وصول کر کے میرے پاس آنا۔ جب وہ لوگوں سے فارغ ہو کر اس کے پاس گئے تو اس نے کہا خدا کی قسم! زکوہ (ٹیکس) کی طرح ہے اور دونوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر واقع عرض کیا۔ تب اللہ

تعالی نے اپنے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں اور ان میں سے بعض (منافق) تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے۔ التوبہ (۷۷۔۷۵) پھر انصار کا ایک شخص جو ثعلبہ کے قریب رہتا تھا۔ وہ ان کے پاس گیا اور کہا تجھ افسوس ہے اے ثعلبہ! تو ہلاک ہو گیا تیرے متعلق قرآن پاک میں اس طرح آیات نازل ہوئی ہیں۔ اب ثعلبہ گیا اور اپنے بالوں میں خاک ڈالی اور رونے لگا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی زکوۃ کو قبول نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور کہا ابو بکر! آپ کو معلوم ہے کہ اپنی قوم میں میرا کیا مقام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میرا کیا مقام ہے۔ آپ مجھ سے زکوۃ وصول کر لیجئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زکوۃ وصول نہ کی۔ پھر حضرت عمر کے زمانہ آ گیا انہوں نے بھی لینے سے انکار کر دیا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ان کے پاس گیا انہوں نے بھی انکار کر دیا پھر ثعلبہ حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں مر گیا۔

قارئین کرام! یہ ہے ایک عام واقعہ ہے جو اکثر مفسرین نے بھی لکھا ہے اور ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی درج ہے لیکن اس دور کے عظیم عالم دین میری نظر میں جو کہ ایک ثقہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہدانہ بصیرت کے حامل بھی ہیں دور جدید کے جدید مسائل کی تحقیق میں جس قدر انہوں نے داد تحسین وصول کی ہے شاید کسی اور کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہو۔ انہوں نے جو مسئلہ بھی لیا اس کی تحقیق میں دیانت داری کے جوہر دکھائے جو کہ کبھی اہل علم کا طرہ امتیاز ہوا کرتا تھا۔ میری مراد حضرت علامہ غلام رسول سعیدی ہیں آپ نے مسلم شریف کی شرح لکھ کر امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان فرمایا اور آج کل تبیان القرآن کے نام سے تفسیر لکھ کر امت مسلمہ پر دوسرا احسان فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر عطا فرمائے آپ نے مذکورہ بالا واقعہ میں ثعلبہ بن حاطب کے نام پر اختلاف

کیا ہے اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ یہ صحابی رسول تھے اس واقعہ کو ان کی جانب کر کے بہت بڑا اختراء باندھا گیا ہے۔ ثعلبہ بدری صحابہ تھے۔ غزوہ احد میں شہید ہوئے اس سے مراد جس کے متعلق یہ آیات مذکورہ نازل ہوئیں۔ حاطب بن ابی بلتعہ یا پھر ثعلبہ بن ابی حاطب ہے (واللہ ورسولہ اعلی) تفصیل کے لئے تبیان القرآن ج پنجم ۲۰۱ تا ۲۰۹ صفحات تک مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

مال جمع کر کے کنجوسی کرنے والوں کے متعلق فرمان الٰہی

ارشاد باری تعالٰی ہے۔

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشر هم بعذاب الیم ، یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوٰی بها جبا ههم وجنوبهم وظهور هم ط هذا ما کنز تم لا نفسکم فذو قوا ما کنتم تکنزون ٥ (توبہ ۳۵،۳۴)

اور جو لوگ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور انہیں خرچ نہیں کرتے اسے اللہ کی راہ میں تو انہیں خوشخبری سنا دیجئے دردناک عذاب کی۔ جس دن تپایا جائے گا (یہ سونا اور چاندی) جہنم کی آگ میں پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں (اور انہیں بتایا جائے گا) کہ یہ ہے جو تم نے جمع کر رکھا تھا اپنے لئے تو (اب) چکھو (اس کی سزا) جو تم جمع کیا کرتے تھے۔

''کنز'' لغت میں اس مال کو کہتے ہیں جسے اکٹھا کر کے جمع کر دیا جائے۔ اس آیت کے متعلق صحابہ کرام کا آپس میں اختلاف ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی رائے یہ ہے کہ وہ مال جو ضرورت سے زیادہ ہو اس کو جمع کر کے رکھنے کی یہی سزا ہے۔ جو اس آیت میں مذکور ہے لیکن جمہور صحابہ کرام جن میں خلفاء وراشدین بھی ہیں کا مذہب یہ

ہے کہ وہ ہم مال جس کی زکوۃ دادا کر دی جائے۔ وہ اس وعید میں شامل نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس مال کی زکوۃ ادا کر دی گئی ہو وہ کنز نہیں۔ اگر چہ وہ سات زمینوں کے نیچے مدفون ہو اور جس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے خواہ وہ ظاہری ہی کیوں نہ ہو حضور نبی کریم ﷺ کے عہد پیمانوں میں بھی مال دار صحابہ کرام ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنا سارا مال راہ خدا میں دینے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے منع فرمایا۔ ہاں اگر صورت حال نازک ہو جائے عام قحط سالی کا دور دورہ ہو لوگ فاقوں سے مر رہے ہوں۔ بیت المال خالی ہو چکا ہو۔ تو اس وقت صرف زکوۃ کی ادائیگی پر ہی اکتفا نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ حاکم وقت ضرورت سے زیادہ بھی وصول کر سکتا ہے۔ ان حالات میں دولت کا جمع کر کے رکھنا بھی جائز نہ ہوگا۔ (تلخیص، ضیاء القرآن ج دوم صفحہ ۲۰۰)

قارئین کرام! راہ خداوندی میں خرچ کرنا ایک اہم اور مستحسن عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنکی ابتداء میں متقین کی علامات کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

(یہ قرآن مجید) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ جو اپنی نمازیں قائم رکھتے ہیں۔ (یہ ثمر ہے ان لوگوں کے لئے ان کی عملی زندگی ساری کی ساری زندگی خدا کی کامل بندگی بن جاتی ہے) جو (اللہ کی محبت ورضا کے حصول کے لئے) ہمارے لئے دئے گئے مال کو (اس کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

معاشرتی زندگی میں ہم نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے۔ جو اپنی کمائی کو جمع کر کے رکھتے ہیں ان کی جمع کی ہوئی دولت کے انبار نہ تو ان کی اولاد کے کام آسکتے ہیں نہ ہی ان کی اپنی حالت سنورتی ہے۔ حالانکہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے جو کہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے اگر وہ اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرتا ہے یا اولاد کو کاروبار میں سٹینڈ کرنے کیے لئے جمع شدہ رقم کو خرچ کرتا تا کہ کل کو اس کی اولاد کسمپرسی کی زندگی گزارنے سے بچی رہے۔ تو یہ بھی [illegible] کی راہ میں ہی خرچ کرنا ہے کیونکہ یہ انفاق بھی جائز امور کی انجام

وہی کے زمرے میں آتا ہے۔
قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

وما لکم الا تنفقوا فی سبیل الله ولله میراث السموات والا رض ط

(الحدید) اور تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کا وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس آیت کے تحت حضرت علامہ مفتی سید سعادت علی قادری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے اللہ کی راہ کون سی ہے؟ جن میں انفاق مطلوب اجر وثواب کا باعث ہے۔

حقیقت تو یہی ہے کہ مسلمان کا ہر ایسے کام میں خرچ کرنا انفاق فی سبیل اللہ ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو۔ بس نیت کی ضرورت ہے۔ مثلاً کھانے پینے پر خرچ کرنا اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم و جان کی حفاظت فرض قرار دی ہے۔ لباس پر خرچ کرنا اس نیت سے کہ اللہ نے ستر پوشی کرنے کا حکم دیا ہے۔ سواری پر خرچ کرنا۔ اس نیت سے کہ یہ حصول معاش ہے۔ صلہ رحمی، میل جول وغیرہ کا ایک ذریعہ ہے۔ اس طرح دیگر تمام ضروریات پر غور کیجئے اور ان پر جو خرچ کیا جاتا ہے اس کو اپنی نیت کے خلوص سے آپ انفاق فی سبیل اللہ بنا لیجئے اور اللہ کی طرف سے اس پر اجر وثواب کا یقین رکھئے کہ مسلمان کا ہر عمل جو شریعت کے خلاف نہ ہو خلوص نیت کے ذریعہ عبادت بن جاتا ہے۔ اگر کوئی لمبے لمبے سجدے کرے اور نیت میں فتور ہو کہ لوگوں پر اتنے تقوی کا اظہار کر مقصود تو یہ سجدے ہی کیا ہر عمل جو نام ونمود اور دنیوی مقصد کے لئے کیا جائے عند اللہ مردود ہے۔

جو مالدار لوگ اپنی دولت کے انبار جمع کر کے ناگ بن کر اوپر بیٹھے رہتے ہیں۔ نہ خود خرچ کرتے ہیں نہ اولاد کے حقوق پورے کرتے ہیں اسی مال و دولت کے نشے میں جب مر جاتے ہیں تو وہی مال ان کی اولاد کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ تقسیم مال کے موقع پر آپس میں فسادات ہوتے ہیں۔ اگر والدین مال کو خرچ کر دیں یا صحیح تقسیم کر دیں ان کی

نسلیں تباہی سے بچ جائیں۔ اب بھی بعض خاندانوں میں یہ اچھی ریت ہے کہ اگر کسی کے پاس مال و دولت ہے تو اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں۔ یا برابر کاروبار کھول دیتے ہیں تو یقیناً ایسے والدین کی قدر اولاد بہت زیادہ کرتی ہے اور جو والدین اولاد میں جائیداد برابر تقسیم نہیں کرتے بے انصافی کرتے ہیں یا ان کے کاروبار کی فکر نہیں کرتے تو ایسے والدین کا گریبان جوان بیٹوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، ہم نے تو بعض جوان ایسے بھی دیکھے ہیں جو کہتے ہیں پتا نہیں ہمارے باپ نے سارا پیسہ قبر میں ہی لے جانا ہے۔ نہ ہمیں کاروبار کھول کر دیتا ہے نہ خود کرتا ہے ایسے لوگوں کی گزر بسر کیسے ہوتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں یا تو بنک سے پرافٹ ملتا ہے جو کہ سراسر سود ہے اس پر چلتا ہے یا پھر دوسری بیماری لوگوں کو سود پر پیسے دیتے ہیں۔ یہ حرام خور، نہ خود بھلائی کا کام کرتے ہیں نہ کسی کو کرنے دیتے ہیں نہ یہ لوگ زکوۃ دیتے ہیں نہ کسی غریب کی مدد کرتے ہیں۔ صرف اس جگہ پر خرچ کرتے ہیں جہاں ان کی شہرت کے باجے بجیں۔ اور یہ لوگ اس مستی میں پھولے نہیں سماتے کہ میرے انفاق پر فلاں نے میرے گیت گائے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا مال ان کے لئے ہی باعث وبال ہوگا۔

سبق آموز واقعہ زبان رسالت سے

بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے آدمیوں کا واقعہ بیان فرمایا ان میں سے ایک کوڑھ کا مریض تھا۔ دوسرا گنجا اور تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ یہ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا تجھے کونسی سی چیز زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے وہ کہنے لگا اچھا رنگ اور صحت مند جسم میری خواہش ہے۔ کہ مجھے اس بیماری سے نجات مل جائے۔ اور لوگوں کی نفرت بھری نظروں سے محفوظ ہو جاؤں۔ حضور

ﷺ نے فرمایا فرشتے نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا تو اس کا رنگ صاف ہو گیا جلد ٹھیک ہو گئی اور بالکل ٹھیک ہو گیا۔ فرشتے نے اس سے سوال کیا کہ تجھے کون سا مال پسند ہے؟ اس نے کہا اونٹ۔ فرشتے نے اس کو دس ماہ کی حاملہ اونٹی دی اور کہا اللہ تجھے اس میں برکت دے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس گیا اس نے پوچھا تمہیں کیا چیز پسند ہے۔ اس نے کہا میری آرزو ہے میرا گنجہ پن ختم ہو جائے اور میرے سر پر بال اگ آئیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا گنجا پن ختم ہو گیا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا تمہیں کون سا مال پسند ہے اس نے کہا مجھے گائے پسند ہے۔ فرشتے نے اس کو حاملہ گائے دی اور کہا اللہ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائے۔ پھر فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اسے پوچھا تمہیں کیا پسند ہے۔ اس نے کہا اللہ مجھے آنکھوں کی بینائی عطا فرما دے۔ فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور وہ دیکھنے لگا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا تمہیں کیا پسند ہے۔ اس نے کہا مجھے بکری پسند ہے۔ فرشتے نے اس کو بھی ایک حاملہ بکری عطا کر دی، اور کہا اللہ تجھے اس میں برکت عطا فرمائے۔ ان تینوں جانوروں میں خوب برکت ہوئی اونٹی والے کے پاس ایک جنگل اونٹوں سے بھر گیا گائے والے کا ایک جنگل گایوں سے بھر گیا۔ بکری والے کا ایک جنگل بکریوں سے بھر گیا (اب اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو آزمانے کا ارادہ فرمایا تو فرشتہ پہلے کوڑھی بن کر اونٹوں والے کے پاس گیا اور کہنے لگا میں غریب ہوں معذور ہوں سفر میں میرا سارا سامان ختم ہو گیا اللہ کے سوا میرا کوئی نہیں۔ تم سے اس کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں ایک اچھا رنگ، اچھی جلد اور بے شمار اونٹوں سے نوازا ہے مجھے صرف ایک اونٹ دے دو۔ تا کہ میں اپنی منزل تک پہنچ جاؤں۔ وہ بولا مجھ پر بہت ذمہ داریاں ہیں (میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا) فرشتہ نے کہ میں نے تجھے پہچان لیا تو وہی کوڑھی ہے جس سے لوگ نفرت کرتے تھے۔ اللہ نے تجھ پر کرم اور سب کچھ عطا فرمایا۔ وہ بولا نہیں ایسا نہیں یہ مال و دولت تو میرے باپ دادا کا چھوڑا ہوا ہے۔ جس میں وارث بنا۔ فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر

دے گا۔ اب فرشتہ گنجے کے پاس جا کر سوال کیا تو اس نے بھی کوڑھی جیسا ہی جواب دیا۔ فرشتے نے اس سے بھی کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے پہلے جیسا کر دے۔ پھر فرشتہ نے اندھے کے پاس جا کر سوال کیا کہ میں غریب ہوں مسافر میرا زادسفر ختم ہو گیا ہے۔ میرا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ میں تم سے اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں۔ جس نے تمہیں نظر عطا فرمائی۔ بکریاں عطا فرمائیں میری مدد کرو تا کہ میں منزل تک پہنچ جاؤ۔ اس نے کہا بے شک اندھا تھا۔ اللہ نے مجھے نظر عطا کی۔ پس تم جو چاہے لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم اس کے نام پر جو تم مانگو گے میں انکار نہیں کروں گا۔ تب فرشتے نے کہا تمہیں تمہارا مال مبارک ہو۔ میں تو تمہارا امتحان لینے کے لئے بھیجا گیا تھا پس اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا ان دونوں سے ناراض ہے۔

قارئین مندرجہ بالا حدیث کی تشریح کی شاید ضرورت نہ ہو اس کا ایک ایک جملہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ بالکل آج ایسا ہی کہ مال دار لوگ جب امریکی ڈالروں کا منہ دیکھ لیتے ہیں ان کا طرز زندگی انداز گفتگو تبدیل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اپنی اوقات ہی بھول جاتے ہیں یہ مال و دولت تو ہمارے آباؤ اجداد سے چلا آ رہا ہے۔ لیکن ان لوگوں کی حالت اس وقت دیدنی ہوتی ہے جب تنگی کے دور سے گزرتے ہیں اس وقت نمازیں بھی پڑھتے ہیں دعائیں بھی کرتے ہیں بزرگوں کے پاس بھی جاتے ہیں۔ وظائف وعملیات کے پیچھے بھی پڑے رہتے ہیں۔ کہ ہمارا بیٹا امریکہ چلا جائے برطانیہ چلا جائے وہاں کی نیشنلیٹی مل جائے۔ جب سارے کام ہو جاتے ہیں تو پھر نہ نماز یاد رہتی ہے نہ وظائف وعملیات یاد رہتے ہیں نہ بزرگوں کی عقیدت وسلامت رہتی ہے۔ حتیٰ کہ ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ ان لوگوں کے پاس جب کوئی شخص نیکی کا کام لیکر جاتا ہے تو ان لوگوں کا موڈ بدل جاتا ہے۔ ایسی طرز زندگی کے بعض افراد سے میں نے خود سنا ہے کہ اب عقیدے کی کیا ضرورت ہے بس ہمیں اتنا کافی ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اب نہ حضور ﷺ کی محبت غلامی کی ضرورت ہے کیونکہ ہم ذہنی وفکری طور پر مغرب کی غلامی میں آ چکے ہیں۔ اب ہمیں بزرگوں سے

عقیدت رکھنے کی کیا ضرورت ہے اب ہماری محبتوں اور عقیدتوں کا مرکز مغرب ہی ہے۔ جس کے صدقے ہم کھاپی رہے ہیں۔ یہ سراسر منافقت نہیں تو اور کیا ہے۔

خرچ کرنے کی مقدار کیا ہے؟

معاملہ دین کا ہو یا دنیا اسلام نے ہر معاملہ میں راہ اعتدال کو اپنانے کی ترغیب دلائی ہے۔ قرآن حکیم نے یہی حکم فرمایا اتنے کنجوس بھی نہ بن جاؤ نہ اتنے فضول خرچ بن جاؤ اور فضول خرچ کو قرآن کی زبان کے مطابق شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ اب کوئی ہے بڑے سے بڑا بھلا مانس جسے کہا جائے کہ تو تو شیطان کا بھائی ہے وہ تو سر ہی پھاڑ دے گا جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہمارے معاشرے میں ان لوگوں کی بھر مار ہے کہ جب ان سے اللہ کے دین پر سوال کیا جائے یا تو مال دیں گے ہی نہیں صاف کہہ دیں گے کہ جی آپ کو کس نے بتایا۔ کہ میرے پاس اس قدر سرمایہ ہے۔ میرے بیٹے کا تو چار سال سے کاروبار بند ہے۔ ابھی باہر سے پیسے بھی نہیں ہمارا تو لاکھوں ڈالر کا نقصان ہو گیا ہے اگر وہ حق پر خرچ کر نے کے لئے خدا خدا کرے مائل ہو جائیں گے تو چاہیں گے جی میرے نام کی تختی ضرور لگنی چاہیے یا میرا نام لاؤڈ اسپیکر ضرور اناؤنس ہو کہ فلاں حاتم طائی صاحب نے اللہ کی راہ میں اتنا روپیہ دیا ہے اسی پھنے خاں صاحب کے بیٹے یا بیٹی کی منگنی ہو یا شادی تو ان کی جھوٹی نمائش کی بوریوں کے منہ کھلنے لگتے ہیں پھر اندھا دھند روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے گلی محلے میں شہرت ہوتی ہے کہ فلاں صاحب نے اتنا خرچ کر دیا، یہی وہ ظالم لوگ ہیں جنہوں نے غریبوں مزدوروں کا استحصال کر کے مال جمع کیا ہوتا ہے یا لوگوں کو فراڈ کر کے لوٹا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی سخاوت کا یہ عالم ہے۔ کہ کتا بھی ان کے دروازے پر بھول کر چلا جائے تو وہ بھی ڈنڈے کھا کر آتا ہے یہ ہیں برائے نام مسلمان اور حرام خور بخیل۔ جن کا نہ دنیا میں کوئی ٹھکانہ ہے نہ آخرت کوئی مقام۔ ہاں اور ان اللہ والوں سے زمین ابھی خالی نہیں ہوتی

جو ایک ہاتھ سے اللہ کی راہ میں دیتے ہیں تو دوسرے کان کوئی سنتا بھی نہیں۔ ان کے مرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ فلاں صاحب سخاوت کا اس قدر جذبہ رکھتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین متین کو صحیح معنوں سمجھا ہوتا ہے۔ ان کی زندگی ایک ایک سانس جذبہ ایمان سے نکلتا ہے۔ میدان خواہ کوئی بھی ہو۔ انفاق کے معاملہ میں کسی سے پیچھے نہیں رہتے بلکہ جوں جوں خرچ کرتے ہیں ان کے جذبہ ایمانی کو تقویت ملتی جاتی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بغیر حساب کے خرچ کرو اللہ تمہیں بے حساب کے دے گا۔ خرچ کرنے سے گریز نہ کرو ورنہ اللہ تم پر روک دے گا جتنی استطاعت ہو اسی کے مطابق صدقہ کیا کرو (بخاری مسلم)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اے ابن آدم خرچ کر تجھ پر فراخی کی جائے گی (بخاری مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اے ابن آدم ضروریات سے زیادہ مال خرچ کرنا تیرے حق میں بہتر ہے اور اگر تم اس کو خرچ نہ کرو گے تو یہ تمہارے لئے بہتر نہیں اور اعتدال کی حد تک خرچ کرنے میں تجھے برا نہ کہا جائے گا۔ اور اس سے شروع کرو جس کی کفالت تمہارے ذمہ ہے (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

سخی اللہ کے قریب ہے جنت کے قریب اور لوگوں کے قریب اور دوزخ سے دور ہے۔ بخیل اللہ سے دور جنت سے دور اور لوگوں سے دور ہے سخی جاہل اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے (ترمذی)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اتقوا النار ولو بشق تمرہ: دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کرو۔

یعنی اگر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں تو معمولی سے معمولی خواہ کھجور کا ٹکڑا

ہی ضرور دو عرفاء کاملین کا یہی طرہ امتیاز راہ ہے کہ ان لوگوں کے آستانے آج بھی آباد ہیں۔ان بزرگان دین نے اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کیا۔ ہمارے حضور شاہ لا ثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ خرچ کرنے کے لئے ادھار لے کر بھی راہ خداوندی میں دے دیتے تھے۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
انسان کے ہر عضو پر جب دن کا سورج طلوع ہوتا ہے تو صدقہ لازم ہوتا ہے اگر وہ دو انسانوں کے درمیان انصاف کرتا ہے تو صدقہ ہوتا ہے اگر کسی کو سواری پر چڑھنے میں مدد دیتا ہے یا اس کا سامان اٹھا کر دیتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے اگر کسی سے بھلائی کی بات کرتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے اور ہر نماز کے لئے ہر قدم صدقہ ہے اسی طرح راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینا بھی صدقہ ہے (بخاری مسلم)
انہی سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ایک بدکار عورت صرف اس وجہ سے بخش گئی کہ وہ ایک ایسی جگہ سے گزری جہاں کتا پیاس کی شدت سے زبان نکالے ہوئے ہانپ رہا تھا قریب ہی تھا کہ پیاس کی وجہ سے وہ مر جاتا اس عورت نے دیکھا تو اپنا موزا اتار کر اپنی چادر سے باندھا اور کنویں سے نکال کر کتے کو پلا دیا۔ پس عورت بخشی گئی۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بھی اجر ملتا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ہر زندہ جگر کے ساتھ بھلائی کرنے پر اجر ملتا ہے (بخاری مسلم)

اعمال حسنہ میں ریاکاری منافقت اور شرک خفی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فاعبد الله مخلصاله الدين . الا لله الدين الخالص (الزمر)

پس (اے حبیب ﷺ) خالص اسی کی عبادت کیجئے آگاہ ہو جاؤ دین خالص اللہ کے لئے ہے۔ نبی ﷺ کی زندگی مبارکہ کا ایک ایک گوشہ کامل وخالص اللہ کی بندگی و عبادت تھا۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک میری نماز میری قربانی میری حیات میری وفات سب کچھ میرے اللہ کے لئے ہے دراصل مذکورہ بالا ارشاد باری میں آپ کی وساطت سے تا قیامت آنے والی امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں بندگی وہی قابل قبول اور درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے جو فقط اسی لئے ہے تو اے اہل ایمان تم بھی سن لو، میرے حبیب ﷺ تمہارے لئے ابد الاباد کامل نمونہ ہیں تو جو ریاضت ومجاہدہ عبادت و بندگی کا ہدایہ بارگاہ ایزدی میں پیش کرنا ہے تو وہی بندگی قبول ہوگی جس میں ذرا سا بھی اشتباہ نہ ہوگا۔ بندگی و عبادت کسی مفاد کے لئے نہ ہو حتی کہ جنت کے انعامات واکرامات کے لالچ میں بھی نہ ہو بلکہ محض اسی کی رضا کے لئے جس انسان کو اللہ کی رضا مل جاتی ہے اسے سب کچھ مل جاتا ہے۔

سید المرسلین ﷺ نے اخلاص کے متعلق بھی آپ ﷺ سے فرمایا۔

ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (مسلم)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری صورتوں کو نہیں دیکھتا۔ کہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

دنیاوی امور میں بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر ایک مزدور خلوص کے ساتھ اپنے فرائض کی ادائیگی کا اظہار نہیں کرتا تو اس کو صلہ بھی کماحقہ نہیں ملتا اور جو اپنے امور میں خلوص کا جذبہ ظاہر کرتا ہے تو کارخانہ دار یا افسر مزدوری بطریق احسن ادا کرتا ہے امور خواہ دین کے ہوں یا دنیا کے بہر حال خلوص کی اہمیت ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انسان مخلص ہوتا ہے اس کی ہر معاملہ میں بڑی عزت تکریم ہوا کرتی ہے دکھلاوا محض ایک نمود ونمائش ہوتی ہے اس کی کسی بھی معاملہ میں کوئی اہمیت نہیں بدقسمتی سے ہمارا معاشرہ اس بیماری کا شکار ہو چکا ہے۔

بدقسمتی تو یہاں تک ہمارا مذہبی طبقہ بھی اس بیماری میں اپنا آپ اجاڑ بیٹھا ہے وہ

لوگ علم وفضل جن کے خاندان کا طرہ امتیاز تھا۔ وہ علماء ذی وقار جن کے علم وفضل کا شملہ آسمان کی بلندیوں کو چھوتا تھا انہیں بزرگان دین کے صاحبزادگان والاشان اپنے خاندان کے حسبی وقار کو فراموش کر چکے ہیں۔ علم وفضل جن کی گھٹی میں شامل تھا انہیں بزرگوں کے شہزادے آج کے دور میں اس خاندانی نجابت کو مٹا رہے ہیں۔ہم وہ بزرگان دین دیکھے ہیں جن کے آباؤ اجداد نے اپنا نام پیدا کرنے میں بڑی محنت وجانفشانی کے جوہر دکھائے مگر ان کی آنکھیں بند ہونے کے بعد بیٹے نااہل ثابت ہوتے ہیں اور وہ علم وفضل کی مسند کو چھوڑ کر کاروباری لائن اختیار کر لیتے ہیں۔ یا بہت بڑا معرکہ ماریں گے تو اسمبلی کی کسی سیٹ پر امیدوار کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں کہ فلاں حضرت صاحب کی انکھوں کا تارا، جگر گوشہ وغیرہ کے جملے پڑھنے کو ملتے ہیں اور اسی مسند پر نااہل لوگ جلوہ فرما ہو جاتے ہیں ان کے جبے قبے صرف نمائش کی حد تک ہوئے ہیں یہی صورت حال مشائخ عظام کی ہے کہ جن کے بزرگوں نے پاسداری سنت مطہرہ اور حفاظت سنت مقدمہ میں بڑی ایمانداری کا مظاہرہ کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس خلوص کا صلہ عطا فرماتا ہے۔ صدیاں بیت جاتی ہیں مگر ان کی قبروں پر ذکر الٰہی کے زمزمے بند نہیں ہوتے ان بزرگوں کی جلوتیں خلوتیں ریا کاری سے پاک ہوتی تھیں ان کے سجدوں میں خلوص ہوتا تھا۔ ان کے قیام وقعود میں خوف الٰہی ہوتا تھا یہ جب رب سے مانگتے تو ان کے اٹھے ہوئے ہاتھ حریم قدس میں قبولیت کا درجہ پاتے۔ ان کے مجاہدہ محنت کا ثمر ہوتا کہ دنیا ان کے بزرگوں کی خاطر ہاتھ پاؤں چومنے پر مجبور ہوتی ہے۔ میں یہاں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش کرتا ہوں کہ عرصہ ہوا ہم حضرت شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عالم رحمتہ اللہ علیہ کے حضور صحیح بخاری شریف پڑھ رہے تھے کہ ایک حافظ صاحب تشریف لائے جو کہ آنکھوں سے نابینا تھے۔ عرض کرنے لگے حضور! فلاں پیر صاحب کے آستانے پر مسجد امامت کے لئے خالی ہے میرے بھی وہ پیر مگر آپ کی مان لیں گے رقعہ تحریر فرمادیں کہ مجھے امامت کے لئے اپنی مسجد میں رکھ لیں قبلہ استاد صاحب رحمتہ

اللہ علیہ نے سبق پڑھانے کے بعد رقعہ تحریر فرمایا۔ اوپر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور جب اسلام علیکم لکھا تو ہماری طرف دیکھ کر قبلہ استاد صاحب مسکرا پڑے اور فرمانے لگے پیر صاحب اس قابل نہیں کہ اسے السلام علیکم بھی کہا جائے کیا کریں بزرگوں کا منہ مارتا ہے۔

یعنی ہمارے مشائخ عظام جن کی زندگی کا ایک ایک قدم کرامت ہوا کرتا تھا۔ آج کے مشائخ الا ماشاء اللہ علم کی تحصیل ہے اور نہ فیضان اولیاء میں طریقہ ترسیل۔ وہ گزرے ہوئے مشائخ محنت ومجاہدہ کرسکتے تھے رزق حلال کما کر کھا سکتے تھے تو آج مشائخ سے کون سی بوٹی سونگھ لی ہے۔ میں تمام مشائخ کی بات نہیں کرتا میں صرف ان کی بات کرتا ہوں جن کے آستانوں پر شریعت نام کی کوئی چیز نہیں بس جہالت ہی جہالت ہے جن آستانوں کے سجادہ نشین ہیں تو پیر طریقت مگر خلاف شریعت۔ خدا کرے ہمارے بزرگوں کے آستانوں کے سجادہ نشین حضرات سنت مطہرہ کی پاسداری کرنے والے بن جائیں اور علماء کرام بھی نمود ونمائش اور ریاکاری کا لبادہ اتار کر خلوص کا لبادہ اوڑھ لیں۔

آپ اس بات کا عہد کر لیجئے کہ ہمارا تعلق جس بھی شعبہ زندگی سے ہو کسی کام میں خلوص کا دامن نہ چھوڑیں۔ دکھلاوہ سراسر منافقت ہے کھوٹ ہے۔ دجل ہے فریب ہے صدقہ خیرات دکھلاوے کا ہو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔ نمازیں دکھلاوے کی ہوں اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔ نمود ونمائش جیسی بھی ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس ریا کی کوئی حیثیت نہیں۔ نمازیں اور دیگر عبادات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ بندہ جب رب ذوالجلال کی بندگی اور غلامی کا دم بھر رہا ہے محض اسی کے بندہ ہو بندہ ابلیس نہ ہو۔ اللہ کا بندہ ہو فلاحی ابلیس کی نہ ہو بلکہ غلامی اس کے پیارے محبوب ﷺ کی ہو انسان برباد تبھی ہوتا ہے جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غلامی واطاعت کا قلادہ اتار پھینکے اور خواہشات نفس کا غلام بن جائے ابلیس کب چاہتا ہے کہ بندہ رب کی بندگی خلوص سے کرے حقیقت تو یہ ہے کہ شیطان کی پوری کوشش ہوتی جب بندہ بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہو تو شیطانی خیالات دل

میں وسوسوں کی صورت میں انسانی ذہن میں جلوہ نما ہوتے ہیں تو پھر نمازی کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا کوئی اور قریبی نہیں۔ اسی سے انسان کی روحانی طور پر بربادی کی ابتداء ہو جاتی ہے خلوص کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ بندہ رب کے حضور حاضر ہو تو اپنے آپ کو بندہ بے نام سمجھے۔ اپنے آپ کو رب العزت کے حضور انتہائی کمتر پست ہمت سمجھے تو رب تعالیٰ اسے روحانی لذت و حلاوت عطا فرمائے گا۔ یہی توحید کا تقاضا ہے یہی منشاء رسالت ہے۔

کہ خودی سے طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

منافق ریاکار تھا تو ظاہری عقیدت بھی کسی کام نہ آئی

قارئین محترم! اگر ایک شاگرد اپنے استاد کے ساتھ صرف ظاہری عقیدت مندی کا اظہار کرتا ہے اور اگر دل اس کی عزت و تکریم کا انکاری ہے تو یہ اس کی ظاہری دکھلاوے کی عقیدت کبھی رنگ نہیں لاسکتی۔ اگر کوئی ملازم اپنے افسر کا حکم مانتا ہے دل سے نفرت کا اظہار کرتا ہے تو یہ ظاہری اطاعت کبھی اچھا پھل نہیں دے سکتی۔ اگر کسی والدین کے بیٹے ظاہری طور پر ہر حکم مانتے ہیں اور دل سے برا جانتے ہیں تو یہ ظاہری اطاعت کبھی ادب و احترام میں شمار نہیں ہو سکتی بلکہ یہ بھی نافرمانی کی ایک صورت ہے

سید المرسلین ﷺ کی ذات مقدسہ کو حقیقت کے جس آئینے میں دیکھیں تو آپ کو یہ ماہ کامل اخلاق عالیہ کی آفاقی بلندیوں پر چمکنے والا آفتاب ہی نظر آئے گا۔ ہر اعتبار سے انفرادیت ہر اعتبار سے بے مثال بے عیب و بے ریب، سبحان اللہ!

لاکھ ستارے ہر طرف سے ظلمت شب جہاں جہاں
ایک طلوع آفتاب دشت و جبل سحر سحر

اس ماہ مبین کی ہر خوخصلت نکھری ہوئی سیرت کا ہر گوشہ اجلا ہوا، معلم انسانیت، انسانیت کے تاجدار اعظم، سید الکونین ﷺ کی جس خوبی و کمال کو دیکھو تو آپ کا ہر وصف با کمال اپنی معراج کو پہنچا ہوا نظر آئے گا۔

اجمل ترین حسن ہے اکمل ترین وصف

ہر بات لا جواب ہے اس لا جواب کی

سبحان اللہ! آپ کی صحبت کاملہ سے فیضان نبوت کے امین بننے والے بوبکر و عمر، عثمان و علی طلحہ و زبیر، بوذر و سلمان بلال و صہیب، انس و ابن مسعود درالعلوم محمدیہ کے فارغ التحصیل طلباء اپنے استاد مکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ میں رانگے ہوئے سبحان اللہ جہاں یہ تلامذہ قدم رکھتے ہونگے فرشتے نوری پر بچھائے ہونگے ان کے قدموں کی دھول کو حوران بہشت اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتی ہونگی ان سے نکلنے والی سانس سے فضائیں معنبر و معطر ہوتی ہونگی۔ کیوں نہیں۔ جس طرح انہوں نے اس بارگاہ عالی سے فیضیاب ہونے کا حق ادا کر دیا تو دینے والے نے بھی کوئی کنجوسی نہیں کی وہ فیض کے چشمے بہاتا گیا تو یہ فکر و نظر قلب و روح میں سموتے گئے۔ قرآن حکیم آج بھی ان نفوس قدسیہ پر رحمت کی بارشیں نازل فرما رہا ہے۔

رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ. محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحمـــاء بینھم الغرض یہ لوگ اطاعت محبت میں سچے غلامی میں پکے اور اتباع میں یکتا تھا۔ تو ان کے نام زندہ ہیں۔ جب تک یہ نظام حیات قائم رہے گا ان کا نام بھی زندہ رہے گا۔

ایک وہ بھی تھا کہ جو بڑا مکار، چالباز، عیار، دل کا مریض اور مرض بھی ایسا تھا جو کم نہ ہوا بلکہ جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کا مرض بڑھتا گیا۔ حتی کہ فرمان الٰہی بھی آ گیا۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا: ان کا مرض اللہ نے اور بھی بڑھا دیا۔

یہ اکیلا ہی نہیں تھا بلکہ اس کی جماعت تھی جس نے زندگی بھر سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ بے وفائیاں ہی کیں۔ کبھی بھی اور کہیں بھی وفا نہ کی۔ یہ سرکار دو عالم ﷺ کا صدقہ

ہر طرح کی نعمت سے بہرہ یاب ہوا مگر سب کچھ پا کر نعمت ایمان سے محروم رہا۔ یہ جدھر جاتا ہر کوئی مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھتا۔ ہر طرف سے لعنتیں اس پر برستیں مگر اس کی عیاریوں نے اسے عقل کے شعور سے عاری رکھا۔

قارئین کرام! مقام غور ہے کہ ایک انسان جس کے سامنے سید المرسلین ﷺ اپنی تمام تر صداقتوں کے ساتھ موجود ہوں جو دن رات آپ ﷺ کی عنایات جلیلہ کے مزے بھی لوٹے۔ ہر نعمت سے فیضیاب بھی ہو مگر اس کے باوجود وہ حقیقی ایمان سے محروم رہے تو یہ پھر اس کا اپنا نصیب ہاں ہاں سید المرسلین ﷺ نے اس پر اس قدر کرم نوازیاں کی کہ اسے مرتے وقت بھی رحمت مصطفیٰ ﷺ کا سہارا مانگنا پڑا یہ الگ بات ہے کہ اس سے فیضیاب نہ ہوا۔ اس کی تو سیاسی چال تھی کہ دوسروں کی نگاہوں میں معزز و مکرم ہو جاؤں گا۔ اسے اس بات سے کوئی خبر نہ تھی کہ معزز و مکرم وہی ہوتا ہے جو حضور ﷺ کی عنایات جلیلہ کا سچے دل سے طلبگار ہوتا۔ ظاہری عقیدت محض دکھلاوہ ہوتا ہے عبداللہ بن ابی یہ وہ جمالی خربوزہ تھا کہ اس کا ظاہری حسن و جمال ظاہری عقیدت بھی کسی کام نہ آتی قرآن سے پوچھیں

درسول اللہ پر حاضری سے ابن ابی کا انکار

قرآنی حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

استغفر لهم اولا تستغفر لهم ط اِن تستغفو لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ط لک بانهم كفروا بالله ورسوله ط والله لا يهدى القوم الفاسقين (التوبہ)

آپ بخشش طلب کریں ان کے لئے یا نہ کریں اگر آپ بخشش طلب کریں ان کے لئے ستر بار جب بھی اللہ نہیں بخشے گا انہیں یہ محض اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول مکرم کا انکار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

دوسری جگہ پر فرمایا

یکساں ہے ان کے لئے آپ مغفرت طلب کریں یا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا بے شک اللہ تعالیٰ ان نافرمان قوم کو ہدیت نہیں دیتا۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابی رئیس المنافقین کا یہ طریقہ تھا کہ جب حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور خوشامد کرتے ہو کہتا یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عزت و نصرت عطا فرمائے۔ جب احد کے بعد اس کا نفاق واضح ہو گیا تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اللہ کے دشمن تیرا کفر اب چھپائے نہیں چھپ سکتا۔ دوسرے حاضرین نے بھی اسے ملامت کی چنانچہ نماز پڑھے بغیر بل کھاتا ہوا وہ مسجد سے باہر نکل کر چلا گیا۔ راستے میں کسی نے اس سے کہا کدھر بھاگے جا رہے ہو حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ان کا دامن پکڑ لو اور اپنی بخشش و مغفرت کے لئے عرض کرو اس بد بخت نے کہا وہ میرے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں یا نہ مانگیں مجھے کوئی پرواہ نہیں (ضیاء القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب کرے تو (انکار سے) اپنے سروں کو گھماتے ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (حاضری سے) رک رہے ہیں تکبر کرتے ہوئے برابر ہے ان کے لئے آپ مغفرت طلب کریں یا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے کرے گا۔ بے شک فاسق قوم ہدایت نہیں دیتا۔ (المنافقون)

علامہ قرطبی نے بڑی بصیرت افروز بات کہی ہے کہ۔

عبد اللہ بن ابی کو جب اس کے قبیلہ والوں نے سمجھایا کہ اب بھی حاضر خدمت ہو کر معافی مانگ لو۔ حضور ﷺ تیری بخشش کے لئے دعا فرمائیں گے تیری شقاوت سعادت میں بدل جائے گی تو اس نے ازراہ کبر و نخوت نفی میں سر ہلایا کہنے لگا تم نے مجھے ایمان لانے

کا حکم دیا تو میں ایمان لے آیا تم نے مجھے زکوۃ دینے کا حکم دیا تو میں زکوۃ بھی دی اب ایک ہی بات باقی ہے کہ محمد ﷺ کو سجدہ کروں میں یہ نہیں کروں گا۔

اس روایت میں آپ غور کریں کہ منافق کا ذہن کس طرح غلط راہ پر چلتا ہے اس کی سوچ میں کس قدر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے بارگاہ نبوت میں حاضری اور اللہ تعالیٰ کے محبوب سے اپنی مغفرت کی دعا کرانے میں اس کو صریح شرک نظر آنے لگتا ہے وہ اپنے اعمال نماز زکوۃ وغیرہ پر ہی نازاں رہتا ہے اور ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے در کرم پر حاضر ہو کر اس کی رحمتوں سے اپنے دامن کو لبریز کرے۔ اس زمانہ میں بھی ہمیں ایسے لوگ نظر آتے ہیں۔ جنہیں بارگاہ رسالت میں حاضری شرک اور بدعت معلوم ہوگی۔ خود بھی اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور لوگوں کو محروم رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور اس کو اپنے موحد ہونے کا معیار قرار دیتے ہیں۔ وہ ذرا اس آیت میں اور اس روایت تو غور کریں کہیں ان کا رویہ منافقین کے رویہ سے مشابہت تو نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حجابوں سے بچائے اپنے محبوب کی بارگاہ اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب فرمائے۔ حضور ﷺ کی دعا برکت سے ہمارے گناہوں کو بخشے اور ہمیں دو جہاں کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے آمین۔

اسے حمد جس نے تجھ کو سراپا کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

یہ منافق جن کی زبان سے تو اسلام کا دعوی ہے لیکن ان کے دلوں میں ایمان کی شمع نہیں۔ جو قدم قدم پر اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے دین کو ناکام کرنے کے لئے سازشوں کے جال بنتے رہتے ہیں اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے سے روکتے ہیں یہ پرلے درجے کے فاسق ہیں اور ایسے فساق کے لئے آپ بھی اگر مغفرت کی دعائیں مانگیں گے کہ ہم انہیں نہیں بخشیں گے جو تیرے دربار میں حاضر

ہونے سے انکار کرے وہ بخشا جائے یہ میرے قانون کے خلاف ہے۔ میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہدایت کی نعمت سے نہیں بخشا کرتا۔

نبی کریم ﷺ کی رحمت رافت کا یہی تقاضا تھا کہ کوئی بھی گمراہ نہ رہے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ رہے۔ اسی لئے حضور ﷺ اپنی جان کے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے لے بھی دعا فرماتے تھے۔ **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔**

الٰہی! میری قوم کو ہدایت عطا فرما وہ ناداں ہیں حضور ﷺ پر سچے دل سے ایمان لانے والے جب آقا مولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بصد احترام حاضر ہوتے اور اپنے عمر بھر کے گناہوں کی بخشش کے دعا کی التجا کرتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جاتی۔ اور انہیں یہ مژدہ جانفزا سنایا جاتا **لوجد وا اللہ توابا رحیما** : یعنی اے ساری عمر اپنی جانوں پر ظلم توڑنے والے! تم میرے محبوب کے درکرم پر حاضر ہو گئے ہو اس نے تمہاری مغفرت کے لئے درخواست کی ہے سن لو! اللہ تعالیٰ کو تم توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحمت والا پاؤ گے۔ (ضیاء القرآن ج پنجم صفحہ ۲۵۳۔۲۵۴)

حضور ﷺ نے ابن ابی کو اپنی قمیض مبارک کیوں عطا فرمائی؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرض موت میں مبتلا ہوا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اس نے التماس کی کہ جب وہ مر جائے تو حضور ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں۔ پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کفن کے لئے اسے قمیض مرحمت فرمائی جائے۔ حضور ﷺ نے اوپر والی قمیض بھیجی اس نے پھر گزارش کی کہ مجھے وہ قمیض چاہیے جو آپ کے جسد اطہر کو چھوتی رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی قمیض کیوں عطا فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا

اے عمر! اس منافق کو میری قمیض کچھ نفع نہ دے گی بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہزار آدمیوں کو مشرف بہ اسلام کرے گا۔ منافقین کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت ابن ابی کے پاس رہتا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لئے آپ کی قمیض کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور حقیقت عیاں ہو گی کہ اس رحمت عالمیان کی بارگاہ بیکسن پناہ کے بغیر اللہ تعالی کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں اس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں اب ہی کیوں نہ آپ پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اسی قمیض کی برکت سے اور قیمض والے کے حسن و اخلاق سے مشرف بہ اسلام ہوا (ضیاء القرآن ج دوم ص ۲۴۰)

قارئین محترم! نبی کریم ﷺ کا قیمض مبارک عطا فرمانا اس کی اور بھی وجوہات علماء اسلام نے بیان فرمائیں ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عبداللہ بن ابی نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی پیش کش کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے بغیر عمرہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کی جزا میں نبی کریم ﷺ نے قمیض مبارک عطا فرمائی۔

(۲) نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ (جو کہ حضور ﷺ کے صحابی تھے) کی دلجوئی کے لئے قمیض مبارک عطا فرمائی۔

(۳) کفن کے لئے قمیض کا نہ دینا مکارم اخلاق کے خلاف تھا اس لئے آپ ﷺ نے قمیض مبارک عطا فرمائی۔

(۴) نبی کریم ﷺ سے جب کسی چیز کا سوال کیا جائے اور وہ چیز آپ کے پاس ہو تو آپ ﷺ منع نہیں فرماتے تھے۔

(۵) اکثر علماء نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا عباسؓ دراز قامت تھے اور بدر کے دن ابن ابی کی قمیض کے سوا اور کسی کی قمیض پوری نہ آئی ابن ابی نے اپنی قمیض ان کیلئے دی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا بدلہ اتارنے کے لئے اپنی قمیض اس کو دی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

(۶) امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں بدر کے دن قیدیوں کو لایا گیا۔ حضرت عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہ تھا نبی ﷺ نے ان کے لئے قمیض کو دیکھا تو صرف ابن ابی کی قمیض ان کے ناپ کی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو وہ قمیض پہنا دی اس وجہ سے نبی کریم ﷺ اپنی قمیض اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا عبداللہ بن ابی کا نبی ﷺ پر احسان تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔

(۷) علامہ بدرالدین عینی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا میری قمیض اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کرسکتی۔ مجھے امید ہے کہ اس سبب سے اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) اسلام میں داخل کرے گا۔ روایت ہے کہ اخزرج کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ابن ابی قمیض طلب کر رہا ہے اور آپ سے نماز کی درخواست کر رہا ہے تو آپ کے حسن سلوک کی وجہ سے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے (اس روایت کو صاحب مظہری نے بھی لکھا ہے)

ملا علی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کیا کہا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا میری قمیض اور میری نماز اس سے عذاب الٰہی کو دور نہیں کرسکتی بہ خدا میں امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہونگے۔ روایت ہے کہ کہ ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی قمیض سے تبرک حاصل کر رہے ہے۔

قتادہ سے مروی ہے کہ استغفر لھم اولا تستغفر لھم اس آیت کے نازل

ہونے کے بعد صحابہ کرام نے قمیض دینے کے متعلق استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میری قمیض اس سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتی۔ بہ خدا مجھے امید ہے کہ بنو خزرج کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور جیسا کہ بعض روایات میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اس امید کو پورا کر دیا (شرح صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۵۸۳۔۵۸۴)

سید المرسلین ﷺ نے ابن ابی کی نماز جنازہ کیوں پڑھی تھی؟

صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مر گیا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیض عطا فرمائیں جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں آپ ﷺ نے قمیض مبارک فرمائی پھر سوال کیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھیں۔ تو رسول اللہ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے دامن پکڑا اور کہا یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ بھی زیادہ استغفاز کرو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی وہ منافق تھے رسول اللہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت پاک نازل فرمائی وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ منافق میں سے جو بھی مرجائے آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی منافق ہے۔ ان کا یہ یقین

ابن ابی ظاہری احوال پر مبنی تھا اور نبی کریم ﷺ ان کے اس یقین پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ ظاہر مسلمانوں کے حکم میں تھا اور آپ ﷺ نے بطور استصحاب اسی ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نیز آپ ﷺ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی جو نہایت مخلص اور صالح مومن تھے اور اس کی قوم کی تالیف قلوب میں مصلحت تھی اور ایک شر کو دور کرنا مقصود تھا۔ اور ابتداء میں نبی کریم ﷺ مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگزر کرتے تھے پھر آپ کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے خواہ باطن میں اسلام کی مخالفت ہوں ان کے ساتھ آپ کے درگزر کرنے کا یہی معاملہ بدستور جاری رہا اور ان کو متنفر نہ کرتے اور ان کی تالیف قلوب کرنے میں مصلحت تھی اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کررہے ہیں۔ اور جب مکہ فتح ہوا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار بہت کم اور پست ہو گئے تب آپ کو یہ حکم دیا گیا آپ منافقین کو ظاہر کردیں اور خاص طور پر ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحتہ ممانعت نہیں کی گئی تھی اس تقریر سے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی ﷺ کے متعلق جو اشکال ہے وہ دور ہو جاتا ہے (بحوالہ شرح صحیح مسلم از علامہ سعید ص ۵۸۶)

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میری قمیض اور میری میں نماز جنازہ پڑھنا اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتا۔ بے شک مجھے امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے (ایضاً)

اعمال کی قبولیت میں عقیدے کی درستگی کا کردار

قارئین کرام! یاد رکھیں جب تک انسان کا عقیدہ صحیح نہ ہو اس وقت تک

اعمال صالح قبولیت کا درجہ نہیں پاتے بعض لوگ آج بھی اس ذہنیت کے حامل ہیں جو اس بات کو بڑی شدومد سے بیان کرتے ہیں کہ جی انسان کا عمل صالح ہونا چاہیے عقیدہ کوئی لازمی امر نہیں تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ کیا ان کی نگاہوں سے احوال منافقین اوجھل ہیں۔

اگر ان کے نزدیک عقیدہ کوئی شے نہیں یا اس کی کوئی اہمیت نہیں تو پھر ان لوگوں کی سوچ اور نبی ﷺ کے زمانے کے منافقین کی سوچ میں کوئی خاصا فرق نظر نہیں آتا۔ منافقین عقیدہ کی درستگی پر ایمان نہیں رکھتے تھے اگر وہ اس معاملہ میں سوچ اور فکر سے کام لیتے تو شاید ان کے دل و دماغ کی بند کھڑکیاں کھل جاتیں۔ ان لوگوں نے اس بات پر کوئی توجہ نہ دی تو گمراہ کے گمراہ ہی رہے نہ ایمان میں پختہ رہے نہ کفر میں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ رکھے تو وہ لاکھ حسن عمل کرتا رہے اسے ان نیکیوں کا فائدہ دنیاوی طور پر تو ہو سکتا ہے مگر وہ ایمان کے حقیقی نور سے محروم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ہر حسن عمل کو بھی رد کر دیا کیونکہ ان کا نبی ﷺ کی ذات مطہرہ کے بارے میں عقیدہ صحیح نہیں تھا ان کی سوچ میں بگاڑ تھا۔ عقل کی پوجا کرتے رہے۔ صرف ذاتی مفادات کی غرض سے اسلام کا نام لیتے رہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارا طبقہ الا ماشاء اللہ جو ہائی کلاس کا طبقہ ہے اس کی سوچ دن بدن خراب ہو رہی نہیں بلکہ خراب اور برباد ہو چکی ہے۔ ایک شخص نے مجھے کہا کہ عقیدہ پر آپ لوگ بہت زور دیتے ہیں اس کی اتنی اہمیت نہیں بس اتنا ہی کافی ہے نماز روزہ کی پابندی کرو اور کاروبار زندگی چلاؤ۔ میں نے کہا جب تک تم لوگ مال و دولت کے انبار نہیں دیکھتے اس وقت تو عقیدہ تمہارے نزدیک ایمان کی بنیاد رہتا ہے مگر جب اس دولت کے نشے میں بدمست ہاتھی بن جاتے ہو عقیدہ کی اصلاح بھی فرقہ پرستی تمہیں نظر آتی ہے وہ کہنے لگا جی قران کہاں لکھا ہے کہ

عقیدہ ضروری چیز ہے؟

میں نے کہا جب قرآن کریم نے اپنے بے عیب ولاریب ہونے کا اعلان فرمایا تو متقین کی علامات بیان کرتے ہوئے پہلے بیان ہی عقیدہ کو کیا۔

الذین یومنون بالغیب: جو غیب پر ایمان لاتے ہو۔

ویقیمون الصلوۃ: اور نماز قائم رکھتے ہو

ومما رزقنا ھم ینفقون: اور ہم نے اس میں خرچ بھی کرتے ہیں۔

والذین یومنون بما انزل الیک: اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا۔

وما انزل من قبلک: اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔

وبالاخرۃ ھم یوقنون: اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس بیان میں پہلے عقیدہ ایمان بالغیب کی بات کی اس غیب کا تعلق ذات خدا کے ساتھ ہو یا ذات مصطفیٰ کے ساتھ یعنی کہ ذات خدا پر ایمان رکھو حضور ﷺ کے اعلان کے مطابق یہ نہ ہو کہ جب تک ہم دیکھیں گے نہیں اللہ کی توحید کو نہیں مانیں گے جس طرح موسی علیہ السلام کو قوم نے کہا کہ ہم اس وقت تک اللہ کو نہیں مانیں گے جب تک ذات خدا کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ دیکھیں گے تو اللہ نے فرمایا مجھ پر ایمان رکھو میرے محبوب ﷺ کے بتانے پر اسی طرح جنت دوزخ، جزاوسزا، یوم القامۃ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ پہلے غیب پر ایمان لانے کی بات کی بعد میں (اقامت الصلوۃ انفاق فی سبیل اللہ، ایمان بالکتب، ایمان بالاخر کی بات کی۔ اگر عقیدہ کی اہمیت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ پہلے اقامت صلوۃ کا ذکر فرماتا اس سے معلوم ہوا۔ اقامت صلوۃ اور دیگر تمام عبادات کی بنیاد عقیدہ ایمان بالغیب پر ہے جس کا اس پر عقیدت ایمان نہیں اس کا کوئی عمل بارگاہ ایزدی میں قابل قبول نہیں۔

ہمارے ہاں ایک صاحب نے اپنے بیٹے کی منگنی کسی جگہ کردی کچھ عرصہ بعد یہ منگنی قائم نہ رہی۔ لڑکے والوں نے توڑ دی۔ جب وجہ معلوم ہوئی تو پتہ چلا کہ لڑکے والوں کا کوئی عزیز ہے جو کہ بہت ہی امیر ترین ہیں اور وہ مرزائی ہے ان کے کچھ افراد لندن بھی ہوتے ہیں اور کچھ نے لاہور شہر میں کاروبار شروع کر رکھا ہے جو کہ لڑے والوں کے عزیز بھی تھے۔ تو لڑکے والد نے ان مرزائی عزیزوں کے ہاں لڑکے کی منگنی کردی۔ جب دوسرے عزیزوں کو پتہ چلا تو اس شخص کو بہت لعن طعن لعنت کیا کہ تم نے کیا کارنامہ کر دیا۔ ادھر سے رشتہ تور کر ادھر مرزائیوں کے ہاں کر ڈالا۔ یہ تو سراسر گناہ ہے وہ کیونکہ مرزائی ہیں دوسرے غیر مسلموں سے بھی بدتر ہیں۔ تو کہنے لگا چھوڑیں ان باتوں کو یہ صرف مولویوں کے رولے بنائے ہیں اپنے پیٹ بھرنے کے لیے وہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں، ہم بھی پڑھتے ہیں وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں ہم بھی پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں وہ لوگ اپنے دلائل میں سچے ہیں جب اس شخص کے عزیز میرے پاس آئے میں نے کہا بدمست ہاتھی کو سمجھائیں بات عقیدہ کی نہیں ایمان اور کفر کا مسئلہ ہے وہ مرزائی مرتد ہیں کافروں سے بھی بدتر ہیں ایسا نہ کریں۔ بہرحال ان عزیزوں کی کسی نے نہ سنی اب شادی ہو چکی ہو گی لڑکی والوں نے لڑکے کو کاروبار کھول دیا ہے۔

بہرحال میرا کہنے کا مقصد یہ ہے جب تک عقیدہ صحیح نہ ہوگا تو اعمال حسنہ کی کھڑی ہونے والی عمارت کس طرح قائم رہے گی؟ ہمارے معاشرے میں یہ بیماری عام ہو چکی ہے دولت کے نشے میں اندھے کہتے ہیں دیکھو جی عقیدہ کے پیچھے پڑے رہنے سے کیا حاصل؟ بس لڑکا لڑکی پڑھا لکھا ہونا چاہے پیکر شرافت ہونا چاہیے بزنس مین ہونا چاہیے یا جرمن جاپان امریکہ برطانیہ کی نشینلٹی اس کے پاس ہونی چاہیے اور مسلمان کے گھر پیدا ہو بذات خود بے شک مسلمان نہ ہو۔ میرا تجربہ ہے کہ میں نے سینکڑوں شادیاں اٹینڈ کی ہیں کئی دولہے دیکھے ہیں جنہیں پہلا کلمہ تک نہیں آتا۔ بسم

اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھنی نہیں آتی شکل دیکھیں تو انتہائی خوبصورت چال ڈھال بڑے معزز شہری منہ کلین شیو۔ دولہا کے والد صاحب سے پوچھیں کہ صاحب کرتے کیا ہیں۔ تو والد صاحب بڑے سلجھے ہوئے انداز سے کہتے ہیں کہ ماشاء اللہ ہمارا بیٹا امریکہ ہوتا ہے جاپان ہوتا ہے یونان ہوتا ہے کرتا کیا ہے؟ بس بزنس مین ایمپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتا ہے باپ کو کیا پتا بیٹا کس حال میں انگریزوں کے برتن مانجھتا ہے یا کتے نہلاتا ہے یا سڑکیں اور گٹر صاف کرتا ہے۔

نفاق پرستوں کا کوئی عقیدہ نہیں

بعض لوگ ذہنی طور پر پس ماندہ سوچ کے حامل ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا اجدت اور جدیدیت پسند تصور کرتے ہیں حالانکہ یہی سوچ ان کی ذہنی پس ماندگی کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ لوگ نہ دین میں ہوتے ہیں نہ دنیا میں۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف مادی ترقی کا حصول پیسہ اور دنیاوی جاہ وحشمت کا حصول ان کے سامنے جب عقیدہ کی بات کی جاتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ کوئی ضرورت نہیں عقیدہ بس ہم صرف مسلمان ہیں۔ ان کا دعوی ایمانی صرف مادی ترقی کے حصول تک محدود ہوتا ہے۔ یہ کلمہ صرف اس لئے پڑھتے ہیں کہ ان کے مفادات کے حصول میں کوئی آڑ نہ بنے۔ یہ لوگ اپنی مفاد پرستانہ زندگی کو کامیاب زندگی کا نام دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے دور کے منافقین بھی ایسی ہی سوچ رکھتے تھے۔ وہ لوگ بھی دین اسلام کو صرف مادی ضرورتوں کے پورا کرنے تک ہی استعمال کرتے تھے۔ اس کلمہ کی کلمہ کی آڑ میں مال غنیمت بھی حاصل کرتے ہیں جان و مال کا تحفظ بھی چاہتے اپنے ساتھ بھی وہی سلوک چاہتے تھے جو دوسرے اہل اسلام کے ساتھ کیا جاتا ہے ان لوگوں نے دین اسلام کے فقط ایک ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اتخذو ایمانھم جنة: ان منافقین نے اپنی قسموں کوڈھال کے طور پراستعمال کیا
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ : ان منافقین نے اللہ کے راستے سے دوسروں کوروکا
اِنَّھُمْ سَاءَ کانُوْا یَعْمَلُوْنَ : یہ بہت برے کام کرتے رہے
یہ خود بھی شک میں پڑے رہتے دوسروں کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرددُّوْنَ ان کے دل شک میں مبتلا ہیں تو وہ اپنے شک میں متردد ہیں۔

یہ لوگ صرف ظاہری اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ذاتی مفادومنفعت کے حصول کو ہی اپنی معراج سمجھتے ہیں اللہ کی واحدانیت اور حضور ﷺ پر یہ دل و جان سے ایمان نہیں رکھتے۔ (الا ماشاءاللہ) اللہ تعالیٰ نے ان کی سوچ کو غلط روش کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ منافق ہیں جب اہل ایمان پر اللہ کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہوئی تو یہ بھی انہیں بری لگتی ہے۔ ان کا دل جلتا اور کڑھتا ہے جب کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے قدم آگے بڑھاتے ہیں منافقین کے قدم اس راہ پر بھی ڈگمگاتے رہتے ہیں۔ عبادات الٰہی کی طرف آنا ان کے لئے بہت بڑا پہاڑ ہوتا ہے بادل ناخواستہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی وَلَا یُنفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کَارِھُوْنَ اور نہیں آتے نماز کی طرف مگر سستی کے ساتھ اور نہیں خرچ کرتے مگر ناخوش ہو کر۔

یعنی نماز تو وہی ہے جسے دل اور جان ادا کیا جائے لیکن منافقین کی ذہنی پستی کا یہ عالم ہے اول تو آتے ہی نہیں اگر نماز کی طرف آتے ہیں لوگوں کو دکھلاوے کے لئے سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ یہ لوگ قسمیں اٹھاتے ہیں کہ اے محبوب ہم تم میں سے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ارشاد ہوا۔

وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّھُمْ لَمِنکُمْ ط مَا ھم مِنکُمْ وَلٰکِنَّھُمْ قَوْمٌ یَفْرَقُوْنَ: اور

وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ تم میں سے ہیں اور وہ تم میں سے نہیں وہ ایسی قوم ہیں جو ڈرتے رہتے ایمان اور یقین ہی وہ قوت ہے جو شرف انسانی کی نگہبان ہے اور اسے ایک مسلک پر ثابت قدم رکھتی ہے اور جہاں یہ مفقود ہو وہاں انسانی مصلحت اندیشی کے ہاتھ کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ جدھر ہوا کا رخ دیکھا ادھر ہولیا جس میں اپنی وقتی سلامتی نظر آئی۔ وہی چولا بدل لیا ایسی حالت میں انسان مستحکم چٹان نہیں رہتا جو حوادثات کے طوفانوں میں ٹکرا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتی بلکہ اس بے بس تنکے کی طرح ہو کر رہ جاتا ہے جسے اپنی کی تند و تیز موجیں جدھر چاہیں ہیں بہا لے جاتی ہیں۔ منافقین کی بھی یہی حالت ہے (ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ ۲۲۰)

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مجبوری کو کھلے لفظوں میں ارشاد فرما کر ان کی خود غرضیوں کا پول کھول دیا اسلام ایسی مصلحت اندیشی کا قائل نہیں ہے کہ جدھر سے کوئی امید افزا کرن نظر ادھر ہی اپنے آپ کو جھکا دیا۔ یا تو واضح طور پر دامن اسلام آجاؤ یا پھر کفر کی راہ پر جمع رہو

آج کے دور میں امت مسلمہ میں نت نئے فرقوں کی بھر مار ہے ہر کوئی دوسرے کو بدعقیدہ کہنے پر مصر ہے اور صرف اپنے آپ کو مسلمان تصور کرتا ہے۔ قرآن مجید نے ہمیں ان فرقوں کو جانچنے کے ایک کسوٹی دے دی وہ ذات اقدس ﷺ کی محبت کاملہ ہے جو مذہبی فرقہ اپنے آپ کو ہی مسلمان گردانتا ہے اسے اسی کسوٹی پر رکھ کر پرکھا جا سکتا ہے یہ کسوٹی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (التوبہ)

ترجمہ: پس اگر وہ ایمان لے آئے جس تم اس کے ساتھ ایمان لاتے ہو تو یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔

یعنی اس کا ایمان صحابہ کرام سا ہو تو وہ مومن ہے جو لوگ قیل و قال کا شکار

رہتے ہیں وہ خود بھی متذبذب دوسروں کو بھی اسی تذبذب کا شکار دیکھنا چاہیے جب کہ قرآن یقین کی منزلوں کا راہی دیکھنا چاہتا ہے اور یقین کی منزل اسے ملتی ہے جو مصلحتوں کا شکار نہ ہو بلکہ نبی کریم ﷺ کے ہر فرمان عالی شان کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی بدعقیدہ تذبذب کا شکار لوگوں کی صحبت سے بچنے کی تلقین کی۔

فَاِیَّا کُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّونَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ: بے عقیدہ لوگ نہ تم سے ملیں نہ تم ان سے ملو کہیں وہ تمہیں اپنی گمراہی میں مبتلا کر کے فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: عنقریب بہرے گونگے اور اندھے فتنے ہونگے جو ان کی طرف جھانگے گا وہ اسے کھینچ لیں گے اور ان میں زبان کھولنا تلوار چلانے کی طرح ہوگا۔ (ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان عالی شان اس آیت کی تشریح کر رہا ہے یہ منافقین

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ: بہرے گونگے اندھے پس وہ لوٹنے والے نہیں

یعنی کہ یہ منافقین ہیں جن کی عقلوں پر مکاریوں نے پردے ڈال دیے جن کے کان حق کی بات سن نہیں سکتے ہیں۔ حق بات بول نہیں سکتے۔ عقل کے اندھے ہیں کہ نور مصطفیٰ ﷺ کی تجلیات سے جس طرح ان لوگوں (صحابہ کرام) نے اپنے باطن کو نور علی کیا ہے یہ لوگ اس کی تجلیات سے فیضیاب نہ ہو سکے گویا کہ یہ منافقین اندھے۔

آیت اور احادیث پاک کا بغور مطالعہ فرمائیں تو کیا آج کے دور میں فتنہ باز لوگوں کو جھنجوڑنے کے لئے کافی نہیں؟ لیکن کیا جائے ان بدمست لوگوں کی حالت زار پر کہ جب ان کے سامنے حقیقت حال کو واضح کیا جاتا ہے تو حق بات سننا گوارا نہیں کرتے ایک طبقہ تو ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنی سیاسی دوکانداری چمکانے کے لئے حق کو باطل میں خلط ملط کر دیا ہے اپنی منافقانہ پالیسیوں کو بروئے کار لا کر دوسرے

لوگوں کی گردنیں کٹوا دیتے ہیں۔ اور خود پاکیزہ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگی کہ جب الیکشن کا دور آتا ہے تو ایک پارٹی لیڈر دوسرے کو پاکستان کا دشمن اور خود محبت وطن بن جاتے ہیں ان کی سیاست کا مرکز ومحور صرف ایک دوسرے کو انسانیت کا دشمن قرار دینا خود ہر عیب سے مبرا ہونا ہوتا ہے یہی حال ان ملاؤں کا ہے جنہوں نے دین اسلام کی غلط تعبیر کر کے ایک مسلمان کو دوسروں سے اس قدر متنفر کر دیا ہوتا ہے کہ ایک مسلک والا دوسرے کو دشمن اسلام سمجھتا ہے۔ ان ناپاک ملاؤں کی خباشتوں کی وجہ سے مسجدیں قتل گاہیں بن جاتی ہیں مدرسے غنڈہ گردی کا مرکز بن جاتے ہیں ایک جماعت کے لئے دوسری جماعت کا موقف سمجھنا بھی انکی توہین بن جاتا ہے یہ نفاق نہیں تو اور کیا ہے۔ اسی کا نام فرقہ پرستی ہے۔ جن لوگوں نے ملک کے اندر قتل کا بازار گرم کر رکھا ہے انہیں کوئی پوچھتا نہیں۔

فرقہ پرست لوگ مذہبی ہوں یا سیاسی تاجر ہوں یا صنعت کار جب ان کے ظاہر و باطن میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی محبت دلوں کا سکون اور چین نہیں بن جاتی اس وقت تک کما حقہ دین کے متوالے ملت اسلامیہ کے رکھوالے نہیں بن سکتے۔ نبی کریم ﷺ کی امت کا درد جس کے دل میں ہے وہ ہی صحیح معنوں میں حضور ﷺ کا محبّ کہلانے کا حق دار ہے جو لوگ حضور ﷺ امت گردنیں معمولی اختلافات کی وجہ سے کٹواتے ہیں۔ جن لوگوں کا کردار امت میں فتنہ فساد کا باعث ہوتا ہے جن لوگوں کی تجارت اور سیاسی سرگرمیاں سماجی سرگرمیاں امت مسلمہ انتشار کا باعث ہوتی ہیں جن لوگوں کی تجارت اور سیاسی سرگرمیاں سماجی سرگرمیاں امت مسلمہ کے انتشار کا باعت ہوتی ہیں وہی لوگ فرقہ پرست ہیں جب تک یہ لوگ راہ راست پر نہیں آسکتے ہمارا ملک کبھی بھی ایک فلاحی و اسلامی مملکت کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں کی تقریریں تحریریں امت میں فتنہ کا باعث بنتی ہیں یہ بد عقیدہ ہیں مفاد پرست

ہیں۔شہرت کے بھوکے ہیں مذہبی لٹیرے ہیں۔دین کے ڈاکو ہیں نفاق پرست ہیں اور ابن الوقت ہیں (الا ماشاءاللہ) اللہ تعالیٰ بجاہ سید المرسلین ان وعظ فروش فتنہ پرور اور فرقہ پرست بدمست ملاؤں سے اس مملکت خداداد پاکستان کو بچائے اور یہ وطن عزیز اسلام کا مضبوط قلعہ ثابت ہو دنیا کی کوئی اسلام دشمن طاقت میلی آنکھ سے اس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کرے اور یہ اس صورت میں ممکن ہے جب ان جاہل اور مفاد پرست وعظ فروش ملاؤں کا دامن چھوڑ کر دامن مصطفیٰ ﷺ سے چمٹ جائیں اور ہماری نگاہوں مکین گنبد خضراء کے فیضان کی منتظر رہیں۔

فرقہ پرستی کے مضر جراثیم

قارئین کرام! نماز میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا، آمین باسر کہنا یا بالجہر تراویح آٹھ ہیں یا بیس ان کے علاوہ دوسرے فروعی اختلاف ہے کبھی امت میں تفرقہ انتشار کا باعث نہ بنے تھے امت مسلمہ میں انتشار وافتراق کا دروازہ اس وقت کھلا جب سر عام فروش ملاں تھے جنہوں نے ان مسائل کو پیٹ بھرنے کا دھندہ کے طور پر اچھالا اور آپس میں مل بیٹھنے والے ایک دوسرے کا دست وگریبان پکڑنے کے درپے ہو گئے یا وہ تحریریں تھیں جن میں ذات مصطفیٰ کی شان اقدس میں گستاخانہ مواد شامل ہو گیا یہ اسلامیہ کو وحدت میں دیکھنا نہیں چاہتے اس طرح ان کی مذہبی دوکانداریاں نہیں چمکتیں یہ ممبروں پر بیٹھ کر جسے چاہتے ہیں اسلام میں داخل کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں خارج کر دیتے ہیں یعنی سکول کے ہیڈ ماسٹر کی طرح ان کے پاس بھی داخل خارج کے رجسٹر ہیں۔

یہ لوگ دین اسلام میں رخنہ ڈالنے والے فسادی ملاں معاشرے کے لئے ایک خطرناک جراثیم کی طرح ہیں۔معاشرہ کا امن وسکون دیکھ نہیں پاتے یہ لوگ جہاں بھی دیکھتے ہیں کہ لوگ ذہنی ہم آنگی سے وہ رہے ہیں ایک مذہب کے ماننے والے ہیں وہاں اپنی

ڈیڑھ اینٹ کی مسجد یا مدرسہ کی عمارت کھڑی کر دیتے ہیں۔ گویا ان کی مساجد بھی لوگوں کے لئے امن کا باعث ثابت نہیں ہوتیں۔ ذرا عقل سے سوچئے جس بستی میں ایک مسلک کے لوگ آپس میں محبت واخوت سے رہ رہے ہوں تو وہاں کوئی تیسرا افراد کسی اور جگہ سے آکر جگہ کر بظاہر اپنے جیب سے روپیہ خرچ کر کے مسجد تعمیر کرے اور مدرسہ تعمیر کرائے اس کا کیا مقصد ہے؟ اس کا مقصد سوائے فرقہ پرستی کے اور کچھ نہیں سوچنے والی بات ہے اتنی خطیر رقمیں کہاں سے آئی ہیں؟ دراصل یہ لوگ اپنی گرہ سے پیسہ نہیں لگاتے سعودی عرب، کویت، عرب امارات سے زکوۃ صدقات کا چندہ آتا ہے جسے اپنی ذات پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا سارا دن فارغ رہنے والے اپنی کاروں میں تیل کہاں سے ڈالواتے ہیں۔ اپنے بڑی بڑی موٹر سائیکلوں میں تیل کہاں سے ڈلواتے ہیں یا دوسری صورت میں جہاد کشمیر کے نام سے لوٹی گئی رقمیں ان کے کاموں کے لئے صرف کرتے ہیں۔ اسی فنڈ سے ان کی تنظیمیں چلتی ہیں اشتہار سٹیکرز وغیر چھپواتے ہیں۔ ان کے ادارے مراکز سراسر فرقہ پرستی کا گڑھ ہیں۔

یہ فرقہ پرستی کے جراثیم ہیں جو ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک کوششوں میں دن رات مصروف رہتے ہیں جنہوں نے صرف ایک ہی سبق پڑھا ہے بس جو بھی سر اٹھاتا ہے اس کی گردن اڑا دو یہ بھی جہاد اکبر ہے یعنی حق کی آواز سننا برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ بدشکل سنگ دل بھیڑیئے جن کی زبانوں سے کلمہ خیر کی کبھی توقع نہیں کی جا سکتی ان کی سنگ دلی کی مثالیں دیکھیں اور جائزہ لگالیں کہ موجودہ حالات میں فرقہ پرستی کا ذمہ دار کون ہے؟

حال ہی میں ایک کتاب موصول ہوئی جو ممنوع و مشروع وسیلہ کی حقیقت کے نام سے موسوم ہے اس میں تو حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیوں کی انتہا کر دی گئی۔ شاید ابلیس بھی یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۲۵ پر مصنف لکھتا ہے۔

جب تک حضور ﷺ حیات تھے آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں آپ مستجاب الدعوات بھی تھے جس کے لئے بھی آپ دعا فرماتے قبول ہو جاتی لیکن وفات کے بعد آپ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا سب محال ہے کیونکہ موت کی وجہ سے آپ کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اب قیامت تک اپنی قبر میں آرام فرما ہیں اور آپ پر موت کے سارے احکامات نافذ ہو چکے ہیں۔ اب آپ کی زبان نہ ہل سکتی ہے نہ جسم اور قیامت تک عمل وحرکت سے مجبور و بے خبر ہیں۔ آپ مردوں میں شامل ہو گئے ہیں لٰہذا آپ دنیا والوں سے سے کسی کی پکار نہیں سن سکتے۔ اگر چہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کا جسم اطہر خاک میں مل کر خاک نہیں ہوتا لیکن ان کا جسم مردہ اور بلا روح ہے جسم کا فنا ہونا اور بات ہے لیکن موت حقیقی کے واقع ہونے میں ذرا شک نہیں اور میت کے لئے ممکن نہیں کہ وہ زندوں کی آواز سن سکے اور جب سننا ممکن نہیں تو جواب دینا بھی ممکن نہیں لہٰذا جب آپ استغفار کی درخواست سن نہیں سکتے تو استغفار کر کیسے سکتے ہیں (صفحہ ۲۲۶)

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آپ کے والدین جہنم میں ہیں کیونکہ وہ دونوں مشرک تھے (ص ۲۳۸) یہ کتاب فرقہ پرستی کو ہوا دینے کے لئے ان لوگوں کے ہاں بڑی مفید ہے اگر کوئی صاحب ایمان اس کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے بدن کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اف توبہ! یااللہ! اے رب محمد میری ہزار بار توبہ تیرے نبی کے پڑھنے والے اور اس کی اطاعت کے ظاہری گیت گانے والے تیرے محبوب اطہر واطیب اکمل واجمل ﷺ کی شان اقدس پر یک ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے فرقہ پرست ملاؤں سے محفوظ رکھے۔ اب پڑھیے اس فرقہ کے ایک اور کٹھ پتلی ملاؤں کی تحریری خبث لوگ شرکیہ دعائیں۔ گنج العرش درود تاج وغیرہ پڑھ کر مشرک بن کر جہنم رسید ہو رہے ہیں۔ (دعوات المومنین ص ۲۹)

یعنی اس ملاں کے پاس بھی جنت کی مہر ہے یا جنت کا پٹواری ہے جسے چاہا جنتی کہہ دیا جسے چاہا جہنمی کہہ دیا۔

ضعف دماغ، تنگی رزق اور پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے گلے میں تعویذ لٹکانا
تعویز پانی میں گھول کر پینا درود اکبر درود تاج پڑھنا موجب عذاب ہے (ص ۴۰)
مرضی صرف اللہ کی چلتی ہے امام الانبیاء محمد رسول اللہ کی چاہت مرضی پوری نہیں ہوتی (ص ۴۴)
اغثنی یارسول اللہ کہنا دستگیر یا غوث الاعظم یا علی مدد کہنا کفر ہے (ص ۷۷)
قارئین کرام یہ میں نے نمونہ کے طور پر چند باتیں تحریر کر دی ہیں ورنہ ان کی کتابیں تو ان جیسی متعدد گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔

دراصل یہی وہ محبت کش جراثم ہیں جو امت مسلمہ میں پھیل رہے ہیں میری حکومت وقت کی خدمت میں دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مرکزی یا صوبائی پر ایسی کمیٹی تشکیل دے جن کتابوں میں توحید الٰہی کے منافی اور حضور ﷺ کی شان اقدس میں ایسا مواد ملتا ہے ان کتابوں کی چھان بین کر کے یا ان میں یہ عبارتیں حذف کر دی جائیں یا پھر انہیں سمندر میں ڈال دیا جائے کاش آج کوئی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی غیرت ایمانی رکھتا تو کب کا ایسا ہو چکا ہوتا لیکن افسوس کہ ان مکاروں عیاروں فرقہ پرست ملاؤں کی سرپرستی ہو رہی ہے۔

تصور میں تیرے رہنا محبت اس کو کہتے ہیں

ثمر محبت رسول ﷺ ہر کسی نے نہ چکھا نہ پایا یہاں یہ بات میں بتاتا چلوں کہ حضور ﷺ کی محبت وغلامی کنز وقدری کی محتاج نہیں یہ دہلیز مصطفیٰ ﷺ پر حضوری کا نام ہے۔
یہ جبہ دستار کی طلبگار نہیں ہوتی یہ آنکھوں کے سامنے جلوہ محبوب پروردگار کی طلب گار ہوتی ہے۔
یہ فلسفیوں کی الجھنے کا کام نہیں یہ خمار محبت رسول میں تڑپنے کا نام ہے۔

محبت والا چون و چرا کے دائروں سے نکل کر کون و مکان کی وسعتوں جا کر جلوہ مصطفیٰ ﷺ اپنی آنکھوں کے سامنے پا کر تابندگی پاتا ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو محبت مصطفیٰ ﷺ میں معراج ملی تھی تو جب بوجہل نے کہا صدیق! تم ایک بات تو بتاؤ اگر کوئی کہے کہ میں نے ایک رات میں آسمانوں کی سیر کی جنت و دوزخ دیکھ لیا تو کیا تم مان لو گئے؟ جب صدیق

ابوبکر نے نفی میں جواب دیا تو ابو جہل نے سوچا میرا کام بن گیا اس نے کہا تیرے یار نے اس طرح کہا ہے اس وفادار نے کہا اگر میرے محبوب نے کہا تو سچ کہتا ہے۔ بو جہل بوکھلا گیا نکتہ قابل غور ہے۔ صدیق اکبر نے راوی نہیں دیکھا کہ کون روایت کر رہا ہے یہ دیکھا بات کس کی ہو رہی ہے بیان کس ہستی کا ہو رہا ہے تو فوراً اقرار کرتے ہوئے گردن خم کر دی۔

یہ ہی مطلوب محبت ہے یہی مقصود محبت ہے کہ محبّ کے سامنے اس کے محبوب کا کوئی نام لے تو اس کی روح مچل جائے یہی مقام عشق ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نماز کا امام عشق رسول ﷺ ہوتا ہے اسی لئے ان کی نگاہیں ہر وقت اپنے محبوب کی راہوں کو تکتی رہتیں تھیں وہ یہی کہا کرتے تھے۔ آقا! نگاہیں صدیق کی ہوں سامنے جلوہ حضور ﷺ کا ہو بس میں اس وجہ وجود کائنات کے جمال جہاں آراء کا دیدار کرتا رہوں دل کی پیاس بجھاتا رہوں۔

قارئین کرام! جس دل میں رحمت عالم ﷺ کی محبت سما جاتی ہے وہ دلیلوں کا محتاج نہیں رہتا اس کا عشق ہی اس کی سب سے بڑی دلیل ہوا کرتی ہے۔

دیکھئے حضور ﷺ کی محبت کا وہ لازوال واقعہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت پر کھڑے ہیں جماعت کروا رہے ہیں سید عالم ﷺ نے اپنی طبیعت مبارکہ میں کچھ آفاقہ محسوس کیا تو خیال آیا ہوگا کہ آج اپنے غلاموں کی نماز تو ملاحظہ کروں۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے اپنے حجرہ پاک کا پردہ ذرا ہٹایا تو ہماری طرف دیکھنا شروع کیا آپ کا چہرہ انور یوں ہے جیسے قرآن کے ورق کھلے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ! سرکار دو عالم ﷺ اپنے غلاموں کو دیکھ کر مسکرا دیئے، صحابہ کہتے ہیں ہم نے دیدار رسول ﷺ کی خوشی میں (اپنی نمازوں کو بھول گئے) قریب تھا کہ نماز توڑ دیتے پھر صدیق اکبرؓ نے یہ منظر کشی دیکھی تو اپنے مصلّی کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے یہی سمجھے کہ شاید آقا ﷺ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے ہیں۔

صحابہ کہتے ہیں اتنا پیارا منظر ہم نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا جتنا جمال مصطفیٰ

ﷺ کا حسن اس دن دیکھا تھا انس کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نماز توڑ دینے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر حضور ﷺ نے ہماری یہ حالت دیکھ کر اشارہ فرمایا (اے میرے غلامو) اپنی نمازوں کو مکمل کرلو (بخاری ومسلم)

یہ نہیں فرمایا تمہاری توجہ نماز سے ہٹ کر میری طرف بٹ گئی اب تم دوبارہ ادا کرو بلکہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اپنی نمازیں پوری کرو۔

سید عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں ایک شخص بیٹھ کر چہرہ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھتا رہتا جب آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم ایسے کیوں کرتے ہو سب عرض کی حضور ﷺ میرے ماں باپ آپ پر یہ قربان آپ کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

خدا کی قسم! حضور ﷺ ہمیں ہماری، اولاد، آباؤ اجداد اور اپنی ماؤں سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور پیارے ہیں جس طرح ٹھنڈے پانی سے محبت ہوتی ہے سید عالم ﷺ ہمیں اس سے بھی بڑھ کر زیادہ محبوب ہیں (الشفاء)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں آتے ہیں عرض کرتے ہیں حضور! جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو دنیا کے غم بھول جاتا ہوں) تو میرا دل آپ کا دیدار پا کر خوشی سے جھوم اٹھتا ہے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ (مسند احمد ابن حنبل)

مسروق کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں قیامت کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ کی حدیث پاک بیان کر رہے تھے۔ جب حدیث بیان کرتے آخر میں پہنچتے تو ہنستے ایک آدمی نے پوچھا حضرت! کیا وجہ ہے مسکرانے کی۔ تو آپ نے فرمایا میرے ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو کئی مرتبہ یہ بات بیان فرماتے سنا اور جب اس مقام پر پہنچے تو اس قدر ہنسے کہ آپ ڈاڑیں مبارک نظر آئیں (المستدرک کرناج دوم)

ابن عمر رضی اللہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ مکہ کے راستہ میں اپنی سواری گھما

رہے تھے تو کسی نے گھمانے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے میں نے حضور ﷺ کو یہاں پر ایسا کرتے دیکھا (میری نگاہ میں تو یار کی ادائیں ہیں) الشفاء

ان کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ

جو کچھ حضور ﷺ سے سنتے اسے یاد کر لیتے اور آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ کے بارے میں پوچھتے۔ اور آپ ﷺ کے اقوال وافعال کی حفاظت فرماتے۔ نبی کریم ﷺ کی اتباع کا ثبوت اس عمل سے دیتے کہ جہاں جہاں حضور ﷺ رب کے حضور سجدہ ریز ہوتے انہیں جگہوں پر اپنی پیشانی لگاتے یعنی سجدہ کرتے جب سفر حج کے لئے روانہ ہوئے تو انہیں مقامات کو اختیار کرتے جہاں سے حضور ﷺ گزرتے تھے وقوف عرفہ کے وقت اسی مقام پر ٹھہرتے جہاں پر حضور ﷺ ٹھہرتے تھے (الاصابہ از عسقلانی ۴:۱۸۶)

حضرت عاصم مُولی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تو ایک راستے میں نے دیکھا گویا کہ کوئی چیز تلاش کر رہے ہیں تو انہوں نے ایک درخت دیکھا یہاں تک اس کے نیچے جا کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے میں نے اس درخت کے نیچے حضور ﷺ کو ٹھہرتے دیکھا تھا (مسند احمد جلد دوم)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ گئے اور دستی کا گوشت منگوا کر تناول فرمانے لگے اس کے بعد نماز ادا کی اور فرمایا میں اس جگہ پر بیٹھا ہوں جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے میں نے وہی کچھ تناول کیا جو حضور ﷺ نے تناول فرمایا تھا اسی طرح کیا جیسے حضور ﷺ نے کیا تھا (مسند احمد ج اول)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے تو پوری کوشش کے ساتھ دائیں جانب کھڑے ہوتے تا کہ آپ ﷺ ہماری طرف چہرہ مبارک کے تشریف فرما ہوں (ابوداؤد شریف)

حضرت عتبان بن مالک ؓ اپنی قوم کی امامت فرمایا کرتے تھے اور آنکھوں سے نابینا تھے انہوں

نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی آقا! میرے راستہ میں تاریکی اور پانی بارش کی وجہ سے کھڑا ہو جاتا ہے اور میں نابینا ہوں آپ میرے گھر میں تشریف لا کر نماز پڑھیں اور اس جگہ کو اپنے لئے مصلی گاہ بنالوں گا۔ چنانچہ حضور ﷺ صحابہ کرام کے ہمراہ ان کے محلّہ میں تشریف لائے اور انہوں نے اسی خوشی میں سارے اہل محلّہ کو کھانا کھلایا اور سارے اہل محلّہ نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ آپ ﷺ نے حضرت عتبان سے پوچھا تم کہاں چاہتے ہو میں نماز پڑھوں۔ تو انہوں نے ایک گھر میں ایک مخصوص جگہ بنائی تو حضور ﷺ نے وہاں نماز ادا فرمائی (بخاری جلد اول)

ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ نے کچھ عرصہ کے لئے حضرت ابوایوب کے ہاں قیام فرمایا اور وہ آپ ﷺ کے میزبان رہے تو آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کرتے۔ تو آپ ﷺ جتنا چاہتے تناول فرما لیتے بقیہ کھانا حضرت ابوایوب کے پاس واپس آ جاتا تو جہاں جہاں حضور ﷺ کے پور مبارک لگے ہوتے وہاں سے کھاتے (مسند احمد ج ٦)

قارئین کرام محبت رسول ﷺ اپنے اندر اس قدر مٹھاس رکھتی ہے کہ اس کو جس قدر طویل کیا جائے بات بڑھتی جاتی ہے یہ اعجاز محبت رسول ﷺ ہے اور امت مسلمہ اس وقت تک بیدار تھی جب تک اس کی روح کے اندر روح محمد تھی جب سے مسلمانوں نے اس روح کو اپنے اندر سے محو کر دیا ہے امت پر ایک روحانی سی طاری ہوگئی ہے یہی وہ محبت ہے جس نے اصحاب رسول ﷺ کو پستیوں سے نکال کر عروج پر کھڑا کیا۔ امت مسلمہ کی پستی اور ذلت کا سبب یہی ہے کہ حضور ﷺ سے تعلق عشق کو ختم کر کے رکھ دیا ہے یہی وہ جذبہ محبت ہے جسے اغیار نے دیکھا تو سمجھ گئے کہ جب تک یہ جذبہ ان کے اندر کارفرما ہے اس قوم کو شکست سے دوچار نہیں کیا جا سکتا۔ تو ان کی بدبختیوں نے اس جذبہ کا قلع قمع کرنا شروع کر دیا اور ملت اسلامیہ کو نور بشر شرک و بدعت کے جھگڑوں میں ڈال دیا۔ تو آج یہ امت مسلمہ آپس میں کفر و شرک کے فتوؤں کی وجہ سے الگ دوسرے کا گلہ دبانے کے درپے ہے علامہ

اقبال نے انگریز کی اس چال کو یوں بے نقاب کیا۔

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

یقیناً وہ بد بخت اپنے مکروہ عزائم میں کامیاب ہوا تو اس بد بخت دشمن اسلام کے عزائم کو آج کے فرقہ پرست ملاں پروان چڑھا رہے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے اور حضور ﷺ کی محبت و غلامی کے وہ جذبات عطا فرمائے کہ اغیار لاکھ کوشش کریں مگر یہ جذبات ہمارے قلب و باطن سے نکلنے نہ پائیں اور یہ گستاخ فتنے اپنی موت آپ مر جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

گدائے در اقدس حضور شاہ لاثانی نقش لاثانی رحمتہ اللہ علیہا

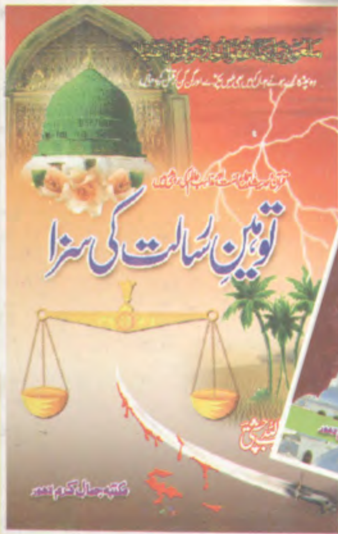
محمد نعیم نگوروی

جمالِ کرم













ملنے کا پتہ مکتبہ جمالِ کرم
9. مرکز الاویس، دربار مارکیٹ لاہور
Ph:042-7324948